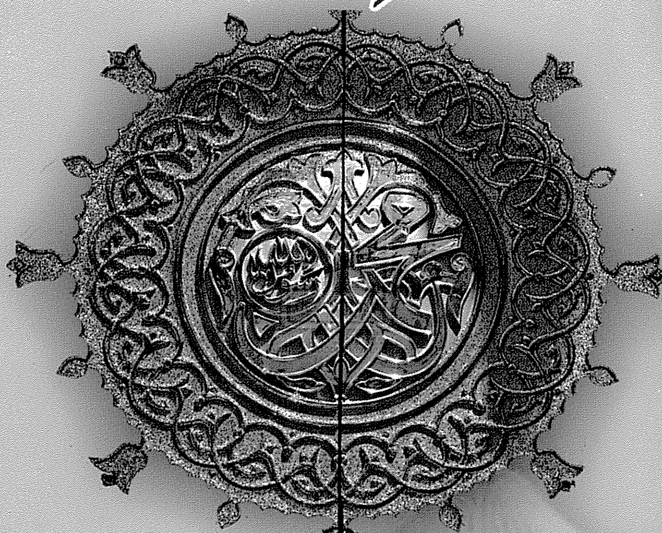
سیرتِ امامُ الانبیاء ﷺ

حصہ اول

ماخوذ از

الوفا - باحوالِ مصطفیٰ ﷺ



مصنف

امام المحدّثین عبدالرّحمٰن ابنِ جوزیؒ

تالیف

پروفیسر ڈاکٹر اقبال علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرتِ اِمامُ الانبیاء ﷺ

(حصہ اوّل)

ماخوذ از

الوفا - بِاَحوالِ مُصطفیٰ ﷺ

مصنف

امامُ المحدّثین حضرت عبدالرحمٰن ابنِ جوزیؒ

تالیف

پروفیسر ڈاکٹر اقبال علی

مارچ ۲۰۱۴ء

کتاب کا نام	:	سیرت امام الانبیاء ﷺ
مصنف	:	پروفیسر ڈاکٹر اقبال علی
ناشر	:	فرحت اقبال
		64/2 گلی نمبر25، خیابانِ بادبان، ڈی ایچ اے، فیز5، کراچی
کمپوزنگ	:	لیزر انٹر پرائزز، اُردو بازار کراچی
سال اشاعت	:	مارچ2014ء
تعداد	:	1000
قیمت	:	-/300 روپے

قارئین سے گزارش

کتاب کی پروف ریڈنگ میں اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو معذرت قبول فرمائیں اور نشاندہی کر کے ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست کی جا سکے۔ جزاکم اللہ خیراً

فرحت اقبال

64/2 گلی نمبر25، خیابانِ بادبان، ڈی ایچ اے، فیز5، کراچی

ای میل iqbalali77@gmail.com

فون: 021-35849253

انتساب

میرے پیارے حضرت صاحب، محبیّ و مربیّ

پروفیسر ڈاکٹر **منیر احمد خان** نقشبندی مدظلہٗ العالی

جانشین

مرشدی و مولائی حضرت ڈاکٹر **غلام مصطفیٰ خان**ؒ

کے نام

جن کی دُعاؤں، نظرِ کرم اور رضا سے

یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی

فہرست مضامین

سیرتِ امام الانبیاء

(جلد اوّل)



حضرت علامہ ابن جوزیؒ کا تعارف

عبدالرحمٰن ابن جوزیؒ اپنے زمانے کے یکتائے روزگار مفسر، محدث، مؤرخ، ناقد، مصنف اور خطیب گذرے ہیں اور ان میں سے ہر موضوع پر ان کی ضخیم تصانیف اور علمی کارنامے ہیں۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں انھیں مجددین میں شمار کیا ہے۔

امام عبدالرحمٰن ابن جوزیؒ ۵۰۸ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ یہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا زمانہ تھا جو ۴۷۰ھ میں جیلان میں پیدا ہوئے اور ۴۸۸ھ میں بغداد تشریف لائے۔ (سن وفات ۵۶۱ھ ہے) عبدالرحمٰن ابن جوزی کا انتقال شب جمعہ ۵۹۷ھ بغداد میں ہوا۔ بغداد میں کہرام مچ گیا، بازار بند ہو گئے، ہر طرف غم کے آثار تھے اور گریہ کی آوازیں بلند تھیں۔ لوگوں کی آپ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ رمضان کی ساری راتیں آپ کی قبر مبارک پر تلاوت میں گذاریں۔

آپ نے بچپن ہی سے بڑے انہماک اور جفاکشی سے علم کی تحصیل کی اور تصنیف و تالیف میں نوعمری ہی سے متوجہ ہوئے۔ روزانہ چار جز لکھنے کا زندگی بھر معمول رہا۔ امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ ان کی تالیفات کا شمار کریں تو ہزار تک پہنچیں۔ علم حدیث میں نہایت بلند مقام پایا۔ دعویٰ سے کہتے تھے کہ ہر حدیث کے متعلق بتا سکتے ہیں کہ صحیح ہے یا حسن یا محال۔ ادب وانشا و خطابت میں بغداد میں آپ کی کوئی نظیر نہ تھی۔

علمی کمالات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دیانت وتقویٰ، ذوق عبادت کی دولت بھی عطا فرمائی تھی۔ ہر ہفتہ ایک قرآن مجید ختم کرتے اور حلاوت مناجات اور لذت دعا کے ذوق آشنا تھے۔ شب بیدار تھے اور ذکر اللہ کا اہتمام تھا جو ان کی تصنیفات اور حالات میں جھلکتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب بصیرت اور دلِ بیدار تھے۔ تعلق مع اللہ کو سرمایہ حیات سمجھتے تھے اور اس میں کمی آنے سے بے چین و پریشان ہو جاتے۔ اپنی اس حالت کا ذکر انھوں نے اپنی کتاب ''صید الخاطر'' میں کیا ہے۔

ابن جوزی اس لازوال دولت کے ساتھ دنیا، دولتِ عافیت اور دولتِ جمال سے بھی بہرہ مند تھے۔ موفق عبداللطیف کہتے ہیں کہ وہ نہایت خوش پوشاک، خوش خوراک، خوش مذاق اور نفیس طبع تھے۔ وہ شیریں زبان، خوش بیان، خوش آواز اور موزوں قامت اور خوش انداز تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے فراخ دست اور باحرمت رکھا۔ اپنی صحت اور اعتدال مزاج کا بڑا اہتمام رکھتے۔ صید الخاطر میں جابجا صحت کی حفاظت، اعتدال مزاج اور بد پرہیزی سے پرہیز کی تلقین کی ہے اور زُہد کے مبالغہ آمیز اور عجمی رجحانات پر تنقید کی ہے۔

تحریر کے ساتھ ان کی مجالس وعظ بڑی پُرتاثیر اور انقلاب انگیز ہوتی تھیں اور مجالسِ درس اور مواعظ نے سارے بغداد کو زیر و زبر کر رکھا تھا۔ خلفا و سلاطین اور اکابر علماء بڑے شوق سے ان مجالس میں شرکت کرتے۔ ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک لاکھ آدمی تک شمار کیے گئے۔ دس پندرہ ہزار سے تو کسی طرح بھی کم نہ ہوتے۔ تاثیر کا یہ عالم کہ لوگ غش کھا کر گرتے۔ وجد اور شوق سے گریباں چاک کر دیتے۔ چیخیں نکل جاتیں اور آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ توبہ کرنے والوں کا شمار نہیں تھا۔ ایک اندازے کے مطابق بیس ہزار یہودی، عیسائی آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے اور ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی۔

وہ باوجود محدث اور فقیہ ہونے کے اس حقیقت سے بے خبر نہیں تھے کہ قلب کی اصلاح اور ذوق وشوق پیدا کرنے کے لیے مؤثر واقعات اور سلف صالحین کے حالات کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ اور اسی غرض کے لیے سلف صالحین اور صلحائے اُمت اور مشاہیر اسلام کی مستقل سیرتیں لکھی ہیں۔ ان میں حضرت حسن بصری، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت سفیان ثوری، حضرت ابراہیم بن ادھم، حضرت بشر حافی، امام احمد ابن حنبل، حضرت معروف کرخی کے علاوہ اور کئی ہستیاں شامل ہیں اور ان سب کے آقا اور آقائے کائنات امام الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت ''الوفا باحوالِ مصطفیٰ'' کتب سیرت میں ایک بلند پایہ تصنیف ہے اور ابن جوزی اگر اس پر قلم نہ اُٹھاتے تو اُمت مسلمہ ایک بہت بڑے خیر سے محروم رہ جاتی۔

چنانچہ کتابِ سیرت ''الوفا باحوالِ مصطفیٰ'' کا سبب تالیف وہ خود اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے اُمت مسلمہ کی قوتِ علمی کا اندازہ و تجزیہ کیا تو معلوم ہوا کہ کئی مسلمان اپنے آقا و امام کی زندگی سے واقف ہی نہیں اور بعض دوسروں کو کچھ واقفیت تو ہے مگر ان کے ذہن میں موجود دینی تصورات کو

حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس لیے میں نے مصمم ارادہ کیا کہ اللہ کے محبوب کی سیرت پر ایسی مختصر اور کثیر المواد کتاب تحریر کروں جس میں صحیح روایات ہوں اور حضور ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت ثابت ہو۔ اللہ پاک نے میری آرزو پوری کی جس پر اس کا صد ہزار بار شکر ہے۔

کلمہ حق کے کہنے میں انہیں کسی مخلوق کا خوف نہ تھا اور اس کے نتائج سے بے پرواہ ہو کر اظہارِ حق فرماتے۔ چنانچہ ایک بے راہرو شخص عبدالسلام بن عبدالوہاب حنبلی بڑا بدمذہب اور نام کا حنبلی۔ نہایت فتنہ خیز لیکن مقرب دربار وزیر قصاب تھا۔ ابن جوزی اس کی شرارت اور فتنہ سازی برداشت نہ کر سکے اور اپنے طلبا کو اس کے خلاف تادیبی کاروائی کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اس کی کتاب طلبا نے نذرِ آتش کر دی اور اس کے مدرسہ پر اہل اسلام کا قبضہ ہو گیا اور یہ سرچشمہ شر ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

ابن عبدالوہاب نے اپنے مربی وزیر قصاب کے کان بھرنے شروع کیے اور اسے بھڑکایا کہ یہ کٹر ناصبی اور اولادِ ابوبکر صدیق ہیں (قصاب اہل تشیع تھا) اور یہ کہ اس کے منصب کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں۔

چنانچہ اس جرم ناکردہ کے پاداش میں آپ کی ساری جائیداد، گھر اور اثاثہ ضبط کر لیا گیا۔ اہل خانہ اور اولاد کو آپ سے جدا کر کے دور دراز علاقوں میں بھجوا دیا گیا اور آپ کو بیڑی پہنا کر کشتی میں ڈال کر جیل خانہ شہر واسط بھجوا دیا گیا۔ جہاں آپ جیل خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھری میں پانچ سال قید رہے۔ خود کھانا تیار کرتے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑے دھوتے اور زبانِ شکر سے یہ کہتے رہتے ''اے پروردگار! تو نے مجھ جیسے ناتواں سے اپنے دین کی اتنی خدمت لی ہے کہ میں کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں۔''

وفات سے پہلے حضرت ابن جوزیؒ نے حالت نزع میں نحیف آواز میں پاس بیٹھے ہوئے افراد سے کہا کہ وہ سارے قلم اکٹھے کیے جائیں جن سے میں نے ساری عمر احادیث مبارکہ لکھی ہیں اور ان کے سروں پر لگی ہوئی روشنائی کھرچ لی جائے۔ جب آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی تو سیاہی جمع ہوئی اور پھر آپ نے یہ وصیت کی یہ روشنائی اس پانی میں ملا دی جائے جس سے میری نعش کو غسل دیا جائے گا۔ شاید خدائے رحمٰن و رحیم اس جسم کو نارِ جہنم سے محفوظ رکھے جس پر اس کے محبوب کی حدیث کی روشنائی کے

ذرّے لگے ہوں۔ وصیت کے مطابق روشنائی والے پانی سے آپ کو غسل دیا گیا تو کافی مقدار میں روشنائی پھر بھی بچ رہی تھی۔

بعض دوسرے مورخین کا بیان ہے کہ انھوں نے انتقال کے وقت یہ بھی وصیت کی کہ ان کے غسل کا پانی اس کترن اور بُرادے سے گرم کیا جائے جو احادیث مبارکہ کے لکھنے کے لیے قلم بنانے میں جمع ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ اتنا تھا کہ پانی گرم ہو گیا اور وہ پھر بھی بچ رہا۔

آپ کا انتقال بغداد میں ۸۹ سال کی عمر میں ہوا اور ساری اُمت کو بالعموم اور بغداد کو بالخصوص غمزدہ کر گیا۔



عرضِ حال

الوفا - باحوالِ مصطفیٰ چھٹی صدی کے عظیم مجدد اور امام المحدثین حضرت ابن جوزیؒ کی سیرت پر ایک مستند اور کثیر المواد تصنیف ہے۔ چونکہ ابن جوزی خود محدث اور فقیہہ کے ساتھ صاحب دل، صاحب بصیرت، صاحب تقویٰ، حلاوتِ مناجات و لذتِ دُعا کے ذوق سے آشنا، شب بیدار اور عاشق رسولؐ ہیں۔ اس لیے سیرۃ النبیؐ پر اس تصنیف میں جہاں محبت کی چاشنی اور سوز وگداز پایا جاتا ہے وہیں یہ ہر قسم کی مبالغہ آمیز اور غیر مستند روایات سے مبرّا ہے۔ مصنف نے حضور ﷺ کی محبت میں غوطہ زن ہو کر صحیح روایات سے مزین خزینہ سیرت میں سے ایک بہا موتی اُمت مسلمہ کے لیے پیش کیا ہے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ ۱۳۹۹ھ میں علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب کے قلم سے پیش کیا گیا۔ مترجم ایک عاشق رسول ہیں اور حضور ﷺ سے ان کی محبت ترجمہ میں ہر طرح سے جھلک رہی ہے۔ ہم نے اسی ترجمہ سے سیرۃ الامام الانبیاء مرتب کی ہے۔

موجودہ دور عدیم الفرصتی اور قلت وقت کا دور ہے اور بدقسمتی سے عام مسلمانوں کو الوفا جیسی ضخیم تصنیف جو تقریباً ہزار صفحہ کی ہے کے لیے مطالعہ کا وقت نکالنا بظاہر ایک مشکل امر ہے۔ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ اس نایاب گوہر کو مختصر کیا جائے اور اس طرح ایڈٹ (edit) کیا جائے کہ حضور ﷺ کے اُمتی کو عدیم الفرصتی کے باوجود اپنے نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ نہ کرنے کا عذر باقی نہ رہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے تو زبان عام فہم استعمال کی گئی ہے اور ایک ہی واقعہ جو مختلف روایوں سے کچھ اختلاف کے ساتھ کئی مرتبہ بیان ہوا ہے اسے ایک ہی میں جمع کر دیا گیا ہے۔ کتاب کی یہ پہلی جلد ہے، اور اسے پندرہ عنوانوں (Chapters) کے تحت لکھا گیا ہے اور ہر چیپٹر کے ذیلی عنوان بنائے گئے ہیں۔ فہرست مضامین میں تفصیل اس طرح لکھی دی گئی ہے کہ پڑھنے والا اسے دیکھ کر اپنی مرضی کا

عنوان چن سکتا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ پڑھنے والے کے لیے مطالعہ آسان ہو جائے اور کسی قسم کا ابہام پیش نہ آئے۔

خراب کاغذ کا استعمال اور نزدیک نزدیک چھپائی آج کے پڑھنے والے کی رہی سہی خواہش اور کشش کو ختم کر دیتی ہے۔ اس لیے سیرتِ امام الانبیاء کی چھپائی میں عمدہ کاغذ اور مناسب فانٹ سائز کا استعمال کیا گیا ہے۔ اصل کتاب کے تقریباً پہلے پانچ سو صفحات کو تقریباً دو سو صفحات میں سمیٹا گیا ہے اور اسے حصہ اوّل کے طور پر پرنٹ کیا گیا ہے۔ حصہ دوم میں باقی چار سو صفحات پر کام ہوگا اور امید ہے سال ۲۰۱۵ء تک تیار ہو جائے گا۔

اللہ پاک سے دُعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو درجہ قبولیت عطا فرمائیں اور پیغمبر عظیم و کریم ﷺ کی نظر کرم اس دنیا میں، عالم برزخ میں اور قیامت کے دن میزان پر اور پُلِ صراط پر ہم پر پڑ جائے۔ آمین ثم آمین!

پروفیسر ڈاکٹر اقبال علی

64/2، گلی نمبر 25، خیابانِ بادبان

فیز-5، ڈی-ایچ-اے

کراچی

یکم مارچ 2014ء

۱

مقامِ محمدی ایک جھلک

1.1 شرفِ نبوت کی ابتداء

میسرۃ الفخرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ حضور ﷺ آپ کب سے شرفِ نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے؟ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو ان سے قبل ایجاد فرمایا تو عرش کے پائے پر ''محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء'' لکھا اور جنت کو پیدا فرمایا (جس میں بعدازاں حضرت آدم وحوا کو ٹھہرایا) تو میرا نام جنت کے دروازوں پر اس کے درختوں کے پتوں اور اہل جنت کے خیموں اور قبوں پر لکھا۔ حالانکہ ابھی آدمؑ کے روح اور جسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا۔ بس جب ان کی روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرش عظیم کی طرف نگاہ اٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں۔ جب شیطان نے دھوکہ دیا تو بارگاہِ الٰہی میں توبہ کی اور میرے نام سے ہی شفاعت طلب کی یعنی اس کو وسیلہ بنایا۔''

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب آدم سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے سر آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کیا ''اے میرے رب محمد ﷺ کے حق کے صدقہ مجھے بخش دے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ وہ محمد ﷺ کیا ہیں اور کون ہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا۔ اے

میرے رب جب تو نے میری تخلیق مکمل فرمائی، میں نے عرش کی طرف سر اٹھایا اور اس پر لکھا ہوا پایا:

لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه

تو میں نے جان لیا کہ وہ تیرے نزدیک سب مخلوق سے زیادہ عزت والے کرامت والے ہیں کیوں کہ تو نے ان کے نام نامی کو اپنے اسمِ گرامی کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (تم نے ٹھیک سمجھا اور سچ کہا) میں نے تمہیں (ان کے وسیلے سے) بخش دیا وہ تمہاری ذرّیت اور اولاد میں آخری ہیں۔

1.2 حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت

ا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اگر محمد (ﷺ) موجود نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا۔ تحقیق جب میں نے عرش کو پیدا کیا تو وہ میری ہیبت اور جلالت سے لرزنے لگ گیا۔ جب میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو اس کو سکون وقرار آیا۔ (اس سے کلمہ توحید کی عظمت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔)

۲۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ حضور والا ﷺ اس وقت کہاں تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں ان کی پشت میں تھا اور جب ان کو زمین پر اُتارا گیا تو اس وقت بھی میں ان کی پشت میں تھا اور جب نوح علیہ السلام دورانِ طوفان کشتی پر سوار تھے اس وقت میں ان کی پشت میں جلوہ گر ہو کر کشتی پر سوار تھا۔ اور جب میرے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو میں بھی ان کی پشت میں ہونے کی وجہ سے آگ میں پھینکا گیا۔ میرے آباؤ اجداد اور اُمہات وجدات کوئی بھی زنا کے مرتکب نہیں ہوئے۔ اللہ رب العزت مجھے ہمیشہ پاکیزہ رکھتے ہوئے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا۔ جب بھی میرا قبیلہ دو شعبوں میں تقسیم ہوا میں ان میں سے بہتر شعبے وشاخ میں منتقل ہوا۔ اللہ پاک نے روزِ میثاق میری ہی نبوت کا انبیاء کرام سے عہد لیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی توریت اور عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں بشارت دی اور میرے نام کی تشہیر فرمائی۔ فرشِ زمین میرے جمال رُخِ انور سے روشن رہے گا اور سقفِ آسمان میرے دیدار سے تاباں۔

1.3 حضرت عباسؓ کا حضور ﷺ کو خراجِ تحسین

حضرت عباسؓ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا میں آپ کی بارگاہ میں عقیدت کے پھولوں کا گلدستہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ اس کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ ارشاد ہوا، اے عباس کہئے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔ انہوں نے یہ اشعار پیش کیے۔

۱۔ عنصری وجود سے قبل آپ جنت کے سایوں میں پاکیزہ زندگی گذار رہے تھے اور محل امانت (یعنی صلب آدم) میں جس پر کہ جنتی درختوں کے پتے لپٹے جارہے تھے۔

۲۔ پھر آپ (نوری عنصر کی صورت میں) دنیا کی آبادیوں کی طرف نزول فرما ہوئے جبکہ آپ بشر تھے، نہ گوشت کا لوتھڑا اور نہ منجمد خون جو کہ رحمِ مادر میں وجود پاتا ہے۔

۳۔ بلکہ آپ (نوری) مادہ کی صورت میں اس وقت کشتی پر سوار تھے جب کہ نسر بت اور اس کے پجاریوں کو آبِ طوفان نے منہ تک غرق کر کے لگام دے رکھی تھی۔

۴۔ آپ پوشیدہ طور پر خلیل اللہ والی آگ میں داخل ہو گئے۔ آپ اس میں ٹہل رہے تھے اور جلتے نہیں تھے اور (نہ ہی خلیل اللہ کو جلنے دیتے تھے)

۵۔ آپ یکے بعد دیگرے صلب سے رحموں کی طرف منتقل ہو رہے تھے جب ایک طبقہ اہل جہاں کا رُخصت ہوتا اور دوسرا گروہ آموجود ہوتا۔

۶۔ اور آپ کا گھرانہ خندن (زوجہ الیاس بن حضر) کے زمانے سے شرف و برتری کی ان بلندیوں پر فائز ہے کہ پہاڑوں کی بلند چوٹیاں بھی ان کے سامنے ہیچ ہیں۔

۷۔ اور جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کے انوار سے زمین چمک اٹھی اور آسمان جگمگا اُٹھے۔

۸۔ اور اب ہم انہیں انوار میں چلتے ہوئے ہدایت کی راہوں کو طے کر رہے ہیں۔

1.4 دُعائے خلیل

دُعائے خلیل، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبین کے منصب پر فائز تھا

جب آدم علیہ السلام زمین پر اپنی خاکی اور ارضی خمیر میں موجود تھے۔ فرمایا میں تمہیں خود اپنے آغاز کی خبر دیتا ہوں۔ میں اپنے باپ خلیل اللہ کی دعا ہوں (ربنا وبعث منہم رسول منھم ۔اے رب ہمارے اہل مکہ میں سے ایک رسول مبعوث فرما) اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت سے قبل دیکھا تھا۔ اور اسی طرح انبیاء کی مائیں اپنی اس پاکیزہ اولاد کے انوار دیکھتی ہیں (حضرت آمنہ نے ولادت سے پہلے ایک عظیم نور دیکھا جس سے شام کے محلات چمک اٹھے)۔

1.5 کتب سماوی میں حضورﷺ کا مقام

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے اور رسول کی کتب سماوی میں اس طرح تعریف فرمائی۔ (روایت عبداللہ بن سلامؓ)

میرا محبوب، درشت کلام ہے نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والا اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والا بلکہ وہ عفو و درگذر اور اعراض و چشم پوشی سے کام لینے والا ہے۔ میں اس کو اس وقت تک وفات نہیں دوں گا جب تک اس کے ذریعہ کجرو اُمت کو درست نہ کرلوں اور جب تک ان کے کانوں میں حق کی آواز نہ پہنچا دوں۔ اور غفلت و جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے دلوں کو نورِ علم و حکمت سے منور نہ کرلوں اور اندھی آنکھوں کو نورِ بصیرت سے فراست نہ عطا کردوں حتیٰ کہ وہ بت پرستی سے تائب ہو کر لا الہ الاّ اللہ کا نعرہ حق بلند کریں۔

☆☆☆

۲

نبی محترم ﷺ کا توریت اور انجیل میں تذکرہ اور اہل کتاب کا اعتراف

اس بات کی شہادت اس طرح موجود ہے کہ 14 سو سال کی تحریفات کے باوجود آپ ﷺ کا ذکر خیر ابھی بھی ان دونوں آسمانی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ کچھ دن پہلے ترکی میں ایک بائبل کا چھٹی صدی عیسوی (حضور ﷺ کی آمد سے تقریباً 100 سال پہلے) کا نسخہ ملا ہے جو اب وہاں کے میوزیم میں رکھ دیا گیا ہے۔ یہ جانور کی کھال پر سونے کے پانی سے لکھا گیا ہے۔ اور اس زمانے کی زبان میں ہے۔ بالکل اچھی حالت میں۔ اس میں حضور ﷺ کا ذکر اور آپ کی آمد کی خبر بڑے واضح انداز میں موجود ہے۔ پوپ صاحب نے درخواست کی ہے کہ ان کی ٹیم کو اس نسخہ کو دیکھنے اور پڑھنے کا موقع دیا جائے۔ اس سے پہلے بائبل آف برنابس میں حضور اقدس ﷺ کا ذکر مبارک گو بہت واضح طور پر موجود تھا لیکن عیسائی دنیا نے اسے یہ کہہ کر جھٹلایا کہ یہ بائبل کا نسخہ کسی عرب کی تصنیف ہے۔ لیکن موجودہ پائی جانے والی بائبل اگر حضور اقدس ﷺ سے پہلے کی ثابت ہو جائے تو اس کے اندراجات جو حضور اقدس ﷺ سے متعلق ہیں، کا انکار کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

2.1 قرآن مجید کی شہادت

لیکن سب سے بڑی شہادت تو قرآن مجید میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ اللہ رب العزّت نے فرمایا:

ترجمہ ''جو لوگ اتباع کرتے ہیں اس رسول معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو وصف اُمی سے موصوف ہیں جن کا تذکرہ ان کے ہاں توریت اور انجیل میں موجود ہے۔

۲۔ یامرهم بالمعروف و ینهاهم عن المنکر

جو ان کو معروف کا حکم دیتے ہیں اور ان کو بُری باتوں سے روکتے ہیں۔

و یحل لهم طیبات اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال فرماتے ہیں۔ (ان سے مراد چربی ہے جو کہ بنی اسرائیل پر حرام کر دی گئی تھی۔ اور چار جانور بحیرہ، سائبہ، وحیلہ اور حام جو اہل عرب نے اپنے لیے حرام کر دیئے تھے)

۳۔ ویحرم علیهم الخبائث

اور ان پر حرام فرماتے ہیں خبائث (نجس چیزوں) کو، مثلاً مردار، خون اور خنزیر کا گوشت (جو اہل عرب حلال سمجھتے تھے مگر درحقیت وہ خبیث ونجس تھیں)

۴۔ ویضع عنهم احراهم

اور ان سے اُتار پھینکتے ہیں (اس ناقابل برداشت) بوجھ کو کہ جو بنی اسرائیل پر ڈالا گیا تھا۔ (مثلاً ہفتہ کے دن کاروبار کا حرام ہونا، چربی، عصاب اور رگوں کا حرام ہونا)

۵۔ والاغلالُ التی کانت علیهم

اور ان بندشوں کو جو ان پر لازم کر دی گئی تھیں۔ (ختم فرماتے ہیں)

جیسے قتل کا بدلہ خون بہا نہیں لیا جائے گا۔ اور ہفتہ کے دن کی پابندی اور جہاں کپڑوں وغیرہ پر پیشاب کے چھینٹے پڑ جائیں اس جگہ کو کاٹ کر پھینک دیا جائے۔

٦۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

واذا خذ الله میثاق النبیین..........

جناب علیؓ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو دنیا میں مبعوث فرمایا، آدم اور ان کے بعد تمام آنے والے انبیاء کرام سے یہ عہد لیا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جیتے جی دنیا میں مبعوث ہوں تو وہ ضرور ان پر ایمان لائیں گے اور ان کے دین کی نصرت فرمائیں گے۔ اور اپنے

اُمتیوں سے بھی اس امر کا عہد لیں گے۔

2.2 توریت کی شہادت

ا۔ حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ (آپ علماء یہود سے ہیں جو کہ بیت المقدس میں امیر المؤمنین عمرؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے) سے منقول ہے کہ توریت میں یہ لکھا ہوا ہے کہ

''محمد رسول اللہ نہ سخت کلام اور دشنام طراز ہیں اور نہ سخت دل اور بے رحم، نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے نہ بدی کی جزا بدی سے دینے والے بلکہ عفو سے کام لینے والے ہیں۔ اور ایذا پہنچانے والوں کو دعاؤں سے نوازنے والے ہیں۔ ان کی اُمت بہت زیادہ حمد وثناء کرنے والی ہوگی۔ ہر بلندی پر چڑھتے وقت تکبیر بلند کریں گے اور نشیب میں اُترتے وقت تسبیح وتحمید بجا لائیں گے۔ ان کے تہہ بند نصف پنڈلیوں تک ہوں گے۔ اپنے ہاتھوں پاؤں منہ اور سر پر وضو کرنے والے ہوں گے۔ ان کا مؤذن میرے نام (اللہ) کو بلند کرنے والا ہوگا۔ ان کی صفیں میدان جنگ اور نماز میں ایک جیسی ہوں گی۔ راتوں کی تاریکیوں میں ذکر خداوندی سے ان کی رسیلی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح محسوس ہوگی۔ اس حبیب کا مولود مکہ شریف اور مقام ہجرت مدینہ منورہ ہوگا اور دارالسلطنت ملک شام ہے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی اور اس کو تلاوت فرمایا تو اس میں اُمت محمدیہ کا ذکر پایا۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ توریت میں ایک ایسی امت کا ذکر دیکھا ہے جو آخر میں لائے جائیں گے مگر قیامت کے دن درجات میں مقدم ہوں گے تو انہیں میری امت بنا دے۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ وہ تو امت محمد (ﷺ) ہیں۔ اور روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جن کی آسمانی کتابیں ان کے سینہ میں محفوظ ہوں گی اور وہ لوگ زبانی تلاوت کریں گے (جیسا کہ بنی اسرائیل کے صرف انبیاء کو یاد ہوتی ہے اور ان کی نبوت کی دلیل بھی یہی ہوتی ہے)

اس قسم کی اور بہت سی صفات بیان فرمائیں لیکن جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہی کچھ کہا۔ ان اوصاف

کی امت، امت محمد ﷺ ہے تم کو یہ نہیں مل سکتی۔ (اس پر موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اگر یہ امت مجھے نہیں مل سکتی) تو مجھے بھی اس امت محمدیہ میں داخل ہونے کا شرف عطا فرما۔ اللہ پاک نے موسیٰؑ کی اس تواضع اور انکساری کو دیکھا تو ان کو دو امتیازی اوصاف سے نوازا۔ ارشاد ہوا کہ آپ کو تمام اہل زمان پر رسالت کے لیے منتخب کیا اور سردار بنایا اور اپنی ہم کلامی کا اعزاز بخشا۔ اب جو کچھ آپ کو عطا کیا گیا ہے اسے قبول کرو اور شکر گذار بندوں میں داخل ہو جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس پر رضامند اور شکر گزار ہوں۔

۳۔ یہی مضمون حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے۔ اس میں مزید یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تین آیات نازل فرمائیں جن سے موسیٰ کو راضی کرنا مقصود تھا۔ وہ آیات قرآن مجید میں موجود ہیں

آیت نمبر1 : ترجمہ: ''اے موسیٰ ہم نے تمہیں سب اہل زمان پر رسالت و ہمکلام کے لیے منتخب فرما کر فوقیت دیدی ہے تو جو کچھ ہم نے عطا کیا ہے اسے لے لو اور شکر گذاروں میں شامل ہو جاؤ۔'' (سورۃ اعراف : آیت نمبر۱۴۴)

آیت نمبر2: ترجمہ''ہم نے ان کے لیے الواح توریت میں ہر چیز درج فرما دی ہے۔

آیت نمبر3: ترجمہ''اور موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے ایک ایسی جماعت ہے جو حق کی طرف لوگوں کو بلاتی ہے اور حق کے ساتھ حکم دیتی ہے۔''

اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام راضی ہو گئے۔

۴۔ کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو کہتے سنا کہ میں نے خواب دیکھا کہ لوگ قیامت میں حساب و کتاب کے لیے جمع ہیں۔ ہر نبی کے ساتھ ان کی امت بھی آئی۔ اس نے دیکھا کہ ہر نبی کے ساتھ دو نور ہیں جبکہ امتی کے لیے ایک نور جس کی روشنی میں وہ چلتے ہیں۔ جب حضور ﷺ کو بلایا گیا تو ان کے سر اقدس اور ان کے چہرہ کے ہر بال کی جگہ نور کی شعاعیں بلند ہو رہی ہیں۔ اور آپ کے ہر امتی کے لیے دو نور ہیں جن کی روشنی میں وہ چل رہے ہیں۔

حضرت کعب نے پوچھا تمہیں یہ بات کس نے بتائی۔ میں نے اللہ پاک کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے۔ کعبؓ نے مزید اطمینان کے لیے پوچھا تو اس نے یہی کہا میں نے خواب دیکھا ہے۔

کعب نے کہا اللہ کی قسم یا محمد ﷺ کی جان کی قسم تو نے جو کچھ دیکھا ہے یہ نبی کریم ﷺ، ان کی امت اور دوسرے انبیاء اور ان کی اُمم کی کیفیات اور صفات ہیں جو توریت میں لکھی ہوئی ہیں۔ گویا تو نے تورات سے ان صفات اور کیفیات کی تلاوت کی۔

2.3 ابو عامر راہب کا واقعہ:

ابو عامر راہب اوس و خزرج میں بعثت سے پہلے حضور ﷺ کا تعریف کرنے والا (مدّاح) تھا۔ وہ یہود کا دوست تھا اور ان سے حضور ﷺ کے متعلق علم حاصل کیا تھا۔ تیماء کے یہود اور شام کے نصاریٰ نے حضور ﷺ کی جو صفات اور علامات بتائی تھیں وہ یہ تھیں۔

مدینہ منورہ آپ کا دارالہجرت ہوگا۔ اور حضور مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوں گے۔ چنانچہ ابو عامر شام سے جب مدینہ منورہ لوٹا تو راہبوں کی زندگی گزارنے لگا۔ کھردرا لباس پہنتا تھا اور کہتا تھا کہ میں دین حق اور ملت ابراہیم پر ہوں اور نبی آخرالزماں کے ظہور کا انتظار کر رہا ہوں۔ جب حضور ﷺ کا مکہ مکرمہ میں ظہور ہوا تو وہاں حاضر نہ ہوا لیکن اپنی روش پر قائم رہا۔ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اس پر حسد غالب آ گیا عناد اور منافقت کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، دین حق اور ملت حنیفیہ اور ابراہیمیہ کے ساتھ۔ اس نے کہا کہ میں بھی اسی پر قائم ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو اس پر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا کہ تم خالص ملت ابراہیمی پر نہیں بلکہ اس میں غلط ملط کرنے والے ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا، میں اس کو ہر ایک غلطی سے پاک وصاف کر کے ظاہر کرنے والا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، وہ علامات اور صفات جو تجھے علماء یہود نے بتائی ہیں (وہ کہاں ہیں) اس نے کہا (نعوذ باللہ) تم وہ نہیں ہو جس کی صفات انہوں نے بیان کیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اس نے کہا

کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، جھوٹے کو اللہ تعالیٰ ویرانے میں تنہائی کی موت مارے۔ اس نے کہا آمین۔ (ایسا ہی ہو)

وہ مکہ مکرمہ پہنچا اور قریش کے ساتھ مل کر ان کا دین اختیار کرلیا۔ پھر جب اہل طائف نے اسلام قبول کرلیا تو (بددل ہوکر) شام کی طرف نکل گیا اور وہیں کہیں تنہائی میں مر گیا۔ (اور نبی کریم ﷺ کی صداقت ظاہر ہوگئی)

2.4 حضرت مغیرہ بن شعبہ کی گواہی:

حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں (قبل از اسلام) میں حاکم مصر مقوقس کے پاس گیا تو مقوقس نے گواہی دی کہ بے شک محمد ﷺ نبی مرسل ہیں اور اگر وہ قبطیوں اور رومیوں پر چڑھائی کرکے غالب آجائیں تو وہ آپ کی اتباع کرے گا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ اسکندریہ میں قیام کے دوران ان کے گرجا گھروں میں گئے اور ان کے علماء سے حضور ﷺ کی صفات معلوم کرتے رہے۔ چنانچہ ان کی ملاقات ایک عالم جو ابویمنس کے گرجا گھر کا سب سے بڑا عالم تھا اس سے ہوئی۔ یہ ایک مستجاب الدعوات اور سب سے زیادہ عابد و زاہد عالم تھا۔ اس نے مغیرہؓ کے سامنے حضور ﷺ کی صفات و علامات اس طرح بیان کیں۔

"پیغمبر آخرالزمان ابھی ظہور فرما ہوں گے۔ ان کے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ حضرت عیسیٰ نے ہمیں ان کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ وہ نبی اُمی عربی ہیں۔ اسم مبارک احمد ہے۔ نہ زیادہ طویل القامت ہیں نہ کوتاہ۔ ان کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہیں۔ نہ بالکل سفید ہیں نہ خالص گندم گوں۔ اپنے سر اور داڑھی مبارک کے بال بڑھائیں گے۔ موٹے کھردرے کپڑے استعمال فرمائیں گے اور قلیل الطعام ہوں گے۔ ان کی تلوار ان کے کندھے پر ہوگی اور اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ ان کا سامنا کس دشمن سے ہے۔ وہ نفس نفیس جہاد میں وقتال میں شریک ہوں گے اور ان کے صحابہ ان پر اپنی جانیں نثار کریں گے۔ اور وہ ان کے نزدیک اپنی اولاد اور آباء سے زیادہ محبوب و مکرم ہوں گے۔ ایسی زمین میں ظہور ہوگا جہاں خاردار درخت زیادہ ہوں گے۔ اور ایک حرم سے دوسرے حرم کی طرف ہجرت کریں گے

اور ایسی زمین کی طرف ہجرت کریں گے جس میں کلر اور کھجوریں ہوں گی اور وہ دین ابراہیم پر کاربند ہوں گے۔

حضرت مغیرہ نے مزید صفات بیان کرنے کی درخواست کی تو اس نے کہا۔ ''وہ اپنی چادر و تہبند نصف پنڈلیوں تک باندھیں گے۔ وضو کریں گے۔ کمالات کے ساتھ ممتاز کیے جائیں گے۔ جو دوسرے انبیاء کو حاصل نہیں۔ وہ تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوں گے جبکہ تمام انبیاء اپنی اپنی قوموں کی طرف بھیجے گئے۔ ان کے لیے تمام روئے زمین جائے نماز اور موجب طہارت (بطریق تیمّم) بنا دی گئی ہے۔ جہاں کہیں نماز کا وقت ہوگا تیمّم کرلیں گے اور نماز ادا کرسکیں گے۔ جبکہ ان سے قبل یہ پابندی تھی کہ وہ صرف اپنی عبادت گاہوں میں نماز ادا سکتے ہیں۔

پھر مغیرہؓ، حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور ایمان لے آئے اور آپ ﷺ کو اسکندریہ کا پورا واقعہ سنایا۔ حضور ﷺ نے اسے پسند فرمایا کہ یہ واقعات صحابہ کرامؓ بھی سنیں۔ تو وہ یہ واقعات دو تین دن تک تفصیلات کے ساتھ سناتے رہے۔

2.5 اسم محمد ﷺ

خلیفہ ابن عبدہ منقری نے کہا کہ میں نے محمد بن عدی سے دریافت کیا کہ تمہارے والد عدی نے تمہارا نام محمد کیوں رکھا۔ (جبکہ یہ نام پہلے معروف و مروج نہ تھا) انہوں نے کہا کہ میں نے بھی یہ سوال اپنے والد سے پوچھا تھا تو انہوں نے یہ واقعہ سنایا۔

''ہم بنی تمیم کے چار آدمی شام میں ایک تالاب پر اُترے۔ جس کے اردگرد چھوٹے چھوٹے درخت تھے۔ اور قریب میں ایک عبادت خانہ تھا۔ جس میں ایک راہب ابن جفنہ موجود تھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر کہا تمہاری زبان اس علاقے اور شہر کی نہیں ہے (تم کہاں سے آئے ہو)۔ ہم نے کہا ہم اجنبی مسافر ہیں اور قوم مضر سے تعلق ہے۔ اس نے کہا کہ آگاہ ہو جاؤ عنقریب تم میں ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ لہٰذا جلدی ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور ان سے اپنا لکھا ہوا نصیبہ حاصل کرو۔

سیدھی راہ پالو گے۔ بیشک وہ خاتم النبیین ہوں گے اور ان کا نام محمد ہے۔ جب ہم وطن واپس لوٹے تو ہم چاروں کے ہاں اولادِ نرینہ پیدا ہوئی۔ ہم چاروں نے اپنے بیٹوں کا نام محمد اس امید میں رکھا کہ ہو سکتا ہے جس محمد خاتم النبیین کی خبر اس راہب نے دی ہے وہ ہم میں سے کسی کا فرزند ہو اور مقدر جاگ اُٹھے۔''

2.6 کنیسہ کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ یہودیوں کی عبادت گاہ (کنیسہ) میں تشریف لے گئے تو دیکھا یہود کا مجمع لگا ہوا ہے اور ایک شخص توریت پڑھ رہا ہے۔ جب حضور ﷺ کی صفات و علامات کا بیان آیا تو وہ چپ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تم لوگ کیوں رک گئے۔ تو اتنے میں ایک مریض شخص جو کنیسہ کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا، کہنے لگا کہ یہ نبی آخرالزماں ﷺ کی تعریف پر پہنچے ہیں تو رک گئے۔ پھر وہ گھٹنوں کے بل چلتا ہوا آیا توریت اپنے ہاتھ میں لے کر پڑھنا شروع کی۔ جس میں حضور ﷺ کی صفات و علامات بیان کی گئی تھیں۔ کہنے لگا یہ ہیں آپ کی صفات اور یہ ہیں آپ کی اُمت کے محاسن اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر اس کا انتقال ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے میرے صحابہ اپنے اس بھائی کا کفن دفن کرو۔ (کہ یہ صاحب ایمان ہے)

2.7 بنوقریظہ، بنونضیر، فدک اور خیبر کے یہودیوں کی گواہی

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کہ بنوقریظہ، بنونضیر، فدک اور خیبر کے یہود حضور ﷺ کے اوصافِ جمال و کمال کو قبل بعثت خوب اچھی طرح جانتے تھے اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ مدینہ منورہ ان کا مقام الہجرت ہے۔ (اسی نعمت کی خاطر وہ اطرافِ مدینہ میں منتقل ہو کر آباد ہوئے تھے) جب سرکارِ دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تب بھی ان علماء یہود نے سب کو بشارت دی کہ آج رات حضور پاک ﷺ پیدا ہو گئے ہیں۔ اور یہ ستارہ جو ان کی ولادت کی علامت ہے طلوع ہو گیا ہے۔ جب آپ ﷺ نے دعوتِ نبوت فرمایا تو انہوں نے خود اس کا اعلان کیا اس لیے کہ اعلان نبوت کی نشانی والا ستارہ

طلوع ہو گیا جس کا یہ علم رکھتے تھے۔ مگر اس قدر علم و معرفت رکھنے کے اور بارہا اقرار اور لوگوں کے سامنے آپ ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کرنے کے باوجود محض حسد و عناد کی بنا پر انکار کر دیا۔

2.8 یہودی عالم مخیرؔیق کی وصیت

حضرت مخیرؔیق یہود کے بڑے جید عالم تھے اور کھجور کے باغات کے مالک اور صاحب حیثیت تھے۔ حضور ﷺ کی صفات کمال و حسن سے خوب واقف اور دین سے قلبی تعلق رکھتے تھے۔ لیکن عملاً ایمان و اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا حتیٰ کہ اُحد کے دن جو ہفتہ کا دن تھا اپنی قوم سے کہا کہ اے گروہِ یہود تم جانتے ہو کہ حضور نبی کریم ﷺ کی نصرت تم پر لازم اور فرض ہے اور یہ تم خوب جانتے ہو۔

انہوں نے کہا آج تو ہفتہ ہے اور ہمارے دین میں ہفتہ کو قتال ممنوع ہے۔ انہوں نے کہا کہ ظہورِ اسلام کے بعد ہفتہ کا حکم باقی نہیں رہا۔ پھر خود ہتھیار سجا کر نکلے اور سیدھے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے (اور ایمان کا اظہار کیا)۔ اپنے قبیلے والوں کو وصیت کی کہ شہید ہونے کی صورت میں میرا سارا مال حضور ﷺ کا ہے، وہ جس طرح چاہیں اللہ کے حکم سے تصرف فرمائیں۔ وہ جہاد میں شہید ہو گئے۔ روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مخیرؔیق سب یہود سے بہتر ہیں اور ان کی وصیت کے مطابق ان کا سارا مال قبول فرمایا۔ اور آپ کے تصرف میں آنے والے وقف اموال و صدقات میں سے اکثر وہی ہیں۔

2.9 تین سوال اور حضور ﷺ کے جوابات

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ قریش کی ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس میں ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، ابوجہل، امیہ بن خلف، اسود بن مطلب اور دوسرے سردارانِ قریش نے شرکت کی۔ مشورے کے بعد انہوں نے پانچ آدمیوں کا وفد جس میں عقبہ بن ابی العیط اور نفر بن حارث شامل تھے، مدینہ کے یہود کے پاس بھیجا تا کہ نبی آخرالزماں کے اوصاف و کمالات، علامات و نشانیاں اور وقت بعثت وغیرہ کے متعلق تفصیل سے معلوم کریں۔ انہوں نے جا کر یہ بھی کہا کہ جنہوں نے ہمارے ہاں نبوت کا دعویٰ کیا ہے ان کا نام محمد ہے اور وہ یتیم و فقیر ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ وہ مسیلمہ

کذاب سے سیکھ کر بیان کرتے ہیں۔ یہود نے علامات وصفات بیان کیں جو توریت میں مذکور ہیں۔ ان میں ایک مخصوص علامت یہ ہے کہ ان کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر حقیقت حال یہی ہے جو تم نے بیان کی تو وہ عین توریت کے مطابق ہیں۔ اور وہ یقیناً نبی خاتم ہیں۔ اور ان کا دین حق ہے۔ لہٰذا ان کی اتباع کرو، لیکن مزید اطمینان کے لیے ان سے تین سوالات کرلو اگر وہ سچے ہیں تو وہ جواب ضرور دیں گے۔ دو کو بیان کریں گے تیسری چیز بیان کرنے سے گریز کریں گے اور تمہارے اس خیال کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ وہ مسیلمہ سے سیکھ کر جواب دیتے ہیں۔ چونکہ ہم نے یہ تین سوال مسیلمہ سے پوچھے وہ نہ بتا سکا۔ قریش کا یہ وفد تین سوال لے کر واپس مکہ مکرمہ پہنچا اور تفصیلات بتائیں۔ تمام قریش حضورﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور یہ کہا کہ آپ بتائیں:

(i) ذوالقرنین کون تھے؟

(ii) اصحاب کہف کون ہیں؟

(iii) روح کیا ہے؟

حضورﷺ نے فرمایا میں کل بتلاؤں گا اور زبانِ اقدس سے انشاء اللہ نہ کہا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام پندرہ دن تک حاضر خدمت نہ ہوئے۔ حضورﷺ پر جبرائیل امیں کی تاخیر بہت شاق گذری۔ جب حاضر ہوئے تو فرمایا بڑی دیر لگادی۔ تو انہوں نے عرض کیا آپ نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا اس لیے بھیجنے والے نے نہیں بھیجا اور ساتھ یہ حکم بھی سنایا کہ اے حبیبﷺ آئندہ یوں کہیں کہ کل یہ کروں گا اگر اللہ نے چاہا۔ (انشاء اللہ کل یہ کروں گا)

پھر آپ سے ذوالقرنین اور ا اصحابِ کہف کی تفصیلات بیان کیں (جو سورۃ کہف میں موجود ہیں) اور روح کے متعلق یہ کہا کہ روح امر الٰہی ہے اور اس کا علم مجھے نہیں۔

جب آپﷺ نے یہود کے حساب سے صحیح صحیح بتا دیا تو کفارِ قریش نے کہا کہ دونوں سحر کی کتابیں باہم متفق ہوگئی ہیں۔ یعنی تورات اور انجیل (اور حضورﷺ کا انکار کردیا)

2.10 یہود مدینہ کا حضورﷺ پر یقین لیکن انکار

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نجران کے نصاریٰ میں سے آٹھ علماء کا وفد حضورﷺ

کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ ان کے متعلق آیت شریفہ نازل ہوئی:

فقل تعالو اندع .... علی الکافرینo

ترجمہ: ''آپ فرما دیجئے کہ آؤ ہم اور تم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں اور قریبی رشتہ داروں کو بلالیں، ایک میدان میں اکٹھے کھڑے ہو جائیں اور مباہلہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ جو بھی کافر اور جھوٹا ہو طوقِ لعنت اس کے گلے میں پڑے اور وہ ذلیل وخوار ہو۔''

جب انہیں مباہلے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے تین دن کی مہلت مانگی۔ اس دوران بنو قریظہ، بنونظیر اور بنو قینقاع کے ساتھ مشورہ کیا۔ ان سب نے متفقہ کہا کہ صلح کرلو اور اس مباہلہ میں اور ہلاکت کفار اور کاذبین کی دعا میں ہرگز شرکت نہ کرنا کیونکہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر ہم تورات و انجیل میں پاتے ہیں۔ (ان کی دعا ضرور قبول ہوگی اور تم برباد ہو جاؤ گے) چنانچہ نصاریٰ کے وفد نے درخواست کی کہ وہ مباہلہ نہیں کرتے بلکہ رعایا بن کر رہیں گے۔ جزیہ دیں گے، ہزار حلّہ و پوشاک صفر کے مہینے میں اور ہزار رجب میں اور اس کے علاوہ کچھ اور دراہم بھی ادا کریں گے۔

2.11 انجیل میں ذکر

حضرت سہل مولیٰ غثیمہ کہتے ہیں کہ میں یتیم تھا اور نصرانی تھا۔ میرا چچا میری کفالت کرتا تھا۔ میں نے انجیل کے اس نسخہ کو پڑھنا شروع کیا جو میرا چچا پڑھا کرتا تھا۔ ایک ایسا ورق آیا جو بہت موٹا تھا۔ معلوم ہوا کہ دو ورق چپکا دیئے گئے ہیں۔ میں نے انہیں الگ کر کے پڑھا تو اس میں نعت مصطفیٰ ﷺ لکھی ہوئی ہے اور یہ تھی:

''وہ بالکل کوتاہ قد ہوں گے نہ ہی طویل القامت، سفید (سرخی مائل) ان کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ عموماً بیٹھتے وقت احتیاط والی صورت میں بیٹھیں گے، صدقہ کا مال تناول نہیں فرمائیں گے، گدھے اور اونٹ کو سواری کا شرف بخشیں گے، بکری خود دوھیں گے، اور پیوند لگی قمیص استعمال کریں گے۔ اولاد اسماعیل سے ہوں گے اور نامِ نامی محمد ﷺ ہوگا۔''

فرماتے ہیں میرا چچا آیا اور کتاب کا ورق کھلا ہوا دیکھا تو مجھے مارا پیٹا اور کہا تجھے یہ ورق کھولنے

سے کیا غرض تھی۔ میں نے کہا اس میں تو احمد علیہ السلام کی تعریف تھی۔ اس نے کہا کہ وہ ابھی مبعوث نہیں ہوئے ہیں۔

2.12 حضرت خدیجہؓ کا طرزِ عمل

شام کے نصاریٰ میں سے ایک شخص مکہ مکرمہ حاضر ہوا۔ چند عورتوں کے پاس سے گزرا جو عید کے موقع پر جمع تھیں جن کے خاوند وہاں موجود نہیں تھے۔ اس نے عورتوں سے کہا۔ اے خواتینِ قریش تمہارے قبیلہ اور قوم میں عنقریب ایک نبی ظہور فرمانے والے ہیں جو احمد کے نام سے پکارے جائیں گے۔ تم میں سے جو نیک بخت ان کی بیوی بننے کا شرف حاصل کر سکے اسے یہ موقع غنیمت ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہیے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ حضرت خدیجہؓ ان میں موجود تھیں انہوں نے اس بات کو یاد رکھا۔ (اور پھر عرب کے رؤسا و امراء کی دعوتِ نکاح کو ٹھکرا دیا اور نبی ﷺ سے عقد کیا۔)

2.13 توریت میں بشارت

توریت میں فرمایا گیا کہ ''باری تعالیٰ طورِ سینا سے تجلی فرما ہوا، اور کوہِ ساعیر سے اس کے ظہور انوار پذیر ہوئے اور فاران کی چوٹیوں سے خود جلوہ نما ہوا۔''

تورات کی اس آیت مقدسہ سے حضور ﷺ کی بعثت صاف ظاہر ہے۔ کوہِ سینا سے تجلی فرمانے کا مطلب ہمارے اور اہل کتاب کے نزدیک بالاتفاق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وہاں تورات نازل فرمائی۔ اور کوہِ ساعیر سے ان کے ظہور کا مطلب سب کے نزدیک یہ ہے کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا فرمائی اور آپ کی نبوت کے اعلان کا حکم ہوا۔ چونکہ حضرت عیسیٰؑ اس وقت ارض خلیل میں واقعہ قریہ ناصرہ کے اندر کوہ ساعیر کے قریب رہائش پذیر تھے اور اسی شہر کے نام پر آپ کے متبعین انصاریٰ کہلائے۔

جب کوہِ سینا اور ساعیر سے مطلب یہ ہے تو لامحالہ رب العزت کے جبل فاران سے خود ظہور فرما ہونے کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ اس نے وہاں حضرت محمد ﷺ کو سب کتب سماویہ پر محیط و مشتمل اور اسرار و رموزِ خلق پر حاوی کتاب القرآن عطا فرمائی۔ کیونکہ مسلمان اور اہل کتاب سب اس پر اتفاق

کرتے ہیں کہ وہ فاران، مکہ مکرمہ میں ہے اور اگر وہ تاویل اور تحریف کے ساتھ اس کا انکار کریں اور کہیں کہ فاران مکہ مکرمہ میں نہیں ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے تو ہم جواب میں توریت کے حوالے ہی سے یہ کہیں گے کہ توریت میں خود لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو فاران میں ٹھہرایا۔ نیز ہمیں وہ جگہ بتاؤ جسے فاران کہتے ہیں اور وہاں اللہ پاک کی قدرت اور جمال و کمال کا ظہور ہوا ہو اور محمد عربی ﷺ کے علاوہ اس نبی کا نام بتاؤ جس پر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کتاب نازل ہوئی ہو۔ اور کوہِ فاران سے جس دین کے ظہور کا اللہ تعالیٰ اعلان فرما رہے ہیں کیا کوئی شخص دیانت اور امانت کا دامن ہاتھ میں رکھتے ہوئے دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ اسلام اور ملت حنیفیہ کے علاوہ کوئی دین ہے۔ دنیا کا کون سا مذہب ہے جو اسلام کی طرح ظاہر و غالب ہوا، اور شرق و غرب شمال و جنوب میں پھیلا۔



۳

نبی اکرمؐ کا نسبِ اقدس، آباء کی طہارت اور شرف

حضورﷺ کا نسب اقدس یہ ہے۔

محمد، عبداللہ، عبدالمطلب، ہاشم، عبد مناف، قصی، کلاب، مرہ، کعب، یری، فہر، مالک، النضر، کنانہ، خزیمہ، مدرکہ، الیاس، حضر، نزار، معد، عدنان، اُدّ، الھمیسع، حمل، قیدار، اسماعیل، ابراہیم۔

(بعض نے الھمیسع کی جگہ زید لکھا ہے لیکن زید اور الھمیسع ایک صاحب کے نام ہیں۔)

حضرت عروہؓ سے منقول ہے کہ ہمیں کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو عدنان اور اسماعیل کے درمیانی نسب کو یقین کے ساتھ جانتا ہو اور بتا سکتا ہو۔

3.1 حضرت واثلہؓ کی روایت

واثلہ بن الاسقعؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو منتخب فرما لیا اور ان سے بنی کنانہ کو اور ان سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے شرفِ انتخاب بخشا اور پسندیدہ قرار دیا۔

اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے نقل فرمایا کہ میں نے زمین کا گوشہ گوشہ چھان مارا لیکن مجھے محمدﷺ جیسی کوئی ہستی نظر نہ آسکی اور روئے زمین کو غور سے دیکھا مگر کسی شخص کی اولاد بنی ہاشم جیسی نظر نہ آئی۔

3.2 حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قریش میں کوئی شاخ اور قبیلہ ایسا نہیں جن کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی قرابت اور رشتہ دار نہ ہو اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قل لا اسالکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ

ترجمہ ''آپ فرما دیں۔ میں تم سے تبلیغ اسلام اور عطاء ایمان وقرآن پر کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اگر مطالبہ ہے تو فقط یہ کہ میری اور اپنی قرابت کو مدنظر رکھتے ہوئے صلہ رحمی سے کام لو اور قطع رحمی سے گریز کرو (اور یہ مطالبہ بھی تمہارے فائدے کے لیے ہے کہ میرے تعلق سے دنیا اور آخرت میں عزت پاؤ)

3.3 حضرت علیؓ کی روایت

حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں نکاح کے ساتھ متولد ہوا نہ کہ غیر شرعی طریقہ پر اور میرا یہ نسبتی تقدس تقدس حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عبداللہؓ اور بی بی آمنہؓ تک برقرار تھا۔ اور زمانہ جاہلیت کی بدکرداریوں اور آوارگیوں کی ذرا بھر ملاوٹ میرے نسب میں نہیں پائی گئی۔



۴

حضرت عبدالمطلب کا خواب اورظہورِ نبوت کی بشارتیں اور ولادت باسعادت

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں، ایک دفعہ میں حطیم کعبہ میں سو رہا تھا کہ ایک خواب دیکھا جس نے مجھے دہشت زدہ کر دیا۔

اس خواب کی تعبیر کے لیے میں قریش کی ایک کاہنہ عورت کے پاس گیا۔ اس نے کہا، ہمارے سردار کا کیا حال ہے۔ میرے پاس ایسی حالت میں تشریف لائے ہیں کہ رنگت بدلی ہوئی ہے، کوئی حادثہ تو پیش نہیں آیا؟ میں نے کہا کہ کچھ بات تو ایسی ہے۔ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک درخت نمودار ہوا جس کی چوٹی آسمان سے باتیں کرنے لگی ہے اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہیں۔ اس درخت سے نور کی ایسی شعاعیں نکل رہی ہیں جو سورج سے بھی نوے گنا زیادہ روشن ہیں۔ عرب و عجم اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں اور ہر لمحہ اور لحظہ اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بلندی اور مقدار میں بھی اور نور و ضیاء میں بھی اور پھیلاؤ اور احاطہ میں بھی۔ کبھی وہ درخت مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے اور کبھی پورے آب و تاب سے نمودار ہوتا ہے۔ قریش کی ایک جماعت اس سے چمٹی ہوئی ہے اور دوسری جماعت اس کو کاٹنے کے درپے ہے۔ جب وہ جماعت اس کے قریب پہنچتی ہے اور کاٹنا چاہتی ہے تو ایک جوان جس کے مانند حسین و جمیل اور پاکیزہ خوشبو والا کوئی شخص میں نے آج تک نہیں دیکھا ان بد باطنوں کو مار

بھگاتا ہے۔ بعض کی کمریں توڑ دیتا ہے اور بعض کی آنکھیں پھوڑ دیتا ہے۔

میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ اس میں سے اپنے نصیب و مقدر کے مطابق اس کا پھل کھاؤں تو اس جوان نے کہا آپ کا اس میں حصہ نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس میں حصہ و نصیب کس کا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ اس جماعت کا ہے جو اس سے لٹک رہی ہے اور آپ سے سبقت لے گئی ہے۔ تو میں گھبراہٹ کی حالت میں بیدار ہوا۔

اس کاہنہ نے غور و فکر کے بعد کہا کہ اگر واقعی تمہیں یہ خواب آیا ہے تو تمہاری پشت سے ایک ہستی پیدا ہوگی جو شرق و غرب پر حکمرانی کرے گی اور کثیر لوگ ان کے فرمانبردار و مطیع ہوں گے۔ پھر حضرت ابوطالب (حضور ﷺ کے چچا) جو عبدالمطلب کے ساتھ تھے کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ امید ہے تم اس ہستی کے چچا ہو گے۔

حضرت ابو طالب اس وقت یہ خواب اور اس کی تعبیر بیان کیا کرتے تھے جب حضور ﷺ کا ظہور ہو چکا تھا۔ اور کہتے تھے کہ واللہ اعلم وہ درخت حضور پاک ﷺ ہیں۔ لوگ کہتے پھر آپ ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے تو وہ جواب میں کہتے، قوم کا طریقہ چھوڑ دوں تو وہ مجھے گالیاں دیں گے اور عار و شرم کا ڈر ہے ورنہ ضرور اعلان ایمان اور تصدیق کرتا۔

4.1 تذکرہ والدِ گرامی حضرت عبداللہؓ

حضرت عبدالمطلب کے خواب میں زم زم (جو کہ بند ہو چکا تھا اور اس کا نشان بھی باقی نہ تھا) کی جگہ بتائی گئی۔ جب آپ نے کنواں کھودنے کی کوشش کی اور قریش نے مخالفت کی۔ یہ ان کے مقابلے سے قاصر تھے چونکہ آپ کی مدد کے لیے صرف آپ کا ایک ہی بیٹا حارث تھا۔ اس پر حضرت عبدالمطلب نے یہ منت مانی کہ اگر اللہ پاک مجھے دس بیٹے دے گا اور اس عمر کو پہنچیں کہ میری مدد کر سکیں تو میں ان میں سے ایک کو اللہ کی راہ میں کعبہ کے پاس قربان کروں گا۔ اللہ پاک نے حضرت عبدالمطلب کو دس بیٹے عنایت فرمائے اور وہ سب جوان ہو گئے تو آپ نے اپنے بیٹوں کو اپنی منت سے مطلع کیا۔ تمام بیٹوں نے راہِ خدا میں قربان ہونے پر آمادگی ظاہر کی۔

سب نے اپنا نام اپنے اپنے تیروں پر لکھا اور ان تیروں کو ہبل بت کے محافظ و مجاور کے حوالے کیا تا کہ وہ قرعہ اندازی کرے اور ذبح ہونے والے کے نام کا فال نکالے۔ قرعہ فال حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ آپ نے چھری لے کر ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ قریش کو جب اس کا علم ہوا تو اپنی اپنی مجالس چھوڑ کر فوراً ان کے پاس پہنچے اور کہا کہ ابھی ایسا نہ کرو پہلے مزید تشفی و تسلی کرلو۔ اور اگر یہ ممکن ہے تو اس بچے کی جان ضرور بچانا چاہیے کہ ایفائے منت بھی ہو جائے اور جان بھی بچ جائے۔

آپ قریش کے مشورہ پر حضرت عبداللہ کو ساتھ لے کر ایک کاہنہ عورت کے پاس گئے اور سارا ماجرا اس کو سنایا۔ اس نے پوچھا تمہارے یہاں خون بہا کیا ہوتا ہے۔ اور قتل ناحق پر کتنا مال دیتے ہو۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ دس اونٹ۔ تو اس نے کہا پھر ایسے کرو کہ ایک طرف دس اونٹ اور دوسری طرف اپنے صاحبزادے کو بیٹھا کر قرعہ اندازی کرلو۔ اگر قرعہ اونٹوں پر آئے تو ٹھیک ورنہ دس اونٹ اور بڑھا دو اور پھر قرعہ اندازی کرو یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں کے لیے آئے اور پھر ان کو قربان کردو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ہر بار قرعہ حضرت عبداللہ کے نام آتا یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد جب سو ہوئی تو قرعہ اونٹوں کے لیے آیا۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے سو اونٹ ذبح کیے اور گوشت عام تقسیم کیا گیا۔ انسان اور جانور سب ہی اس سے مستفیض ہوئے۔ حضرت عبداللہ کے بعد دیت دس اونٹ مقرر ہوئی اور قیامت تک یہی حکم رہے گا۔

4.2 حضرت عبداللہؓ کا حضرت آمنہؓ سے نکاح

حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے کہ موسم سرما میں یمن کی طرف تجارت کے لیے نکلا تو ایک یہودی عالم کا مہمان بنا جو زبور کی تلاوت کرتا تھا۔ اس نے آپ کو بغور دیکھا اور کہا کہ آپ کے لیے ملک وسلطنت ہے اور نبوت و رسالت۔ اور پوچھا کہ آپ کی زوجہ ہیں۔ تو عبدالمطلب نے جواب دیا اب تو نہیں ہے کہ اس وقت ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس نے کہا کہ فوراً شادی کرلو۔

چنانچہ عبدالمطلب مکہ مکرمہ لوٹے تو بنی زہرہ میں ہالہ بنت وہب سے نکاح کیا جن سے حضرت حمزہؓ اور حضرت صفیہؓ پیدا ہوئیں۔ یہودی عالم نے کہا تھا کہ نبوت بنی زہرہ کے واسطے سے ظاہر ہوگی اس

لیے آپ نے بنی زہرہ میں شادی کی۔

چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کا نکاح بھی حضرت آمنہ بنت وہب سے کیا جو بنی زہرہ میں سے ہی تھیں۔ اور یقیناً اسی امید میں کہ یہودی عالم نے جو کچھ کہا اس کا ظہور ہو۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہؓ جب حضرت عبدالمطلب کے ساتھ بنی زہرہ کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں ام قتال بنت نوفل پر گذرے جو ورقہ بن نوفل کی بہن تھیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ سے نکاح کی درخواست کی اور کہا کہ میں اتنے اونٹ جو تم پر قربان کیے گئے ہیں دینے کو تیار ہوں اور آپ مجھے اپنی بیوی بنالیں۔

حضرت عبداللہ نے جواب دیا کہ میں تو اپنے والد کے ہمراہ ہوں اور ان سے جدا نہیں ہو سکتا۔ شادی کے بعد حضرت عبداللہ نے جب رضامندی ظاہر کی تو ام قتال نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس وقت بات کچھ اور تھی اور اب میں آپ کی پیشانی میں وہ نور نہیں پاتی۔ شادی کے بعد یہ آمنہؓ بنت وہب کے بطن میں جلوہ گر ہو چکا ہے۔

4.3 حضرت عبداللہؓ کی وفات

حضرت عبداللہ تجارتی قافلہ کے ساتھ جب شام سے واپس آرہے تھے تو مدینہ منورہ سے گذر ہوا اور یہاں آپ بیمار ہو گئے اور قافلہ کے ساتھ مزید جانے سے معذور ہوئے اور مدینہ منورہ میں اپنے ننھیال بنی نجار کے یہاں مقیم ہو گئے جبکہ دوسرے ساتھی مکہ مکرمہ قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو مدینہ منورہ بھیجا تا کہ آپ کی حالت دریافت کریں اور ہمراہ لے آئیں۔ مگر جب وہ پہنچے تو حضرت عبداللہ کا وصال ہو چکا تھا۔ اور دار نابغہ میں سپرد خاک کیا جا چکا تھا۔ اس وقت حضرت عبداللہ کی عمر صرف ۲۵ سال تھی۔ ابھی حضور پاک ﷺ کی ولادت نہیں ہوئی تھی۔

4.4 عام الفیل حضور ﷺ کی ولادت باسعادت

آپ کی ولادت پیر کے دن ۱۲/ ربیع الاوّل کو ہوئی (اور روایتیں بھی ہیں) بقول حضرت عبداللہ ابن عباسؓ وہ سال تھا جس میں ابرہہ نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی تھی (عام الفیل) ابرہہ کا حملہ و

ہلاکت اتوار کے دن ۱۷ محرم کو ہوئی۔

حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں میں مضبوط توانا لڑکا تھا یعنی سات آٹھ سال کا، تو صبح سویرے مدینہ منورہ میں ایک یہودی چلا رہا تھا کہ اے گروہِ یہود، جب وہ سب جمع ہو گئے تو پوچھا تجھے کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا وہ ستارہ جو پیغمبر آخرالزماں کی ولادت باسعادت کی علامت و دلالت تھا آج طلوع ہوگیا ہے (یعنی حضورﷺ دنیا میں تشریف لے آئے ہیں) جب حضورﷺ، مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے تو یہ یہودی زندہ تھا لیکن عناد وحسد کی وجہ سے ایمان نہ لایا۔

4.5 ابرہہ اوراس کے ہاتھی

ابرہہ شاہِ یمن نے بیت اللہ کے مقابلے پر ایک عبادت خانہ بنایا او زیبائش و آرائش کے لحاظ سے اسے یکتائے روزگار بنا دیا اوراس نے کہا جب تک میں اہل عرب کواس کی حج و زیارت پر آمادہ نہ کرلوں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔

اہل عرب میں سے ایک شخص نے اس عبادت خانے میں قضائے حاجت کردی تا کہ جولوگ اس کی زیارت کو آئیں اس کی حقیقت کو سمجھیں اور دوبارہ نہ آئیں۔ جب ابرہہ کوعلم ہوا تو غضبناک ہوا اورقسم کھائی کہ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کو مسمار کروں گا اور اس مقصد کے لیے مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا۔ اس کی فوج کی خاص بات ہاتھیوں کی موجودگی تھی جس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ (جس طرح آج کل ڈرون حملے ہیں) چنانچہ مکہ مکرّمہ سے باہر پڑاؤ ڈالا اور قریش کے مال و مویشی سب لوٹ لیے۔ اور اپنے ایک درباری سے کہا کہ معلوم کرو مکہ مکرمہ کا سردار کون ہے؟ اور پیغام دو کہ ہم تم سے جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ ہم تو (خاکم بدہن) کعبہ شریف کو گرانے آئے ہیں۔ چنانچہ اس درباری نے حضرت مطلب کو یہ پیغام پہنچا دیا جواس وقت مکہ مکرمہ کے سردار تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا، ہم ابرہہ سے جنگ نہیں کرنا چاہتے نہ ہی ہم میں اتنی قوت ہے۔ رہا بیت اللہ معاملہ تو یہ اللہ کا گھر ہے جو ابراہیم خلیل اللہ نے تعمیر کیا ہے اگر وہ خوداس کی حفاظت فرمائے تو وہ اس پر قادر ہے اور ضروراس کی حفاظت کرے گا۔

حضرت عبدالمطلب کو ابرہہ کے دربار میں لایا گیا۔ آپ کی وجاہت سے وہ بہت مرعوب ہوا اور احتراماً کھڑا ہو گیا۔ اور بہت اعزاز و اکرام کیا اور پوچھا کہ اگر کوئی حاجت ہو تو بتائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے دو سو اونٹ جو تو نے لوٹ لیے ہیں وہ واپس کر دے۔

ابرہہ اس جواب سے حیران ہوا اور کہنے لگا کہ جب آپ تشریف لائے تو میں آپ کی شوکت، وجاہت، عظمت و ہیبت سے حیران ہو گیا لیکن اب تمہارا جواب سن کر وہ تاثر زائل ہو گیا کہ بجائے اس کے کہ آپ اس گھر کے جو آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کے دین کی بنیاد ہے آپ اپنے دو سو اونٹوں کا سوال کر رہے ہیں اور اسے نظر انداز کر رہے ہیں جبکہ میں اسے گرانے آیا ہوں۔

عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میں ان اونٹوں کا مالک ہوں۔ اور اس گھر کے ہم نہ مالک ہیں نہ ہی وہ ہماری حفاظت میں ہے بلکہ ہم خود اس کے زیر سایہ زندگی گذارتے ہیں اور پناہ لیتے ہیں۔ جو اس کا مالک ہے وہ خود اس کی ضرور بضرور حفاظت کرے گا۔

حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس سے واپس تشریف لائے۔ اور اہل مکہ سے کہا کہ وہ مکہ مکرمہ سے نکل کر پہاڑوں اور گھاٹیوں میں پناہ لیں تا کہ ابرہہ کا لشکر ان پر زیادتی نہ کرے۔ اور خود کعبہ کی زنجیر پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور انتہائی خشوع و خضوع سے دعا کی جس میں اپنی بے بسی، ابرہہ کا تکبر اور اللہ پاک کی شانِ عظیم بیان کر کے بیت اللہ کو اللہ کی پناہ میں دیا۔

ادھر حضرت عبدالمطلب دعاؤں میں مشغول تھے، اُدھر ابرہہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی تیاری کر رہا تھا اور اپنے سب سے بڑے اور انتہائی سرکش ہاتھی کو تیار کیا۔ نفیل بن حبیب خشمی آئے اور ہاتھی کے کان میں کہا "اے محمود (ہاتھی کا نام) بیٹھ جا اور آگے قدم نہ بڑھانا بلکہ جہاں سے آیا وہیں لوٹ جا۔ کیوں کہ تو اللہ تعالیٰ کے بلد حرام میں ہے (اور یہاں خونخواری اور خونریزی اس مالک کو پسند نہیں ہے) ہاتھی یہ سن کر وہیں بیٹھ گیا۔ نفیل یہ پیغام سنا کر تیزی سے پہاڑوں میں پناہ کے لیے چلے گئے۔

لشکری پوری کوشش کے بعد بھی ہاتھی کو اپنی جگہ سے اٹھا نہ سکے البتہ جب یمن کی طرف رُخ کرتے تو ہاتھی اُدھر دوڑنے لگتا اور اگر مکہ مکرمہ کی طرف رخ کرتے تو بیٹھ جاتا۔ ابھی ہاتھی کے ساتھ یہ زور آوری چل ہی رہی تھی کہ اللہ پاک نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول بھیج دیئے جن کے پاس تین

تین کنکریاں تھیں۔ ایک چونچ میں اور ایک ایک پنجوں میں۔ وہ کنکریاں چنے کے دانے بلکہ مسور کے دانے کے برابر تھیں۔ لیکن جس پر گرتیں وہ موقع پر ہی ہلاک ہو جاتا۔ جب یہ عذاب دیکھا تو پوری فوج واپس یمن کی طرف بھاگی لیکن مارے گئے۔

ابرہہ کے جسم میں ایک مہلک مرض پیدا ہو گیا۔ جس سے اس کی انگلیاں گل کر جھڑ گئیں اور جب اسے صنعا لے کر پہنچے تو ضعف اور لاغری سے چوزے کے مانند ہو گیا تھا اس کا سینہ چاک ہوا، دل باہر نکل آیا اور ذلت اور رسوائی کے ساتھ مر گیا۔

یہی وہ سال تھا جب حضور ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔

ابرہہ کے لشکر کی تباہی کے کئی لوگ شاہد تھے جو حضور ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائے۔ ان میں سے ہر ایک نے طویل عمر پائی۔ ساٹھ سال تو زمانہ جاہلیت میں گذرے اور بقیہ ساٹھ سال زمانہ اسلام میں نورِ ایمان کے ساتھ۔ ان میں ایک نفیل بن حبیب بھی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ انہیں ابرہہ کے لشکریوں نے گرفتار کیا ہوا تھا تاکہ صنعا سے مکہ مکرمہ تک راہبری کریں۔ تو وہ مکہ مکرمہ پہنچنے پر ہاتھی کے کان میں پیغام سنا کر حیلہ گری کے ساتھ پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ انہوں نے اپنے اشعار میں اس واقعہ کو لکھا ہے۔

ابرہہ اور اس کے لشکری اہل کتاب تھے جبکہ اہل مکہ مشرکین تھے۔ لیکن اللہ پاک نے حضور ﷺ کے صدقہ میں اہل مکہ پر یہ احسان فرمایا اور اہل کتاب کو ہلاک کیا۔

4.6 حضور ﷺ کی ولادت باسعادت پر یہودی کی گواہی

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت مکہ مکرمہ میں ایک یہودی عالم موجود تھا۔ اس نے اس صبح لوگوں سے دریافت کیا کہ اے جماعت قریش آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے علم میں نہیں۔ اس نے کہا تحقیق کرو، ہمارے کتب میں جو لکھا ہے اس کی رو سے آج رات نبی آخر الزماں پیدا ہوئے ہیں۔

قریش اس کی بات سن کر گھروں کی طرف گئے اور گھر والوں سے دریافت کیا کہ کیا آج رات

خاندانِ عبدالمطلب میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ تو بتلایا گیا کہ ہاں۔ اس پر انہوں نے یہودی عالم سے کہا کہ بات وہی ہے جو تم کہہ رہے تھے۔ وہ بولا کہ اب نبوت بنی اسرائیل سے نکل گئی اور بنو اسماعیل میں منتقل ہو گئی ہے۔

ایک روایت میں آیا ہے اس کی درخواست پر لوگ اسے حضور ﷺ کے دیدار کے لیے لائے۔ اس نے دیکھا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ اسے اس بات کا یقین تھا کہ یہی پیغمبرِ عظیم ہیں اور وہ بنی اسرائیل کی بجائے بنو اسماعیل میں تشریف لائے ہیں۔



۵

حضور پاک ﷺ کے پہلے چالیس سال کے اہم واقعات

آپ کی ولادت کے پہلے سال کسریٰ کے ایوان میں لرزہ پیدا ہوا اور اس میں دراڑیں پڑ گئیں جس پر وہ بہت پریشان ہوا۔ اور عین اس وقت جب وہ اپنے درباریوں سے صلاح مشورے کر رہا تھا تو خبر آئی کہ آتش کدہ ایران کی آگ جو ہزار سال سے لگاتار جل رہی تھی یکا یک بجھ گئی۔ اسی دوران موبذان (مجوس کے کاہن) نے بتایا کہ اس نے خواب دیکھا ہے کہ اونٹ اور گھوڑے دریائے دجلہ کو عبور کر کے ملک فارس میں پھیل گئے۔ اس کی تعبیر معلوم کروائی گئی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ عرب میں ایک انقلاب پیدا ہونے کو ہے جو بنی ساسان کی حکومت ایران سے ختم کردے گا لیکن ان کا خیال تھا کہ یہ سب کچھ چودہ بادشاہوں کے بعد ہوگا۔ اس لیے یہ طویل مدت ہے۔ لیکن سب کچھ ستّر سال کے بعد ہی ہوگیا۔ چونکہ دس بادشاہ تو صرف چار سال کے عرصہ میں آئے اور فرش خاک میں جا ملے اور باقی چار میں سے آخری حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوا۔ اس طرح بنی ساسان کا خاتمہ ہوا اور نبی کریم ﷺ کی اُمت اس ملک پر حکمران ہوئی۔

5.1 عبدالمطلب کا اپنے پوتے کا اکرام

حضرت عبدالمطلب سردار مکہ کے لیے کعبہ کے سائے میں فرش بچھایا جاتا اور ان کی اولاد اردگرد بیٹھتی۔ احتراماً اس پر کوئی نہ بیٹھتا۔ آپ تشریف لائے تو ابھی آپ بچے تھے تو آپ کے چچاؤں نے روکنا چاہا کہ آپ اس فرش پر نہ بیٹھیں۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے میرے بیٹے کو یہیں بیٹھنے دو۔ یہ عظیم

مقام و مرتبت کا مالک ہے (اور دراصل یہی اس مقام کے لائق ہے۔ حضور ﷺ اس پر ایسے جچتے کہ دیکھنے والے بھی حیرت زدہ ہو جاتے)

5.2 ابولہب کا اظہارِ مسرت

حضور نبی کریم ﷺ کو سب سے پہلے ثویبہ نے دودھ پلایا جو ابولہب کی کنیز تھیں اور اُن کے گھر اُن کا بیٹا مسروح پیدا ہوا تھا۔ حضرت محدث عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں کہ ابولہب کو نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوش خبری ثویبہ نے دی جس کی خوشی میں ابولہب نے انہیں آزاد کر دیا اور ان کو حکم دیا کہ حضور ﷺ کو دودھ پلائیں۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اسے حضرت عباسؓ نے خواب میں دیکھا۔ اور اس کا حال دریافت کیا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا۔ اس نے کہا، دنیا سے رُخصت کے بعد یہاں کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی صرف اتنا کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے انگوٹھے کی اس گہری جگہ سے ٹھنڈا پانی پلایا گیا۔ دوسری روایت کے مطابق عذاب میں تخفیف فرما دی گئی اور پیر یعنی یوم ولادتِ نبی کریم ﷺ کو اس سے عذاب دور فرما دیا۔

ثویبہ کی اسلام لانے پر علماء کا اختلاف ہے۔ یہ جب بھی حضرت خدیجہؓ کے گھر آتیں تو حضور ﷺ اور اُم المومنین دونوں ہی ثویبہ کا اعزاز و اکرام فرماتے اور ہجرت کے بعد بھی ان کے لیے لباس اور دیگر ضروری اشیاء ارسال فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ فتح خیبر کے بعد ان کا مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا۔

5.3 حضرت حلیمہؓ

ثویبہ کے بعد حضرت حلیمہ نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا۔ جو سعد بن بکر کے قبیلہ سے تھیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں اور میرا خاوند رضاع کے لیے بچے حاصل کرنے والی عورتوں کی جماعت کے ساتھ گھر سے نکلے۔ میری سواری دراز گوش تھی جس کا رنگ سبزی مائل تھا اور انتہائی لاغر و کمزور تھی اور باقی سواریوں سے پیچھے رہ گئی۔ اس سال قحط تھا اور ہمارے پاس ایک اونٹنی بھی تھی جو ایک قطرہ دودھ نہیں دیتی تھی۔ میرا بچہ عبداللہ بھوک سے روتا رہتا اور ہم ساری ساری رات جاگ کر گذار دیتے۔ نہ ہی میرے پستانوں میں دودھ تھا نہ اونٹنی دودھ دیتی کہ اپنے بچے کو پلاؤں۔ لیکن ہم اللہ سے ناامید نہ تھے

اور آس لگائے بیٹھے تھے کہ ضرور بارانِ رحمت ہوگا اور ہماری بدحالی خوشحالی میں تبدیل ہوگی۔

جب ہم سب سے آخر میں مکہ مکرمہ پہنچے تو تمام قابل رضاعت بچے دوسری خواتین لے چکی تھیں۔صرف ایک بچہ رہ گیا۔اور ایک میں۔ یہ وہ بچہ تھا جسے تمام عورتوں نے دیکھا اور یہ معلوم کر کے یہ وہ یتیم ہے اور صلہ و انعام تو والد دیتے ہیں ماں کیا دے گی اس لیے اس خیال فاسد کی وجہ سے وہ بچہ رہ گیا۔میں نے سوچا خالی ہاتھ واپس جانا مناسب نہیں۔ میں نے اپنے خاوند سے کہا کہ میں تو اسی یتیم کو لے کر جاؤں گی۔ چنانچہ میں ان کے گھر گئی بچہ کو اٹھایا اور چھاتی سے لگائے اپنے مقام پر واپس آئی۔شوہر نے کہا تو نے بہت اچھا کیا جو یہ بچہ لے آکر آئی۔ امید ہے اللہ تعالیٰ اس بچہ کے صدقے میں ہمیں خیر و برکت عطا فرمائے گا۔

حلیمہ فرماتی ہیں جوں ہی میں نے آپ ﷺ کو دودھ پلانے کے لیے چھاتی سے لگایا میرا سینہ دودھ سے بھر گیا۔آپ بھی سیراب ہوئے اور عبداللہ بھی۔ اس سے پہلے وہ بھوک سے رو رو کر بے حال ہو رہا تھا۔ میرا شوہر حارث جب رات کو دیکھ بھال کے لیے اٹھا تو اونٹنی کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے پائے۔چنانچہ اس نے اتنا دودھ نکالا جتنا ہمیں درکار تھا اور ہم نے پیٹ بھر کر پیا۔آج کی رات بڑی خیر و برکت کی تھی جس میں ہم اور ہمارا بیٹا پیٹ بھر کر خوب سیراب ہو کر سوئے۔ حارث نے کہا، اے حلیمہ میرے عقیدہ کے مطابق تو نے ایک بڑے مقدس اور مبارک بچے کو حاصل کیا ہے ہمارے بچے بھی میٹھی نیند سو رہے ہیں۔

جب مکہ مکرمہ سے واپس ہوئے تو میری دراز گوش اور اونٹنی سب سواریوں سے آگے نکل گئی اور اس تیزی سے آگے نکلی کہ پھر کوئی سواری آگے نکلنا تو کیا اسے مل بھی نہ سکی۔ قافلہ والے پکار اُٹھے اے حلیمہ ہمیں دوڑا دوڑا کر نہ تھکا۔ اپنی سواری کو آہستہ کر اور یہ تو بتا کہ یہی وہ دراز گوش ہے جس پر تو گھر سے روانہ ہوئی تھی اور سب سے پیچھے رہ گئی تھی۔اور جا بجا رُکتی تھی۔ حلیمہ نے کہا، ہاں خدا کی قسم سواری تو وہی ہے (لیکن سوار بدل گیا ہے) سب نے کہا پھر تو واقعی اس کی عجیب شان ہے۔ اور اس طرح مسافت طے کر کے اپنے قبیلہ بنی سعد بن بکر کی آبادی میں اپنے گھروں کو پہنچے۔

گھر آئے تو خشک سالی اور قحط سرسبزی و شادابی اور خوش بختی و خوشحالی سے تبدیل ہو چکی تھی۔

اور زمین سبزہ کے ساتھ لہلہا رہی تھی مگر یہ سعادت صرف ہمارے مقدر میں تھی۔ واللہ ہم اور اہل قریہ اکھٹے اپنے جانوروں کو چرانے کے لیے بھیجتے۔ ہماری بھیڑ بکریاں پیٹ بھر کر دودھ سے لبریز واپس ہوتیں اور جب کہ ان کے جانور خالی پیٹ بغیر دودھ کے آتے۔ وہ اپنے چرواہوں سے کہتے تمہارے لیے ہلاکت ہو تم اس چراگاہ میں کیوں نہیں جاتے جس میں حلیمہ کے جانور جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اسی چراگاہ میں جاتے لیکن پھر بھی دودھ سے خالی اور بھوکے لوٹتے۔

حضور ﷺ کے متعلق یہ دیکھا گیا کہ آپ ایک دن میں اتنے بڑھ جاتے جتنے دوسرے بچے ایک مہینہ میں بڑے ہوتے ہیں۔ جب وہ دو سال کے ہوئے تو مضبوط اور توانا ہو گئے چنانچہ ہم انہیں حضرت آمنہ کی خدمت میں لے گئے (تاکہ وہ زیارت کرلیں) ہم نے درخواست کی کہ آپ کو واپس لے جانے کی اجازت دی جائے لیکن حضرت آمنہ پہلے تیار نہیں ہوئیں لیکن بہت اصرار کے بعد حضرت آمنہ نے اجازت دے دی اور حضور ﷺ کو ہم (حلیمہ) واپس لے آئے۔

5.4 پہلا شق صدر

واپسی کے دو ماہ بعد (یعنی جب آپ کی عمر شریف دو سوا دو سال کے قریب تھی) آپ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ (عبداللہ آپ کے رضاعی بھائی اور انیسہ اور خداما جو شیما کے نام سے مشہور ہیں آپ کی رضاعی بہنیں تھیں) گھر کے پچھلے جانب نکلے تو عبداللہ دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ فوراً چلو اور میرے قریشی بھائی کی خبر لو۔ چونکہ دو آدمیوں نے انھیں زمین پر لٹایا اور پیٹ چاک کر دیا ہے۔ حلیمہ اور حارث دوڑے تو آپ زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور چہرہ زردی مائل ہو گیا تھا۔ پوچھنے پر آپ ﷺ نے بتایا۔

''دو شخص میرے پاس آئے جن کے کپڑے سفید تھے۔ انہوں نے مجھے لٹا دیا۔ سینہ اور پیٹ چاک کیا آگے معلوم نہیں انہوں نے کیا کیا۔''

چنانچہ حلیمہ ان کو گھر لائیں اور حارث سے مشورہ کے بعد آپ کو والدہ ماجدہ کے پاس مکہ مکرمہ واپس لے آئیں۔ حضرت آمنہؓ نے پوچھا تم انہیں اتنی جلدی واپس لے آئیں۔ حالانکہ تم بڑے اصرار سے انھیں لے کر گئی تھیں۔ حلیمہ نے کہا، کہ ہم جو خدمت کر سکتے تھے وہ کی ہمیں خوف ہے کہ ہمارے

پاس رہتے ہوئے انہیں کوئی عارضہ نہ لاحق ہو جائے اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ ان کا والدہ کے پاس ہی رہنا مناسب ہے۔

حضرت آمنہ نے کہا کہ ایسی بات نہیں ہے۔تم سچ سچ بتاؤ کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے۔ اور آپ کا اصرار جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہم نے پورا واقعہ عرض کر دیا۔ حضرت آمنہؓ نے کہا خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرے اس بیٹے کی شان عظیم اور حال عجیب ہے۔ جب میں حاملہ ہوئی تو مجھے معلوم نہیں کہ کسی ماں کا حمل اتنا خفیف اور لطیف ہو اور اتنا عظیم برکتوں والا۔ اور جب یہ دنیا میں تشریف لائے تو ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے تھے اور سر اقدس آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے تھے۔ اچھا تو اب انہیں میرے پاس ہی رہے دو۔ (اس طرح حضور سوا دو سال کی عمر شریف میں اپنی والدہ کے پاس واپس آگئے۔)

5.5 دوسرا شق صدر۔عمر شریف تقریباً چار سال

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ حلیمہ سعدیہ کے ہاں چار سال قیام پذیر رہے۔ آپ اپنے رضاعی بہن بھائیوں سے ساتھ مال مویشی کی طرف تشریف لے گئے جو گھر سے قریب ہی تھے۔ ایک موقع پر آپ کے پاس دو فرشتے آئے۔ آپ کو زمین پر لٹایا بطن اقدس اور سینہ مبارک چیرا اور سیاہ رنگ گوشت کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا۔ اور پھر آپ کے اندرونِ بدن کو برف کے پانی سے دھویا جو ایک سنہری برتن میں تھا۔ پھر آپ کا امت میں سے ہزار اشخاص کے ساتھ موازنہ کیا گیا تو آپ ان سب پر بھاری نکلے۔ اس پر ایک نے دوسرے سے کہا چھوڑو اس بات کو اگر امت کے سارے افراد بھی دوسرے پلڑے میں رکھو پھر بھی یہ ان پر بھاری ہو جائیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہؓ، حضور ﷺ کی تلاش میں نکلیں۔ دیکھا تو آپ اپنی بہن کے ساتھ ہیں۔ بولیں میرے بیٹے کتنی گرمی ہے اور تم باہر پھر رہے ہو۔ آپ کی بہن بولیں، اماں میرے بھائی کو ذرا گرمی نہیں لگتی کیوں کہ ایک بادل ان پر سایہ فگن رہا ہے۔ جب یہ چلتے ہیں تو وہ بھی اوپر چلتا اور جب آپ ٹھہر جاتے تو یہ بھی رک جاتا یہاں تک کہ ہم اس حال میں یہاں پہنچے۔

حضرت حلیمہؓ، حضورﷺ کی خدمت میں مکہ مکرمہ تشریف لائیں جب حضورﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہو چکا تھا اور اپنے علاقے میں قحط سالی کی شکایت کی۔ حضورﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے ان کے متعلق بات کی تو انہوں نے چالیس بکریاں اور ایک اونٹ جو عورتوں کے سواری کے لائق تھا عطا فرمایا اور وہ خوشی خوشی واپس لوٹیں۔

5.6 تیسرا شق صدر۔ عمر شریف تقریباً دس سال

حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پوچھنے پر حضورﷺ نے فرمایا ''میری عمر کوئی دس سال سے چند ماہ زیادہ ہوگی، میں جنگل میں جارہا تھا کہ اچانک اوپر سے آواز سنائی دی۔ ایک شخص دوسرے سے پوچھتا ہے کہ یہ وہی ہیں؟ پھر وہ انتہائی خوبصورت چہروں کے ساتھ کہ ایسی خوبصورتی میں نے کہیں نہیں دیکھی، دونوں نے مجھے ایک ایک بازو سے پکڑ کر کہ ان کے پکڑنے کا مجھے احساس بھی نہ ہوا۔ زمین پر لٹا دیا اور سیدھا زمین پر لٹا کر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کا سینہ چاک کرو اور دیکھتے ہی دیکھتے میرا سینہ چاک کیا۔ نہ تو درد ہوا نہ خون نکلا۔ پہلا بولا بخل اور حسد کو نکال دو جو صفات رذیلہ کا مرکز ہوتا ہے۔ چنانچہ دوسرے نے میرے دل سے ایک گوشت کا لوتھڑا نکال باہر کیا۔ پہلے نے پھر کہا، اب رحمت اور رافت دل مقدس میں داخل کردو۔ تو جس قدر ٹکڑا انہوں نے نکالا تھا اتنا ہی بڑا چاندی کی طرح سفید اور چمکدار ٹکڑا اندر رکھ دیا۔ پھر میرے دائیں پیر کا انگوٹھا پکڑ کر اچھی طرح ہلایا اور کہا اُٹھو دوڑو اور سلامت رہو۔ میں واپس ہوا تو لوگوں میں اس حال میں پھرتا تھا کہ ہر چھوٹے پر رأفت اور ہر بڑے پر رحمت سے پیش آتا۔ (گویا آپ مجسم رحمت و رأفت بن گئے اور وہ بھی عالم کے تمام لوگوں کے لیے۔ **وما ارسلنک الا رحمة للعالمین**)

5.7 حضرت سیّدہ آمنہؓ کا سانحہ وصال

جب آپ کی عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو آپ والدہ کے ہمراہ ننھیال مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ تاکہ اپنے اخوال (ماموں) کی زیارت کرلیں۔ ام ایمنؓ بھی ساتھ تھیں جو حضورﷺ کی خدمت بجا لاتی تھیں۔ یہ مختصر قافلہ دو اونٹوں پر سوار ہوا۔ اور مدینہ منورہ پہنچ کر دار نابغہ میں قیام پذیر ہوا اور ایک ماہ

تک قیام کیا۔

دارِ نابغہ (مکان) کو دیکھ کر آپ نے فرمایا (ہجرت کے بعد) یہاں میری والدہ مجھے لائی تھیں اور اسی مکان میں میرے والد کی قبر انور ہے اور میں بنی عدی بن النجار کے تالاب میں خوب تیرتا تھا۔ یہود مجھے آ کر دیکھتے۔ اُم ایمنؓ فرماتی ہیں کہ میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہی ان کا دار الہجرت ہے۔ میں نے ان کی اس بات کو خوب ذہن نشین کرلیا۔

پھر حضرت آمنہ حضور ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ واپس لوٹیں۔ مگر جب ابواء پر پہنچیں تو آپ کا وصال ہو گیا۔ اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ مکہ مکرمہ ام ایمن کے ساتھ واپس پہنچے۔

مقام ابوا پر (فتح مکہ کے سفر کے دوران) رسول اکرم ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر مبارک کی زیارت فرمائی۔ تو خود بھی روئے اور صحابہ بھی۔ پھر فرمایا میں نے رب کریم سے والدہ کی مغفرت کی دعا کے لیے اجازت چاہی تو اجازت نہ ملی۔ پھر زیارت کی اجازت طلب کی اجازت مل گئی لٰہذا تم بھی قبور کی زیارت کیا کرو۔ اس سے موت کی یاد آتی ہے اور دنیا کی طرف رغبت کم ہوتی ہے۔

حضرت آمنہؓ کے انتقال کے بعد حضرت عبدالمطلب نے حضور ﷺ کو اپنے پاس رکھا اور اتنی شفقت اور محبت فرمائی کہ اتنا اپنی اولاد کے لیے بھی نہیں فرماتے تھے۔ اور آپ کو قریب بیٹھاتے اور انتہائی تعظیم و تکریم فرماتے اور اپنی مخصوص مسند پر (جو کعبہ کے ساتھ بچھی ہوتی) اگر آپ تشریف فرما ہوتے اور کوئی روکتا تو حضرت عبدالمطلب سختی سے منع فرماتے اور کہتے اسے نہ روکو میرے اس بیٹے کو ملک و سلطنت عطا کیا جائے گا۔

حضرت عبدالمطلب ام ایمنؓ کو جو حضور ﷺ کی خادمہ تھیں فرماتے، اے برکت (ام ایمن) میرے اس بیٹے کے ساتھ غفلت و بے پروائی نہ برتنا کیوں کہ اہل کتاب کہتے ہی کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔ حضور ﷺ کے بغیر کھانا تناول نہ فرماتے۔

5.8 حضرت عبدالمطلب کی بارش کے لیے دُعا

رقیقہ کہتی ہیں قریش پر لگاتار چند سال گذرے جن میں بارش نہ ہوئی۔ اور قحط سالی اپنے

عروج پر تھی۔ میں نے نیند یا اونگھنے کی حالت میں یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص سخت اور بلند آواز میں یوں اعلان کر رہا ہے کہ اے جماعت قریش مبعوث ہونے والے نبی کا زمانہ قریب آچکا ہے۔ لہٰذا تم جلدی پانی اور خوش حالی کا منہ دیکھو گے اور اس کے لیے یہ کرو کہ اپنے میں سے ایک ایسے شخص کو تلاش کرو جو درمیانہ قد ہے اور بھرپور جسم والا، سفید چمکیلی رنگت، لمبی اور گھنی پلکیں، ڈھلوان رُخسار، لمبی اور بلند ناک والا ہے۔ وہ صاحب فخر ہے لیکن خوامخواہ اپنے کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ صبر، استقامت، حلم اور وقار کا مظہر ہیں۔ اور لوگوں میں ان کے لیے کشش ہے۔ یہ ہستی اپنے نور نظر اور لخت جگر کو لے اور ہر قبیلہ، ایک ایک فرد ان کے ساتھ نکلے جو اچھی طرح غسل کر کے خوشبو لگا کر حجر اسود کا استلام کرنے کے بعد کوہِ ابو قبیس پر چڑھیں۔ وہ صاحب بارش کی دعا کریں اور پوری قوم آمین کہتے رہے اور جتنی بارش چاہو حاصل ہو جائے گی۔

صبح میں نے لوگوں کو خواب بیان کیا اور اس شخص کے متعلق دریافت کیا۔ حرم پاک کی عزت کی قسم ہر مکی نے میرے خواب کو سن کر کہا کہ بلاشبہ یہ صرف اور صرف عبدالمطلب ہیں۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب حضور ﷺ کو جو ابھی (بمشکل سات سال) چھوٹے تھے لے کر تمام افراد کے ساتھ خواب میں بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرتے ہوئے جبل ابوقبیس پر چڑھے کہ عبدالمطلب کے ساتھ حضور پاک ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور یوں دُعا کی۔

”اے قاضی الحاجات اور دافع البلیّات اِلٰہ العالمین، یا علیم تجھے بتانے کی ضرورت نہیں تو ہی ہر ایک کے سوال اور حاجت کی اُمید گاہ ہے اور بخل سے پاک ہے۔ یہ تیرے بندے اور بندیاں ہیں جو تیرے حرم کی پہاڑیوں پر کھڑے تیری جناب میں اپنی قحط سالی کی شکایت پیش کرتے ہیں۔ جس نے کچھ نہ چھوڑا نہ پانی نہ جانور نہ کھیتی لہٰذا ایسی کثیر بارش عطا فرما جو کھیتوں کو لباب بھر دے اور ہمیں خوش حال بنا دے۔“

رقیقہ کہتی ہیں کہ ابھی لوگ اسی جگہ کھڑے تھے کہ آسمان گویا پانی کے ساتھ پھٹ پڑا اور پانی کے دھانے کھل گئے اور وادی پانی کی موجوں کے ساتھ چنگھاڑ رہی تھی۔

رقیقہ نے اس دن کی عظمت کو دیکھتے ہوئے عبدالمطلب کی شان میں یہ اشعار کہے:

"اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر اور علاقے کو بارش سے سیراب فرمایا جب ہم نے پانی کم کر دیا تھا اور آسمان نے بھی بارانِ رحمت روک لیا تھا۔

وہ مبارک افعال و اعمال والے ہیں ان کی بدولت بارش طلب کی جاتی ہے اور ساری مخلوق میں ان کا ہم پلہ اور مماثل نہیں۔

وہ سرتا پا اللہ کا احسان ہیں کیونکہ وہ نیک فال اور نیک بخت ہیں اور ان سب سے بہتر جن کے ساتھ قبیلہ مضر کو کبھی بھی بشارت دی گئی۔"

5.9 حضرت عبدالمطلب کا وصال

حضور انور ﷺ کی عمر مبارک 8 سال تھی اور ایک روایت کے مطابق عبدالمطلب 82 سال کے تھے جب آپ کا وصال ہوا۔

حضرت عبدالمطلب کا جنازہ حجون کے قبرستان کے لیے روانہ ہوا تو حضور انور ﷺ، جو آٹھ سال کے تھے جنازے کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور شفیق دادا کی جدائی میں آنسو بہا رہے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے انتقال سے پہلے حضور ﷺ کو ابوطالب کے سپردگی میں دیا۔ چونکہ حضور ﷺ کے والد عبداللہ اور ابوطالب والدہ کی طرف سے سگے بھائی تھے اور حضرت زبیر بھی سگے بھائی تھے، لیکن ترجیح حضرت ابوطالب کو دی گئی۔ اوّل اس لیے کہ عبدالمطلب کی وصیت تھی۔ دوسرا یہ کہ قرعہ اندازی میں حضرت ابوطالب کا نام نکلا، اور تیسرے قول کے مطابق خود حضور ﷺ نے حضرت ابو طالب کو اختیار کیا اور یہ اعزاز بخشا۔

5.10 حضور ﷺ انور کا حضرت ابوطالب کے ساتھ رہنا

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد حضرت ابو طالب حضور انور ﷺ کو اپنے گھر لے آئے اور آپ انہیں کے پاس رہتے۔ ابوطالب کے گھر مال و دولت نہ تھی نہ ہی رزق کی فراوانی تھی لیکن حضور انور ﷺ سے اپنی اولاد سے زیادہ محبت کرتے تھے اور ہمیشہ اپنے ساتھ سلاتے اور ساتھ رکھتے اور ایسی اُلفت و محبت حضور ﷺ سے ہوگئی کہ کسی شے سے بھی

اتنی نہ تھی۔

کھانے کے وقت جب تمام اہل خانہ کھانے کے لیے بیٹھتے تو ابوطالب انہیں روک دیتے اور کہتے کہ جب تک میرا بیٹا (محمد ﷺ) نہ آجائے کھانا شروع نہ کریں اور حقیقت یہ تھی کہ جس کھانے میں حضور ﷺ شرکت فرماتے تو اتنی برکت ہوتی کہ سب سیر ہو کر کھاتے اور کھانا بچ جاتا اور ختم ہونے کو نہ آتا۔ ابوطالب آپ ﷺ سے عرض کرتے تم تو بڑے برکت والے ہو۔ (گویا بظاہر ہم تمہاری پرورش کر رہے ہیں لیکن درحقیقت ہماری پرورش تم کر رہے ہو)

سب بچے صبح اُٹھتے تو آنکھوں پر مواد ہوتا، بال پراگندہ ہوتے، لیکن حضور ﷺ اُٹھتے تو آنکھیں صاف و شفاف سرمگیں ہوتیں اور بالوں پر قدرتی طور پر تیل لگا ہوتا گویا قدرت اس ہستی کا چہرہ بھی دھلا رہی تھی اور بال بھی جما رہی تھی۔

حضرت عمرو بن سعید سے مروی ہے کہ ابوطالب نے فرمایا کہ میں بازارِ ذوالمجاز میں تھا اور میرے ساتھ میرے بھتیجے (نبی کریم ﷺ) تھے۔ مجھے سخت پیاس لگی تو ان سے پیاس کی شکایت کی اور یہ اس لیے نہیں کہ ان کے پاس پانی تھا بلکہ ویسے ہی اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔ بظاہر ہم دونوں ہی بھوکے اور پیاسے تھے۔ میرے عرض کرتے ہی حضور ﷺ سواری سے اُترے اور کہا آپ کو بہت ہی پیاس لگی ہے۔ میں نے کہا، ہاں۔ بات تو اسی طرح ہے۔ آپ نے زور سے ایڑی زمین پر ماری تو پانی کا چشمہ اُبل پڑا اور فرمایا اے چچا پیو تو میں نے اس چشمہ فیض سے پانی پی کر اپنی پیاس بجھائی۔

5.11 حضرت ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر اور بحیرہ راہب سے ملاقات

آپ ﷺ کی عمر شریف بارہ سال تھی جب ابوطالب پہلی دفعہ شام کے سفر پر روانہ ہوئے تو حضور ﷺ کو بھی ساتھ لیا۔ جب قافلہ بصرہ پہنچا تو وہاں ایک گرجا گھر کے قریب پڑاؤ ڈالا جہاں ایک راہب رہتا تھا اور وہاں اور بھی علماء نصاریٰ رہتے تھے جو درس و تدریس میں مشغول تھے۔ اس سے پہلے بھی قریشی قافلے وہاں پڑاؤ ڈالتے رہتے تھے۔ لیکن کبھی اس راہب نے بات چیت اور ملاقات نہیں کی۔ اس نے اہل قافلہ کے لیے کھانا تیار کیا اور سب کو دعوت دی۔ سبب اس کا یہ تھا کہ جب یہ قافلہ راہب

کے سامنے آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک بادل حضور ﷺ پر سایہ فگن ہے۔ اور جب اہل قافلہ درخت کے نیچے اُترے تو وہ بادل درخت کے اوپر ساکن ہوگیا۔ جب اہل قافلہ درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور حضور ﷺ کو سائے میں جگہ نہ ملی تو درخت کی شاخیں حضور ﷺ کی طرف جھک گئیں اور حضور ﷺ پر سایہ کیا۔

بحیرہ عجیب وغریب منظر دیکھ رہا تھا تو صومعہ (گرجا گھر) سے نیچے اُترا اور کھانا لگوا کر اہل قافلہ کو دعوت دی کہ اے قومِ قریش تمہارے لیے کھانا تیار ہے اور سب، چھوٹا بڑ، آزاد و غلام سب شریک ہوں کوئی پیچھے نہ رہے۔ اور امید ہے تم مجھے اس اعزاز و اکرام سے نوازو گے۔ اہل قافلہ کو بحیرہ (راہب کا نام) کی دعوت پر حیرت ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا اور انھوں نے بحیرہ سے پوچھا بھی لیکن بحیرہ نے کہا کہ میں آپ لوگوں کو اس عزت و اکرام کا حقدار سمجھتا ہوں۔ تمام لوگ دعوت میں شریک ہوئے لیکن حضور ﷺ اپنی نوعمری کے باعث سامان کی دیکھ بھال میں مصروفیت کی وجہ سے دعوت میں شریک نہ ہوئے۔

جب بحیرہ نے ان لوگوں میں وہ علامات جنھیں قریب سے دیکھنے کے لیے بلایا تھا، نہ پائیں، بلکہ بادل ان میں سے کسی پر سایہ فگن نہ تھا، وہ تو دور پیچھے کسی کی خدمت میں موجود تھا۔ بحیرہ نے پوچھا کہ تم میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہنا چاہیے تو اس پر انھوں نے کہا کہ تمام لوگ آئے ہیں صرف ایک بچہ رہ گیا ہے جو ہمارے سامان کی حفاظت پر مامور ہے۔ راہب نے کہا اسے بھی بلاؤ تاکہ وہ دعوت میں شریک ہو۔

انھوں نے کہا کہ وہ ہم سب سے نسبت کے لحاظ سے اعلیٰ سردار مکہ عبدالمطلب کا پوتا اور یہ ابو طالب کا بھتیجا ہے۔ حارث بن عبدالمطلب (حضور ﷺ کے بڑے تایا) بولے واقعی ہمارے لیے یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ عبدالمطلب کا عزیز ترین پیچھے رہ جائے۔ چنانچہ وہ اُٹھ کر گئے اور آپ کو سینے سے لگا کر لائے اور دسترخوان پر بٹھایا۔ بحیرہ دیکھ رہا تھا کہ بادل آپ کے اوپر سایہ کرتے چلا آرہا ہے۔ بحیرہ حضور انور ﷺ کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اور ان تمام جسمانی علامات کو تلاش کرتا رہا جو کہ اپنی کتب آسمانی میں لکھی ہوئی پائی تھیں اور دل ہی دل میں تصدیق اور موافقت کرتا رہا۔

جب سب لوگ کھانا کھا کر چلے گئے تو بحیرہ حضورﷺ کے قریب آیا اور عرض کیا اے شہزادے میں تمہیں لات وعزا (قریش کے بت) کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں اس لیے جو کچھ پوچھوں صاف صاف بتلانا۔ حضورﷺ نے فرمایا مجھے لات اور عزا کی قسم نہ دو۔ ان سے زیادہ کسی چیز کو میں مبغوض اور بُرا ناپسند نہیں سمجھتا۔ راہب نے کہا کہ آپ کو اللہ کا واسطہ اور اس کے نام اقدس کی قسم جو کچھ پوچھوں صاف صاف بتلا دینا۔ تو آپ نے فرمایا ہاں، اب جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

اس نے حضورﷺ سے اپنے سوالات کے جو جوابات سنیں تو وہ کتب سابقہ کی پیشن گوئیوں کے مطابق تھے۔ اس نے آپ کی آنکھوں کو غور سے دیکھا اور پشت پر مہر نبوت کی علامت کو دیکھ کر بوسہ لیا جو کتب سابقہ کے عین مطابق تھیں۔ قریش نے یہ جانا کہ راہب کے نزدیک حضورﷺ کا بڑا مرتبہ ہے اور ابوطالب اس کا طرزِ عمل دیکھ کر پریشان ہوئے۔ راہب نے پوچھا یہ بچہ تمہارا رشتہ میں کیا ہے۔ انہوں نے کہا بیٹا ہے۔ اس نے کہا بیٹا تو نہیں ہوسکتا اور نہ اس شہزادے کی یہ شان ہے کہ والدین کی تربیت و پرورش پر اس کو چھوڑ دیا جائے (اللہ پاک خود ان کی تربیت فرمانے والا ہے) پھر آپ نے کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ ان کے والد کہاں ہیں۔ ابوطالب نے فرمایا کہ جب یہ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے اس وقت ان کا انتقال ہوا۔ اور ان کی والدہ؟ انہوں نے فرمایا وہ بھی تھوڑے عرصہ بعد انتقال فرما گئیں۔

راہب نے کہا تم نے سچ کہا۔ اپنے اس عزیز کو لے کر واپس اپنے شہر لوٹ جاؤ اور یہود سے ان کو محفوظ رکھنا اگر انہیں ان علامات کا علم ہو گیا جو ان میں دیکھی ہیں تو وہ ایذا رسانی کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ شام کے (رومیوں) سات آدمی نمودار ہوئے اور راہب ان کے پاس پہنچا اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ تو انہوں نے بتایا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ سیدالانبیاء اس ماہ میں اس علاقے میں تشریف لانے والے ہیں۔ ہم ان کی کھوج میں یہاں آئے ہیں۔ راہب نے کہا کہ مجھے بتلاؤ کہ جس امر کو اللہ تعالیٰ کرنا چاہیں کیا اس کو کوئی ٹال سکتا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں اور پھر اس راہب سے بیعت کی اور اس کے پاس ٹھہر گئے۔ راہب ابوطالب کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں قسمیں دے کر

بصرہ سے واپس کردیا اور اپنی طرف سے میدہ، دودھ اور شکر سے تیار کردہ روٹیاں جس کو کعک کہا جاتا ہے بطور زادِ راہ پیش کیں۔

ابوطالب حضور ﷺ کو اپنی حفاظت میں مکہ مکرمہ واپس لے آئے اور پھر آپ کو کبھی شام کی طرف نہیں لے گئے۔

5.12 نبی کریم ﷺ اور جنگ فجار

جنگ فجار کے نام سے دو جنگیں معروف ہیں۔ فجار اوّل اور فجار ثانی۔

فجار اوّل میں تین مرتبہ جنگیں ہوئیں اور اس وقت حضور ﷺ کی عمر شریف دس سال تھی اور آپ ﷺ نے اس میں حصہ نہیں لیا۔ پہلی مرتبہ ایک شخص بدر بن معشر (جو انتہائی متکبر تھا) نے اپنا پاؤں دراز کیا اور کہا کہ اگر کسی کو اتنا عظیم اور عزیز ہونے کا دعویٰ ہے تو وہ تلوار سے اسے کاٹ دے۔ قبیلہ بنی نصر سے ایک شخص احمد بن مازن نے تلوار اٹھائی اور بدر کا پیر گھٹنے سے الگ کر دیا۔ اس پر دونوں قبیلوں میں جنگ شروع ہوئی۔

دوسری مرتبہ بنی عامر کی ایک عورت کو جو بازار عکاظ میں بیٹھی تھی چند قریشی نوجوانوں نے جو بنی کنانہ سے تھے چھیڑ چھاڑ کی اور اسے چہرہ سے کپڑا ہٹانے کا کہا اور کسی ترکیب سے کرتے کا پچھلا حصہ اٹکا دیا جب وہ اُٹھی تو پیٹھ ننگی ہوگئی۔ اس نے غیرت اور غصہ سے پکارا یا آل عامر اور اس طرح برادری کو جمع کرلیا اور بنو کنانہ اور بنو عامر میں جنگ چھڑ گئی۔ دونوں طرف سے کئی آدمی قتل ہوئے۔ آخر میں حرب بن اُمیہ درمیان میں پڑے اور معافی تلافی کے بعد جنگ ختم ہوئی۔

تیسری مرتبہ بنی عامر میں سے ایک شخص کا بنی کنانہ کے آدمی پر قرض تھا، اس نے قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کی۔ دونوں میں جھگڑا بڑھ گیا یہاں تک کہ دونوں قبیلوں میں جنگ کی نوبت آگئی۔ لیکن ابن جدعان نے اپنی طرف سے وہ قرضہ ادا کر کے اس جھگڑے کو ختم کیا اور جنگ ٹل گئی۔ ان تینوں مواقع پر حضور ﷺ موجود نہیں تھے۔

فجار ثانی کے وقت حضور ﷺ چودہ سال کے تھے۔ قبیلہ ہوازن نے اقدامِ قتال کیا اور وہ بنو

کنانہ پر حملہ آور ہوئے جو حرم میں تھے۔ اس جنگ کو فجار اس لیے کہا گیا کہ یہ جنگ حرم کے اندر ہوئی اور ہتک حرم کا ارتکاب ہوا۔ حضور ﷺ اس جنگ میں موجود تھے اور فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچاؤں کو تیر مہیا کرتا تھا۔

5.13 حلف الفضول اور سرورِ کائنات ﷺ

قریش کی باہمی ظلم و زیادتی کو جس میں حرم پاک کی بے حرمتی ہوتی تھی، عبداللہ بن جدعان اور زبیر بن عبدالمطلب نے ایک عہد و پیمان تیار کیا جس میں سب پر یہ لازم ٹھہرایا گیا کہ مظلوم کی سبھی حمایت کریں اور اس کا حق دلوائیں اور ظالم کی کوئی مدد نہ کرے۔ چنانچہ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور عبداللہ بن جدعان کے گھر یہ عہدنامہ طے پایا۔ اس وقت حضور ﷺ نوجوان تھے اور آپ کی عمر شریف بیس سال تھی۔

حضرت ابو عبیدہ کی روایت کے مطابق یمن سے ایک تاجر نے بنی سہم کے ایک آدمی کو مال فروخت کیا مگر خریدار نے قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیا۔ اس یمنی تاجر نے حطیم میں کھڑے ہو کر اشعار میں اپنی فریاد پیش کی اور اللہ کے گھر کی زیارت کرنے والوں کو ظلم کا نشانہ بنانے کی شکایت کی۔

اس پر عبداللہ بن جدعان کے گھر پر یہ عہد نامہ ترتیب پایا جس میں مظلوم کی حمایت کا اور ظالم کی مدد نہ کرنے کا عہد کیا گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں عبداللہ بن جدعان کے گھر طے پانے والے معاہدہ میں شریک تھا اور مجھے یہ پسند نہیں کہ اس معاہدہ کے بدلے مجھے سرخ اونٹ مل جاتے اور میں اس معاہدہ میں شریک نہ ہوتا۔ اگر ایسا معاہدہ زمانہ اسلام میں ہو جائے اور اہل مکہ ایسے معاہدہ پر آمادہ ہو جائیں تو میں اس پر راضی ہوں۔

5.14 اعلانِ نبوت سے پہلے حضور ﷺ کی عبادتیں

حضور ﷺ کو بچپن سے ہی بتوں سے سخت نفرت تھی اور ان سے بیزار تھے۔ عزیز و اقارب کے اصرار پر بھی بتوں کی پرستش تو کیا قریب بھی نہ جاتے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ اُم ایمنؓ فرماتی ہیں کہ قریش کا ایک بت تھا جس کا نام بوانہ تھا اس کی خاص طور پر تعظیم و عبادت کی جاتی اور سال میں ایک دن اس کا میلہ لگتا جس میں قریش اس کے پاس صبح سے شام تک حاضر (معتکف) رہتے۔ ابوطالب بھی قوم کے ساتھ جاتے۔ حضور ﷺ سے چلنے کی درخواست فرماتے تو آپ ﷺ انکار کر دیتے۔ آپ ﷺ کی پھوپھیاں کہتیں کہ ان کے نہ جانے سے یہ بت ناراض نہ ہو جائے اور کوئی وبال کا ڈر لگا رہتا ہے اور یہ کہ حضور ﷺ کو چاہیے کہ وہ قوم کا ساتھ دیں اور میلے میں شرکت کریں۔

جب ان کا اصرار بہت بڑھ گیا تو ایک سال حضور ﷺ ان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ اور ان کی نظروں سے کافی دیر اوجھل رہنے کے بعد جب سامنے آئے تو آپ ﷺ پر خوف اور وحشت کے آثار تھے۔ آپ ﷺ سے پھوپھیوں نے عرض کیا تمہیں کس بات نے گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ مجھ پر جن اثر انداز نہ ہو گئے ہوں۔ انھوں نے کہا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شیاطین کی آزمائش سے دوچار کرے کیونکہ تم پاکیزہ صفات اور عادات کے مالک ہو۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم نے کیا دیکھا ہے، جس سے یہ اندیشہ پیدا ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا میں جب بھی کسی بت کے قریب گیا ایک سفید رنگ کا دراز قد شخص میرے قریب آجاتا اور کہتا "اے محمد (ﷺ) پیچھے ہٹ جایئے اس بت کو ہاتھ نہ لگائیں۔" اُم ایمنؓ کہتی ہیں اس کے بعد آپ کبھی اس میلے میں شریک نہ ہوئے یہاں تک کہ اعلانِ نبوت کا حکم آ گیا۔

اس لیے جب بحیرہ نے لات و عزیٰ کی قسم دی تو آپ نے فرمایا مجھے ہرگز ان کا واسطہ نہ دو ان سے سخت نفرت ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ اپنی قوم کے دین و مذہب پر ہرگز نہ تھے یہاں تک کہ بتوں کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کا گوشت بالکل نہ کھاتے تھے۔ بلکہ آپ بعثت سے پہلے دین ابراہیمی پر کاربند تھے۔

کیا آپ بعد از بعثت و نزولِ وحی پہلی شریعتوں پر عمل پیرا رہے؟ اس میں دو روایتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ بذریعہ وحی جن اُمور کا شریعت رُسل میں سے ہونا معلوم ہوتا۔ اس پر عمل فرماتے۔ دوسری

روایت یہ ہے کہ آپ کسی دوسری شریعت پر عمل پیرا نہیں تھے بلکہ جو وحی آپ پر نازل ہوتی اسی پر کاربند ہوتے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حضورﷺ کسی ایک نبی کی شریعت پر پابندی نہیں فرماتے تھے بلکہ جو امر بھی صحیح طریقہ پر معلوم ہوتا کہ کسی نہ کسی پیغمبر کا معمول ہے اور ان کی شریعت میں موجود ہے اس پر عمل فرما لیتے بشرطیکہ اس کو منسوخ نہ کر دیا گیا ہو۔ (یقیناً یہ باتیں قبل از بعثت اور نبوت کے اوّلیں سالوں کی ہیں جب شریعت مطہرہ کے احکامات نازل نہیں ہوئے تھے چونکہ زیادہ تر احکام ہجرت کے بعد مدنی دور میں نازل ہوئے)۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ عرب ہمیشہ اسمٰعیل کی جو باتیں معلوم تھیں ان پر کاربند تھے۔ مثلاً حج بیت اللہ، ختنہ، تین طلاق کے بعد رجوع نہ کرنا، ایک یا دو طلاق کے بعد رجوع کی اجازت، قتل ناحق کی دیت سو اونٹ، غسل جنابت، قرابت یا رشتہ داری کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام سمجھنا، حضورﷺ ان کے ساتھ ایمان باللہ اور ان باتوں پر عمل میں موافقت فرماتے تھے۔

5.15 بیس سال کی عمر میں ملائکہ کو دیکھنا

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ جب حضورﷺ بیس سال کے تھے تو اپنے چچا سے فرمایا کہ چند راتوں سے ایک شخص میرے پاس آتا ہے جس کے ساتھ دو آدمی ہوتے ہیں۔ وہ مجھے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہے تو وہی مگر ابھی ان کا وقت نہیں آیا...... مجھے اس امر نے دہشت زدہ کر دیا ہے۔

حضرت ابو طالب نے تسلی دی اور کہا خواب ہے گھبرائیے نہیں۔ کچھ دنوں کے بعد پھر کہا کہ چچا جس شخص کا ذکر کیا تھا وہ مجھ پر حملہ آور ہوا اور غلبہ پا کر اپنا ہاتھ میرے سینے میں داخل کر دیا جس کی ٹھنڈک میں ابھی تک محسوس کر رہا ہوں۔

ابوطالب آپ کو مکہ شریف کے ایک حکیم کے پاس لے گئے۔ اس نے اچھی طرح آپ کو دیکھا۔ کندھوں کے درمیان نگاہ ڈالی اور مہر نبوت کو دیکھا۔ پھر ابوطالب سے کہا کہ تمہارے بھتیجے بالکل تندرست ہیں بلکہ یہ تو خود طبیب (روحانی) ہیں اور خیر و خوبی کے علامات اور نشانات نمایاں ہیں۔ (ان کی حفاظت کریں) اگر یہود کو موقعہ ملا تو انہیں شہید کر ڈالیں گے۔ اور جو شخص انہیں نظر آیا ہے وہ جن و

شیطان نہیں ہے بلکہ وہ نورانی ملکوتی مخلوق ہے جو کہ دلوں کی جستجو کرتے ہیں۔

وہاں سے لوٹ کر کچھ دن تو وہ باتیں ظاہر نہیں ہوئیں لیکن کچھ عرصہ بعد ایک رات آپ نے دیکھا ایک شخص نے آپ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ہاتھ سینہ اقدس میں داخل کر کے دل انور کو نکالا اور کہا پاکیزہ دل ہے جو کہ پاکیزہ سینے میں ہے پھر اس کو اپنی جگہ لوٹا دیا اور آپ بیدار ہو گئے۔

5.16 حضور ﷺ کے مشاغل

ا۔ بھیڑ بکریاں چرانا

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو نبی بھی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اس نے بھیڑوں بکریوں کو چرایا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ''اور آپ نے بھی؟'' تو فرمایا، ہاں میں بھی قراریط پر بھیڑ بکریوں کو چراتا رہا ہوں۔

(قراریط، قراط کی جمع ہے جو درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ مگر ابراہیم حربی فرماتے ہیں قراریط جگہ کا نام ہے اور چاندی کا سکہ مراد نہیں۔)

ابن مقبل فرماتے ہیں کہ اس نحیف و نزار مخلوق کی نگرانی اور حفاظت کے لیے فراخ دلی اور عالی ہمتی درکار ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی تربیت و تہذب کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔

۲۔ شغلِ تجارت

مجاہد سے روایت ہے کہ سائب بن ابی السائب نے مجھے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اسلام سے قبل تجارت میں شریک اور حصہ دار تھے اور جب فتح مکہ کے موقع پر حاضر خدمت ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا خوش آمدید اس بھائی اور حصہ دار کے لیے جو نہ جھگڑا کرتا تھا اور نہ لڑائی اور خصومت کرتا تھا۔

۳۔ مال تجارت اور سفر شام

جب حضور ﷺ کی عمر شریف ۲۵ سال ہوئی تو ابو طالب نے آپ سے کہا کہ قوم قریش کا قافلہ تجارت شام جانے والا ہے۔ میرے پاس مال و دولت نہیں ہے اور آج کل تنگی بھی ہے۔ خدیجہ

بنت خویلد قریش سے بہت سے آدمی قافلہ کے ساتھ بغرض تجارت بھیجتی رہتی ہیں اگر تم آمادگی ظاہر کرو اور ان سے مال تجارت لے جانے کا کہو تو امید ہے فوراً راضی ہو جائیں گی۔ اُدھر حضرت خدیجہ کو حضرت ابوطالب کی گفتگو کا پتہ چلا تو انہوں نے خود ہی پیش کش کردی اور کہا کہ میں آپ کو اوروں کی نسبت دگنا مال پیش کروں گی تو ابوطالب نے کہا یہ رزق و مال محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی تمہارے حصہ میں آیا ہے۔

آپ ﷺ حضرت کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کے لیے نکلے اور آپ کے چچا اہل قافلہ کو آپ کے متعلق نصیحت کرنے لگے۔ یہ قافلہ جب بصریٰ پہنچا اور آپ ﷺ اور میسرہ ایک درخت کے نیچے اُترے تو وہاں کے راہب نسطورا نے کہا اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے اور کسی نے قیام نہیں کیا۔

پھر میسرہ سے راہب نے پوچھا کہ ان کی آنکھوں میں جو باریک سرخ دھاریاں ہیں وہ ہمیشہ رہتی ہیں؟ تو میسرہ نے کہا، ہاں۔ اس پر نسطورا نے کہا کہ یہ آخری نبی ہیں۔

قیام شام میں جب کسی شخص نے خصومت سے کہا کہ لات وعزیٰ کی قسم کھاؤ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے کبھی ان کی قسم نہیں کھائی حالانکہ میرے اقرباء نے بھی بارہا اس کا حکم دیا لیکن میں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ تمہاری بات درست ہے اور میسرہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے احبار وعلما آپ ﷺ کی صفات اور علامات اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ اور میسرہ دیکھتا کہ جب گرمی دوپہر کے وقت اپنے عروج پر ہوتی ہے تو دو فرشتے آپ پر سایہ اَفگن رہتے ہیں۔ میسرہ نے یہ ساری باتیں یاد رکھیں اور واپسی پر حضرت خدیجہؓ سے عرض کیں۔

حضور ﷺ شام پہنچے اور اپنا سامان فروخت کیا اور پہلے سے دگنا نفع کمایا۔ جب مکہ مکرمہ واپسی ہوئی تو دوپہر کا وقت تھا۔ حضرت خدیجہ اپنے بالاخانے پر تشریف فرما تھیں۔ حضور اکرم ﷺ کو دیکھا اپنے اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ اَفگن ہیں۔ انہوں نے یہ منظر گھر میں موجود دوسری عورتوں کو بتایا تو سب حیران ہوئیں۔ حضور ﷺ نے جب اس سفر میں ہونے والے نفع کی تفصیل حضرت خدیجہ کو بتائیں تو وہ بہت خوش ہوئیں۔

جب میسرہ نے حضرت خدیجہ کی خدمت میں وہ سارے واقعات سنائے جو حضور ﷺ کو پیش

آئے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ پر دو فرشتے سایہ افگن دیکھیں ہیں۔

5.17 حضرت خدیجہؓ سے حضور ﷺ کا نکاح

جب حضرت خدیجہؓ نے حضور ﷺ پر دو فرشتے سایہ افگن دیکھے جو آپ ﷺ کو دھوپ سے بچا رہے تھے تو اس وقت دل میں آپ سے عقد کا پختہ ارادہ فرما لیا تھا۔ آپ بڑی دانا اور زیرک خاتون تھیں حالانکہ دوسرے بہت سے لوگ آپ سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ اور اس کے لیے کوششیں و تدبیریں بھی کیں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ اور اِدھر خود حضرت خدیجہ نے نفیسہ بنت منیہ کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا۔ نفیسہ فرماتی ہیں، میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا، آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، میرے پاس مال و دولت اور شادی کے اخراجات تو ہیں نہیں میں شادی کیسے کروں اس نے عرض کیا کہ اگر اس حالت میں اگر جناب کو ایسا رشتہ ملے جو صاحب جمال و کمال بھی ہو اور صاحب ثروت بھی اور شرفِ کفاءت میں بے مثال ہو تو کیا آپ رضامند ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کون سا رشتہ ہے۔اس نے عرض کیا حضرت خدیجہ کا۔تو آپ نے فرمایا ان کے ساتھ عقد کی صورت کیسے بن سکتی ہے۔تو نفیسہ نے کہا، میں ذمہ داری لیتی ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں شادی کرلوں گا۔

نفیسہ نے حضرت خدیجہ کو یہ خوش خبری سنائی تو انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے برادری کے ساتھ گھر پر تشریف لائیں اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو بلا بھیجا تا کہ وہ آپ کے ولی بن سکیں۔ حضور ﷺ اپنے چچاؤں کے ساتھ حضرت خدیجہ کے گھر پہنچے اور باہم عقد نکاح ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ کی ۴۰ سال تھی۔ روایت میں آیا ہے کہ ابوطالب نے نکاح پڑھایا اور خطبہ نکاح بھی دیا۔ یہاں خطبہ کا کچھ حصہ دیا جاتا ہے۔

بعد اللہ کی حمد اور تحمیدی کلمات کے،

''میرے یہ بھتیجے محمد بن عبداللہ شرف و فضل کی ان بلندیوں پر فائز ہیں کہ جس کا موازنہ بھی آپ سے کیا جائے ان سب پر حاوی ہو جائیں گے۔ اگرچہ مال کی ان کے ہاں قلت ہے لیکن مال تو ڈھلتی چھاؤں ہے اور تغیر پذیر (جس کا اعتبار نہیں) محمد کی قرابت تم میں سے کون نہیں جانتا۔ انہوں نے

خدیجہ بنت خویلد کو دعوت نکاح دی ہے اور حق مہر صرف کیا ہے جس کا معجّل اور موجل میرے ذمہ ہے۔ بخدا کچھ عرصہ بعد ان کی عظمت شان بلندی مرتبہ کمال عروج پر ہوگی اور ہر ایک پر ظاہر ہوگی۔''

اس سے پہلے حضرت خدیجہ کی شادی عتیق اور ان کے انتقال پر ابوہالہ سے ہوئی تھی۔ ان دونوں کی وفات کے بعد حضورﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوا۔ اور سوائے حضرت ابراہیم کے ساری اولاد پاک حضرت خدیجہؓ سے ہے۔

5.18 تعمیر کعبہ اور حجرِ اسود کو رکھنا

اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کو جو کہ یاقوت سرخ تھا نازل فرما کر کعبہ کی جگہ رکھوایا اور اس طرح بیت اللہ کی پہلی بنیاد رکھی گئی۔ پھر اسے آسمان پر اُٹھا لیا گیا اور اس جگہ حضرت آدم علیہ السلام نے اور بعد میں آپ کی اولادوں نے گارے پتھر سے اِسے تعمیر کیا۔ طوفانِ نوح میں یہ مکان غرق ہوگیا اور اس کی جگہ صرف ایک مٹی کا ٹیلہ رہ گیا جس پر کبھی بارش اور سیلاب کا پانی نہیں چڑھتا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے تعمیر کیا اور اس کے بعد عمالِقہ اور پھر جرہم نے تعمیر کی سعادت حاصل کی اور آخر میں قریش نے اسے تعمیر کیا۔

حضورﷺ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی جب کعبہ تعمیر کیا گیا۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ جب کعبہ کو ازسرِنو تعمیر کرنے کے لیے شہید کیا گیا تو ایک کتبہ ملا جسے پڑھنے کے لیے ایک شخص کو بلایا گیا۔ تو اس نے یہ تحریر اس طرح پڑھی۔

''وہ میرے محبوب بندے ہیں جو صاحب تمکین، ثابت قدم اور سب مخلوق سے پسندیدہ۔ ان کی جائے ولادت مکہ مکرمہ اور دارِ ہجرت مدینہ منورہ ہے۔ جب تک وہ کجرو اُمت کو سیدھا نہ کرلیں گے دنیا سے دارِ آخرت کی طرف تشریف نہیں لے جائیں گے۔ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیں گے۔ ان کی اُمت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے والی ہوگی جو ہر بلندی پر اس کو یاد کریں گے۔ اور حمد و ثنا کثرت سے کرنے والے ہوں گے۔ وہ اپنی تہبند آدھی پنڈلی تک باندھیں گے اور اعضا کو وضو میں دھوئیں گے۔''

تعمیر کعبہ میں حضورﷺ شامل تھے اور ان کے ہمراہ آپ بھی پتھر لاتے تھے اور عملی طور پر حصہ

لیتے تھے۔ جب دیواریں حجر اسود تک بلند ہوئیں تو ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کا شرف اسے حاصل ہو۔ اس لیے جھگڑا پڑ گیا۔ یہاں تک کہ جنگ و جدال کی نوبت آ گئی۔ بنوعبدالدّار نے خون سے بھرا پیالہ رکھ دیا اور اس میں ہاتھ ڈوبا کر اس پر عہد لے لیا کہ ہم رکھیں گے ورنہ مر مٹیں گے۔ اسی بنا پر انہیں لَعقَۃُ الدَّم (خون چاٹنے والے لوگ) کا لقب دیا گیا۔ چند دن اسی طرح گذر گئے پھر باہم مشورہ سے طے پایا اور ابو اُمیہ بن المغیرہ نے جو قریش کا سردار تھا یہ کہا کہ جو سب سے پہلے مسجد حرم کے دروازے سے داخل ہو اسے اپنا حکم مانا جائے اور اس کا فیصلہ تسلیم کیا جائے۔ اس پر سب راضی ہو گئے۔ چنانچہ سب سے پہلے جو ہستی مسجد حرم میں داخل ہوئی وہ حضور ﷺ کی ذات اقدس تھی۔ جب لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کہا کہ یہ امین ہیں اور ان کا فیصلہ ہمیں منظور ہے۔ آپ ﷺ کو جب یہ بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک کپڑا لاؤ۔ آپ ﷺ نے اس کپڑے میں حجر اسود کو رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ اس کپڑے کا کنارہ پکڑ کر اُٹھائے جب حجر اسود نصب کرنے والی جگہ تک اٹھا دیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کو اپنی جگہ نصب کر دیا اور پھر باقی تعمیر تکمیل تک پہنچی اور اس طرح حضور ﷺ کے صدقے جنگ و جدال سے امن نصیب ہوا۔

☆☆☆

٦

وحی کی آمد آمد اور نشانیوں کا ظہور اور بشارتیں

6.1 شام کے میدان میں اعلان

نضیر بن سفیان ہذلی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم اپنے ایک قافلہ میں شام کی طرف نکلے۔ جب ہم زرقاء اور معان کے درمیان رات کو ٹھہرے تو ناگاہ فضا میں ایک سوار پکار پکار کر یہ کہہ رہا تھا کہ اے سونے والو اُٹھو۔ احمد مرسل مبعوث ہو چکے ہیں اور شیاطین کو بھگا دیا گیا ہے۔ یہ آواز سب نے سنی اور گھبرا گئے۔ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو سنا کہ قریش اور عبدالمطلب کی اولاد میں سے ایک جن کا اسم گرامی احمد ہے کے درمیان اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔

6.2 جن کی گواہی

امیر المومنین حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ ایک یمن کے بزرگ سواد بن قارب سامنے سے گذرے تو لوگوں کے بتانے پر آپ نے ان کو اپنے پاس بلایا اور کچھ اور باتیں کرنے کے بعد کہا کہ تم اپنے تابع جن کا واقعہ سناؤ۔ اس پر سواد بن قارب نے کہا کہ اے امیر المومنین میں سو رہا تھا کہ کسی شخص (وہ ان کا تابع جن تھا) نے آکر مجھے پاؤں کی ٹھوکر سے اٹھایا اور کہا کہ اے سواد بن قارب اُٹھ، اگر تجھ میں ذرّہ بھی عقل وفہم ہے تو اس کو بروئے کار لا اور کہانت چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہو جا۔ کیوں کہ اب لوی بن غالب (حضور ﷺ کے جد امجد) کی اولاد سے ایک نبی مبعوث ہو چکے ہیں جو ا

للہ کی طرف بلاتے ہیں اور اس کی عبادت کا حکم کرتے ہیں اور پھر کچھ اشعار پڑھے جس میں حضورﷺ کی صفات کا بیان تھا۔

سواد کہتے ہیں کہ میں نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور کہا مجھے سونے دے۔ دوسری رات ہوئی تو پھر آ کر اسی طرح جگایا اور کہا کہ میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ اُٹھ اور عقل سے کام لے کیونکہ لوی بن غالب کی اولاد سے ایک نبی مبعوث فرما گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھاتے ہیں اور اس کی عبادت کا حکم کرتے ہیں اور پھر کچھ اشعار پڑھے۔

سواد کہتے ہیں کہ میں نے پھر اس کی بات سنی اَن سنی کر دی اور کہا مجھے سونے دے اس وقت سخت نیند آ رہی تھی۔

تیسری رات وہ جن پھر آیا اور اوپر والی باتیں دھرائیں اور کچھ اشعار پڑھے۔

اس جن کے بار بار کہنے پر میرے دل میں اسلام سے محبت کی رغبت پیدا ہو گئی اور صبح ہوتے ہی اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ ابھی کچھ راستہ طے کیا تھا کہ معلوم ہوا آپ مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے ہیں۔ اس لیے سیدھے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ آپﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مسجد کے دروازے پر اونٹنی کو باندھا اور مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ مہتاب نبوت ستاروں (صحابہ کرام) کے درمیان جلوہ گر ہیں۔ اور صحابہ حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ میری گذارش سنیں گے۔ آپﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا اسے قریب کر دو۔ چنانچہ میں سرکار کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔ آپﷺ نے فرمایا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اور مجھے تم یہ بتاؤ کہ تمہارے تابع جن نے تمہیں کیا کہا تھا۔ میں نے عرض کیا۔

میرا مشیر (جن) نیند کی حالت میں میرے پاس آیا اور تین راتوں تک اس نے ایک ہی پیغام دیا کہ لوی بن غالب کی نسل میں سے رسول تشریف لائیں ہیں۔ میں تیز رفتار اونٹنی کے ذریعے یہاں پہنچا ہوں اور،

فاشهد ان الله لارب غيرهٔ ، و انک مامون علىٰ كل غائب

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیوب و اسرار پر اللہ

تعالیٰ کے امین ہیں۔

اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ اے باکرامت اور پاکیزہ اسلاف کی نسل کریم کہ تم سب رسولوں سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں قریب ترین وسیلہ ہو۔

اور قصیدہ کے کچھ اور اشعار بھی پڑھے جس میں حضورﷺ کو واسطہ دیا کہ قیامت میں میری شفاعت فرمائیے گا۔

سوادؓ نے جب یہ ایمان افروز قصیدہ سنایا اور مشرف بہ اسلام ہوئے تو حضورﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگا۔ اور صحابہ کرامؓ نے بھی انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔

حضرت عمرؓ فوراً اُٹھے اور سواد کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور فرمایا میں بھی چاہتا ہوں کہ تمہاری زبانی یہ تفصیل سنوں۔ آپ نے پوچھا کیا ابھی بھی وہ جن تمہارے پاس آتا ہے۔ تو سواد نے کہا نہیں اب وہ نہیں آتا۔ اور ان منتروں سے جو جنوں کو حاضر کرنے کے لیے پڑھے جاتے ہیں تلاوت قرآن کتنا اچھا نعم البدل ہے۔

6.3 مدینہ منورہ میں بعثت نبوی کی پہلی خبر

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضورﷺ کی بعثت کی پہلی خبر جو مدینہ منورہ پہنچی وہ یہ تھی کہ ایک عورت پر ایک جن عاشق تھا (اور پرندہ کی شکل میں گھر پہنچ جاتا) ایک دن وہ دیوار پر آبیٹھا تو عورت نے کہا کہ کیا بات ہے مدت سے ادھر آنا نہیں ہوا اور سلام و پیام بھی بند۔ جن نے جواب دیا کہ اب وہ ہستی ظہور پذیر ہو گئی ہے جس نے ہمارا انسانوں کے گھروں میں رہنا ممنوع قرار دیا ہے اور بدکاری کو بھی حرام فرما دیا ہے۔

6.4 بت کی گواہی

عبداللہ عمانی کہتے ہیں کہ ایک بت جس کی ہم عبادت و تعظیم کرتے تھے عمان کے قریب ایک گاؤں سمایا میں نصب تھا۔ اس کے مجاور کا نام مازن بن عضوبہ تھا۔ ہم نے ایک رات بت کے لیے قربانی کی جس کو عتیرہ کہا جاتا ہے۔ تو میں نے بت کے اندر سے یہ گواہی سنی۔

اے مازن تو اس خوش خبری کو سن کر خوش ہوگا کہ خیر غالب اور شر پوشیدہ اور ذلیل ہو گیا۔ قبیلہ مضر سے ایک نبی مبعوث ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے لوگوں کو خدائے بزرگ کا دین عطا کر دیا ہے لہٰذا اب پتھر سے تراشے ہوئے معبود کو ترک کر، تا کہ تو جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جا۔

مازن کہتے ہیں کہ بت کے اندر سے یہ آواز سن کر خوف زدہ ہو گیا۔ چند دن بعد پھر قربانی کی تو بت میں سے اسی طرح کی آواز آئی اور اس نے وہی بات پھر سے دوہرائی۔

مازن کہتے ہیں یہ تو عجیب واقعہ ہے کہ قدرت کی طرف سے میرے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اسی اثناء میں اہلِ حجاز سے ایک آدمی اِدھر آنکلا تو ہم نے پوچھا کہ تمہارے علاقے میں کوئی نئی بات تو ظاہر نہیں ہوئی۔ اس نے کہا وہاں ایک صاحب جن کو محمد کہا جاتا ہے ان کی خدمت میں جو بھی جاتا ہے تو اسے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے (یعنی میری) کی دعوت قبول کرو۔ تو میں نے کہا یہی وہ خبر ہے جو میں نے بھی سنی ہے۔

میں اُٹھا اور اس بت کو ریزہ ریزہ کر دیا اور سواری پر بیٹھ کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے مجھے اسلام کی تعلیم دی اور ان کی غلامی میں داخل ہو گیا۔

(بتوں کی گواہی کے اور بھی واقعات ہیں جو اوپر والے واقعے سے ملتے جلتے ہیں اور اصل کتاب الوفا باحوالِ مصطفیٰ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔)

6.5 حضرت تمیم داری کو وادی کے جن کی نصیحت

حضور ﷺ کی بعثت کے وقت حضرت تمیم داری فرماتے ہیں۔ میں علاقہ شام میں تھا۔ ایک دن سفر پر نکلا تو راستے میں رات ہو گئی تو زمانہ جاہلیت کے عادت کے مطابق، میں نے زور سے اعلان کیا کہ میں آج رات اس وادی کے عظیم سردار جن کی پناہ میں آتا ہوں۔ لیکن جب سونے لگا تو ایک آواز آئی۔ آواز دینے والا نظر نہ آتا تھا۔

"پناہ چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ لو۔ اللہ کی گرفت سے جن کسی کو کیا بچا سکتے ہیں۔ رسولِ امین، رسول اللہ کا ظہور ہو چکا ہے۔ ہم نے ان کے پیچھے مقام حجون میں نماز ادا کی ہے اور دولت اسلام سے سرفراز ہوئے اور ان کی اطاعت و اتباع اختیار کر لی ہے۔ اب جنوں اور شیاطین کے مکر و فریب کا

جال ٹوٹ گیا۔ اب ان کو شہاب ثاقب سے رجم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا محمد ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں اور ان کی غلامی میں داخل ہو کر نور اسلام سے اپنے آپ کو منور کرو۔

حضرت تمیم داری فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں دیر ایوب گیا اور وہاں ایک راہب سے رات والے معاملے کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا یہ خبر بالکل سچ ہے۔ حرم مکہ سے خاتم النبیین ظاہر ہوں گے جو کہ تمام انبیاء سے افضل و اکرم ہیں۔ لہٰذا تجھے اس سعادت کو حاصل کرنے میں دیر نہ کرنی چاہیے۔ چنانچہ میں نے آپ ﷺ تک پہنچنے میں پوری کوشش کی اور آپ ﷺ کے ہاتھوں پر داخل اسلام ہوا۔

6.6 جانوروں کی گواہی

ا۔ قربانی کی گائے کی گواہی

ابو عمر ہذلی فرماتے ہیں کہ ہم کچھ لوگ سواع (بت کا نام) کے پاس قربانیاں لیکر پہنچے۔ ایک فربہ گائے جب س بت کے لیے ذبح کی تو ہم نے گائے کے اندر سے یہ آواز سنی۔ یہ عجیب بات ہے کہ نبی کریم ﷺ درختوں کے درمیان ظہور پذیر ہو چکے اور وہ زنا کو بتوں کے لیے ذبح کو حرام قرار دیتے ہیں۔ آسمانوں کو جنوں کی پہنچ سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور ہمیں شہاب ناریہ سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

ہم وہاں سے اٹھ کر مکہ مکرمہ پہنچے لوگوں سے دریافت کیا کسی نے حضرت محمد ﷺ کے ظہور کی خبر نہیں دی۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ کیا کوئی ہستی مدعی نبوت ظہور پذیر ہوئی ہے۔ جن کو احمد کے مقدس نام سے پکارا جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔ اس پر میں (ابو عمر ہذلی) نے سارا واقعہ سنایا۔ تو انہوں نے کہا محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں جو یہاں ظہور فرما چکے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ ہم نے کہا کہ ابھی ہم اپنی قوم کا ردعمل دیکھیں گے۔ اے کاش ہم اس وقت یہ دعوت قبول کر لیتے اور مسلمان ہو جاتے مگر یہ دولت ہمیں بعد میں نصیب ہوئی۔

۲۔ بھیڑیئے کی گواہی

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیئے نے گلہ سے بکری پکڑلی۔ لیکن چرواہا اس کے

پیچھے دوڑا اور بکری چھڑا لی۔ بھیڑیا ایک بلند ٹیلہ پر خاص انداز سے پیچھے کی دونوں ٹانگوں پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ تو نے مجھ سے جو رزق اللہ نے دیا تھا چھین لیا۔ اس پر چرواہے نے حیرت کا اظہار کیا کہ جانور ہو کر انسانوں کی طرح کلام کر رہا ہے۔ اس پر بھیڑیئے نے کہا، یہ اتنی تعجب خیز بات نہیں ہے جتنی یہ بات کہ پہاڑوں کے درمیان نخلستان میں ایک ہستی جلوہ فرما ہے جو گزرے ہوئے واقعات اور آنے والے حوادث کی خبر دیتی ہے۔ اس پر یہ چرواہا جو یہودی تھا اور اس کا نام عمیر سطائی اور بعد میں مکلم الذئب مشہور ہوا، فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ سنایا۔ حضور ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ پھر فرمایا کہ یہ امر قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔

6.7 حضور ﷺ کو بعثت سے پہلے دی جانے والی بشارتیں

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ پر آغاز وحی سچے خوابوں کے ساتھ ہوا۔ جو بھی خواب دیکھتے وہ واضح طور پر پورا ہو جاتا اور خواب حقیقتِ واقعہ کے مطابق ہوتا۔ پھر آپ ﷺ کے دل میں خلوت گزینی اور تنہائی کی محبت پیدا فرما دی گئی۔ آپ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں عبادت فرماتے یہاں تک کہ حضرت جبرئیل امیں وحی کے ساتھ تشریف لائے اور اعلان نبوت فرمایا۔ حضرت ابو میسرہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کھلی فضا میں نکلتے تو یا محمد یا محمد کی پکار سنتے اور وہاں سے ہٹ جاتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے یہ آواز سنی تو جلدی سے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرے عقل وفہم میں کوئی بیماری تو لاحق نہیں ہو گئی۔

انھوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بعید ہے کہ آپ جیسے پاکیزہ خصال اور بلند اخلاق ہستی کو اس طرح کا کوئی عارضہ پیدا ہو۔ پھر انھوں نے یہ بات حضرت ابوبکرؓ سے کی جو حضور ﷺ کے بچپن سے ساتھی اور دوست تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں؟ تو حضرت خدیجہؓ نے جواب دیا کہ جو معاملہ آپ ﷺ کو پیش آرہا ہے اس کی تحقیق کے لیے۔ اس پر آپ ﷺ، حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوبکرؓ ورقہ بن نوفل کے پاس

گئے۔ ورقہ نے پوچھا پکارنے والا نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ جب میں آواز سنتا ہوں تو وہاں سے جلدی سے ہٹ جاتا ہوں اور جب دوڑنے لگتا ہوں تو وہ آواز میرا پیچھا کرتی ہے اور میرے ساتھ پکارتا چلا آتا ہے۔ ورقہ نے کہا کہ آپ جب یہ آواز سنیں تو وہیں جم کر کھڑے ہو جائیں اور وہاں سے نہ دوڑیں تاکہ وہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ کہے اور آپ ﷺ سن سکیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے تو یا محمد کی پکار سنی۔ آپ ﷺ نے جواب میں لبیک فرمایا۔ تو آواز دینے والے نے کہا کہ کہیے

اشھدُ ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ

پھر کہا پڑھئے الحمدللہ رب العٰلمین سے لے کر پوری سورۃ فاتحہ پڑھی۔

آپ پھر واپس ورقہ بن نوفل کے پاس آئے اور یہ واقعہ ذکر کیا تو اُنہوں نے عرض کیا، تمہارے لیے بشارت ہو اور مبارک ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم محمد ہو یعنی ہر ایک کے نزدیک قابل ستائش، خلق اور خالق دونوں کے نزدیک۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم احمد ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد کرنے والے۔ اور میں اس امر کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم رسولِ رب العٰلمین ہو۔ وہ وقت قریب ہے کہ تمھیں اپنے مخالفین کفار و مشرکین کے ساتھ حرب و قتال کا حکم دیا جائے۔ اگر اس وقت میں زندہ رہا تو تمہاری معیت میں تمہارے دشمنوں سے ضرور قتال کروں گا اور اپنی جان تم پر نثار کردوں گا۔

لیکن وہ اس وقت سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس عالم و فاضل کو جنت میں دیکھا۔ وہ سبز جنتی لباس پہنے ہوئے تھے۔

6.8 نباتات و جمادات کی گواہی

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میں اب بھی اس پتھر کو جانتا ہوں جو مکہ مکرمہ میں ہے اور بعثت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں، میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک طرف کو نکلے جدھر پہاڑ اور درخت تھے۔ حضور ﷺ جس درخت اور پتھر کے پاس سے گذرتے وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے۔

۷

غارِ حرا ...... وحی کی ابتداء

7.1 پہلی وحی

جب آپ کے دل میں خلوت اور گوشہ نشینی کی محبت پیدا کی گئی تو آپ غارِ حرا تشریف لے جاتے۔ چند دنوں کے بعد جب زادِ راہ ختم ہو جاتا تو گھر واپس تشریف لاتے۔ زادِ راہ لے کر پھر واپس آتے اور عبادت میں مصروف رہتے۔ اسی حالت میں پیغامِ حق پہنچا اور یکا یک حضرت جبرئیلؑ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ پڑھو۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں (روایت میں آیا ہے کہ جبرئیل جنتی ریشم پر اور بعض جگہ آیا ہے کہ سونے کی تختی پر لکھی ہوئی سورہ اقراء کی پہلی پانچ آیتیں پڑھنے کے لیے کہا جس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں رسم الخط کی واقفیت نہیں رکھتا کہ ان کو دیکھ کر پڑھوں اور علّم بالقلم کے کلمات میں اس امر کی طرف اشارہ ملتا ہے) جبرئیل امین نے آپ کو سینہ سے لگایا اور اتنا دبایا جتنا آپ برداشت کر سکتے تھے اور پھر کہا پڑھیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں (مَا کَانَا بقارِیٍ)۔ دوبارہ حضرت جبرئیل نے اپنے سینے سے لگا کر دبایا اور پھر چھوڑ کر کہا کہ پڑھیے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوا۔ اس پر تیسری مرتبہ جبرئیل امیں نے اپنے سینہ سے لگا کر دبایا اور پھر چھوڑ دیا اور عرض کیا۔

اقراء باسم ربک الذی خلق – خلق الانسان من علق – اقراء و ربک لاکرم الذی

ترجمہ ''پڑھیں آپ اپنے رب کے نام اقدس کے وسیلہ سے جس نے سب کی تخلیق کی۔ انسان (اشرف المخلوقات) کو منجمد خون (جیسی حقیر شے) سے پیدا فرمایا۔ پڑھیں آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کو ذریعہ تعلیم بنایا اور انسان کو وہ کچھ بتلایا جو قبل ازیں نہیں جانتا تھا۔''

چنانچہ آپ نے پڑھا۔ (کہتے ہیں کہ معانقہ جبرئیل نے وہ تمام صفات جو ملک الملائک میں تھیں حضور ﷺ میں منتقل ہوگئیں اور گویا نبی ﷺ کی پرواز یہاں سے شروع ہوئی جو منتہائے جبرئیل تھا اسی لیے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میری حد ختم ہو چکی یہاں سے اب آپ ﷺ کو تنہا سفر کرنا ہے۔

اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ واپس گھر پہنچے اس حال میں کہ جسم پر لرزہ طاری تھا۔ اور گردن مبارک اور کندھوں کے درمیان گوشت تھرتھرا رہا تھا (اور سخت سردی محسوس ہو رہی تھی) آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ سے فرمایا کہ مجھے چادر اوڑھا دو۔ مجھ پر چادر ڈالو۔ چادر زیب تن کرنے کے کچھ دیر بعد حالت پرسکون ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ سے جو واقعہ پیش آیا تھا بیان فرمایا۔ اور کہا کہ مجھے تو خوف وخشیت کا احساس ہونے لگا۔

انہوں نے عرض کیا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ آپ ﷺ کے لیے مبارکباد ہو اور خوش خبری۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہرگز شرمندہ اور مخلوق کی نظروں میں حقیر نہیں ہونے دے گا۔ کیوں کہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں۔ ہر بات میں سچائی اور صداقت سے کام لیتے ہیں۔ لوگوں کے بوجھ برداشت کرتے ہیں۔ مہمانوں کی میزبانی اور مشکلات میں گھرے ہوئے لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔

پھر حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ جو نصرانی مذہب پر تھے اور انجیل کا عربی زبان میں ترجمہ فرما رہے تھے۔ مگر اس وقت بہت عمر رسیدہ ہو چکے تھے اور بینائی سے محروم۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ میرے چچا زاد بھائی اپنے اس برادر زادے سے حال سنو اور اپنی رائے سے آگاہ کرو۔ آنحضرت ﷺ نے سارا واقعہ بیان فرمایا تو انھوں نے کہا کہ یہ فرشتۂ وحی ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا اور اے کاش میں اس وقت جوان اور توانا ہوتا۔ اے کاش میں

اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کو قریش مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کردے گی اور آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تبلیغِ دین کا سلسلہ شروع فرمائیں گے۔

آپ ﷺ نے پوچھا کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ جو شخص بھی ان تعلیمات کو لایا ہے قوم نے دشمنی کی۔ اگر آپ ﷺ کا زمانہ میری قسمت میں ہوتا تو میں ضرور بضرور آپ ﷺ کی مدد کرتا اور خدمت گذاری کی ہر ممکن کوشش کرتا۔

ورقہ بن نوفل کا جلد ہی انتقال ہو گیا اور حضور ﷺ پر وحی کی آمد وقتی طور پر منقطع ہوگئی۔ اور یہ وحی کا رکنا آپ پر نہایت گراں گذرا۔ حتیٰ کہ ہمیں یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ آپ شوق وحی میں جب انتہائی بے قرار ہوتے تو اپنے آپ کو پہاڑوں کی بلند چوٹیوں سے گرا کر ختم کر دینے کا ارادہ کرتے۔ اور جب اسی جذبہ میں مدہوش ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر اپنے آپ کو گرانے کا ارادہ کرتے تو فوراً جبرئیل علیہ السلام سامنے آموجود ہوتے اور عرض کرتے۔

''اے جملہ اوصاف کمال کے مالک اور محمدِ خلق و خالق تم اللہ کے برحق رسول ہو۔''

اسی وقت آپ کا جوش و اضطراب سکون سے بدل جاتا اور روح کو تسلی و تشفی حاصل ہوتی۔ آپ ﷺ واپس لوٹتے، لیکن پھر کچھ عرصہ بعد اسی حال میں پہاڑ پر چڑھتے اور جبرئیل امین تسلی و تشفی فرما کر آپ ﷺ کو واپس کرتے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے وحی کے انتظار کا واقعہ اس طرح سنایا کہ، ایک دفعہ میں کھلی جگہ پر چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی جب اس طرف دیکھا تو وہی فرشتہ جو غارِ حرا میں آیا تھا (حضرت جبرئیل) آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر جلوہ نما ہے۔ جب میں نے اس عظمت کے ساتھ اس عجیب حالت میں بیٹھا ہوا دیکھا تو مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور میں گھٹنے کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔ وہاں سے جب گھر لوٹا تو اہل بیت سے کہا کہ مجھے چادر اوڑھا دو۔ انہوں نے چادر ڈالی اور کچھ دیر میں جب حالت سنبھل گئی تو سورۃ مدثر کی شروع کی آیات نازل ہوئیں۔

اوپر کی دونوں روایات بخاری و مسلم نے روایت کی ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا ایک دفعہ نکلا تو یوں معلوم ہوا کہ جبرئیلؑ سورج پر تشریف فرما ہیں۔ ان کا

ایک پَر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر وحشت ہوئی اور تیزی سے غار کی طرف لوٹا تو دیکھا کہ وہ مجھ سے پہلے غار کے دروازے پر موجود ہیں۔ پھر انہوں نے میرے ساتھ گفتگو شروع کی حتیٰ کہ وحشت، موانست میں بدل گئی۔ پھر انہوں نے ایک جگہ میرے ساتھ ملاقات کا وعدہ کیا۔

حضرت خدیجہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضورﷺ سے عرض کیا جب وہ شخص (یعنی فرشتہ) آپﷺ کے پاس آئے تو مجھے بھی مطلع کرنا۔ چنانچہ ایک دن جبرئیل امین ان کی موجودگی میں تشریف لائے۔ حضرت خدیجہؓ نے حضورﷺ کو اپنے پہلو میں بٹھا کر پوچھا وہ اب بھی نظر آرہے ہیں۔ آپﷺ نے کہا، ہاں۔ پھر بائیں جانب آپ کو بٹھا کر پوچھا، تو حضورﷺ نے فرمایا، ہاں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنے سر سے دوپٹہ ہٹا دیا اور پھر پوچھا، تو حضورﷺ نے فرمایا اب وہ نظر سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ تو اس وقت میں نے کہا، بخدا واقعی یہ بزرگ فرشتے ہیں اور نعوذ باللہ کوئی جن یا شیطان نہیں ہے۔

حضرت خدیجہؓ کو یہ بات کہ سر سے دوپٹہ ہٹانے سے وہ نظر سے دور ہو جائیں گے، ورقہ بن نوفل نے بتائی تھی۔ چنانچہ جب حضرت خدیجہؓ نے ورقہ بن نوفل کو جا کر یہ واقعہ سنایا، تو انہوں نے کہا کہ وہ ناموسِ اکبر (جبرئیل) ہیں جس کی اطلاع بنی اسرائیل اپنی اولاد کو بھی مفت نہیں دیتے تھے۔ پھر ورقہ حضورﷺ کی دعوت نبوت کا انتظار کرنے لگے۔

غارِ حرا وہ پہلا مقدس مقام ہے جس کو نزولِ وحی کا شرف حاصل ہوا اور اس رات سورۃ اقراء کی پہلی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی سے زمین کو کھرچا تو چشمہ پھوٹ پڑا۔ تب انہوں نے حضورﷺ کو وضو کا عملی نمونہ دکھایا اور دو رکعت نماز ادا کی اور اس طرح حضورﷺ کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا۔

مقابل بن سلیمان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے اسلام میں صرف دو نمازیں فرض فرمائیں۔ دو رکعت نمازِ فجر اور دو رکعت بعد از زوال۔ پھر شب معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابتدائے نبوت میں زوال آفتاب سے متصل نماز ادا فرمائی۔ علماء فرماتے ہیں کہ سورۃ مزمل مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جب حضورﷺ پر قیام شب وتہجد فرض ہوئی۔ آپﷺ اور صحابہ کرامؓ ساری رات نماز اور عبادت میں مصروف رہتے۔ (اللہ پاک نے جب) ان کی

مشقت و ریاضت کا مشاہدہ فرمایا تو اسے منسوخ فرمایا اور سورہ مزمل میں ایک تہائی سے کم یا نصف سے کم کا حکم دیا۔

7.2 حضرت علیؓ اور حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نماز باجماعت

عفیف کندیؓ فرماتے ہیں، حج پر آنا ہوا تو حضرت عباسؓ کے پاس خرید وفروخت کے سلسلے میں جانا ہوا جب آپ منیٰ میں خیمہ زن تھے۔ قریب ہی کے خیمہ سے ایک صاحب نکلے سورج کی طرف (وقت کا اندازہ لگانے کے لیے) دیکھا اور نماز شروع کردی۔ پھر اس خیمہ سے ایک خاتون نکلی اور وہ ان صاحب کے پیچھے کھڑی ہوگئیں اور نماز پڑھنا شروع کردیا۔ پھر ایک نوخیز جوان نکلا اور ان کے ساتھ کھڑے ہوکر نماز میں مصروف ہوگیا۔ میں نے عباسؓ سے پوچھا، یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ میرے بھتیجے محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہیں۔ اور خاتون؟ یہ ان کی زوجہ محترمہ خدیجہ ہیں۔ اور تیسرے علی ابن ابوطالب۔ محمد ﷺ کے چچا کے بیٹے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ قیصر و کسریٰ اور ان کے خزانے اُن کے ہاتھ آجائیں گے۔ عفیف جو اشعث بن قیس کے چچازاد بھائی تھے اس وقت تو نہیں لیکن بعد میں ایمان لے آئے لیکن ہمیشہ انھیں یہ حسرت رہی کہ اے کاش کہ اس وقت اگر اسلام لے آتے تو علی المرتضیٰ کے بعد ثانیٔ اسلام بن جاتا۔

7.3 نزولِ وحی کی کیفیت

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ حارث ابن ہشام نے رسول کریم ﷺ سے وحی کی کیفیت کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا۔ کبھی تو گھنٹی کی آواز محسوس ہوتی ہے اور یہ حالت مجھ پر بہت گراں ہوتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میں وحی کو محفوظ کر چکا ہوتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں میرے سامنے آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے میں سنتا جاتا ہوں اور ضبط کرتا جاتا ہوں۔

یہ بھی فرمایا کہ، آپ ﷺ کو بارہا سخت سردی کے موسم میں دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور ختم وحی پر پیشانی مبارک سے پسینہ پھوٹ رہا ہوتا۔

حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ جب سخت احکام یا جلالِ خداوندی والی وحی نازل

ہوتی تو حضورﷺ کی طبیعت پر شدت کرب اور اضطراب کے آثار نمایاں ہوتے اور رحمت اور شانِ جمالی والی وحی کے نزول پر آپﷺ کی بے چینی و بے قراری کم نظر آتی۔ اکثر وحی الٰہی کی گرانی کی وجہ سے پیشانی مبارک سے موتیوں کے مانند پسینے کے قطرات گرنے لگتے حالانکہ سردیوں کا موسم ہوتا۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے حضورﷺ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو نزولِ وحی سے پہلے احساس ہوجاتا ہے یا فقط نزول پر ہی پتہ چلتا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا مجھے پہلے ہی محسوس ہوجاتا ہے کہ وحی نازل ہونے والی ہے۔ کیونکہ گھنٹیوں کی آواز کے مانند آوازیں آنے لگتی ہیں۔ میں خاموش ہو جاتا ہوں اور اخذ و قبول کے لیے پوری طرح ادھر متوجہ ہو جاتا ہوں اور جب بھی وحی نازل ہوتی ہے (اس کی شدت کی وجہ سے) گمان کرتا ہوں کہ میری جان قبض کرلی جائے گی۔

7.4 نزول وحی اور حضرت عثمان بن مظعونؓ

حضورﷺ مکہ مکرمہ میں اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ کا اُدھر سے گذر ہوا تو حضورﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میرے پاس نہیں بیٹھتے۔ اس پر عثمانؓ نے کہا کیوں نہیں اور حضورﷺ کے سامنے بیٹھ گئے۔ ابھی گفتگو جاری تھی کہ حضور اقدسﷺ نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور تھوڑی دیر اوپر دیکھتے رہے اور پھر آپﷺ نے نگاہ دائیں پہلو میں زمین کی طرف کرلی اور عثمانؓ سے بے پرواہ ہوکر پوری طرح ادھر متوجہ ہو گئے اور سر اقدس کو ہلانا شروع فرمایا گویا کہ آپﷺ سے کچھ کہا جا رہا ہے اور آپﷺ اس کو سمجھ رہے ہیں۔ کچھ دیر بعد آپ کی نگاہ آسمان کی طرف بلند ہوئی گویا اوپر جس کو دیکھ رہے تھے وہ آسمان میں پوشیدہ ہوگیا۔ عثمانؓ یہ سارا منظر دیکھتے رہے یہاں تک حضورﷺ پہلی کیفیت میں واپس آگئے اور عثمانؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا، اے محمدﷺ میں آپ کی خدمت میں بیٹھ کر کیا کروں اگر آپ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھوں جو ابھی دیکھ رہا تھا۔ حضورﷺ نے پوچھا تم نے مجھے کیسا کرتے دیکھا۔ اس پر عثمانؓ نے پوری کیفیت جو اوپر بیان ہوئی، بتائی۔

اس پر حضورﷺ نے پوچھا تمہیں کیا محسوس ہوا۔ انہوں نے کہا کہ آپﷺ کو کچھ بتایا جا رہا ہے اور آپﷺ اسے سمجھ رہے ہیں۔ اس پر حضورﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے پیامبر آئے تھے اور کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر؟ آپ نے فرمایا ہاں! عثمانؓ نے پوچھا انہوں نے پھر آپ سے کیا عرض کیا تو آپﷺ نے فرمایا وہ یہ آیت شریفہ لے کر آئے تھے۔

ان اللہ بامر بالعدل و ایتاء ذی القربیٰ و ینھیٰ عن الفحشاء و المنکر
والبغی لعلکم تذکرون

ترجمہ ''بے شک اللہ تعالیٰ عدل وحسان کا حکم دیتا ہے اور ذوی القربیٰ کے حقوق ادا کرنے کا، فحش اور برائی سے منع کرتا ہے۔ اور بغاوت و سرکشی سے۔ یہ نصیحت اس لیے ہے۔ تم نصیحت پر عمل کرو۔''

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں یہ وہ وقت تھا جس میں ایمان میرے دل میں اُتر گیا اور مجھے حضور ﷺ سے قلبی محبت وعقیدت ہوگئی۔

7.5 حضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے مدد کے طور پر معجزہ طلب کرنا۔ اور درخت کو حکم دینا

حضرت عمر فاروقؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ مقام حجون (مکہ مکرمہ) میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے اللہ پاک سے درخواست کی کہ مجھے ایسی نشانی عطا کی جائے جس کے بعد قریش کے انکار کا مجھے احساس نہ ہو (اور میرا دل اپنے دعویٰ پر مطمئن ہو جائے) آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ اس درخت کو اپنی طرف بلاؤ۔ آپ ﷺ نے بلایا تو اس درخت نے اپنی جڑیں زمین سے کاٹ لیں اور زمین کو چیرتا ہوا آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ ﷺ کا کیا حکم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جاؤ تو فوراً اُلٹے پاؤں اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ واللہ مجھے اب قریش کی تکذیب کی کوئی پروانہیں ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیلؑ حاضر ہوئے تو حضور ﷺ خون میں لت پت غم گیں بیٹھے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے اہل مکہ نے زدکوب کیا اور خون آلود کردیا۔ کیا آپ ﷺ اس کو پسند فرمائیں گے کہ میں آپ ﷺ کو کوئی معجزہ دکھاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے وادی کی دوسری جانب ایک درخت دیکھا تو فرمایا کہ آپ ﷺ اس درخت کو اپنی طرف بلائیں۔ جب آپ ﷺ نے بلایا تو وہ چلتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور آکر سامنے کھڑا ہوگیا۔ جبرئیل امین نے کہا کہ اس کو واپسی کا حکم دیں۔ جب آپ ﷺ نے حکم دیا تو وہ واپس جا کر اپنی جگہ کھڑا ہوگیا۔ آپؐ نے کہا: مجھے اسی قدر کافی ہے۔

☆☆☆



اسلام کی دعوتِ عام اور ایذاؤں پر صبر

حضورﷺ ابتداء کے تین سالوں میں لوگوں کو خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دیتے تھے اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا۔

فاصدع بما تومر - جس امر کا تمھیں حکم دیا جاتا ہے اس کو اعلانیہ کرو۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دعوتِ ایمان اعلانیہ شروع فرمائی۔

چنانچہ پہلے تین سال کفار ومشرکین خاموشی سے یہ دیکھتے تھے اور کھلے عام انکار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپﷺ جب ان کی مجالس کے قریب سے گذرتے تو وہ آپﷺ کی طرف اشارہ کرکے کہتے کہ بنی عبدالمطلب کے اس جوان کے ساتھ آسمان پر سے کلام کیا جاتا ہے اور احکام نازل ہوتے ہیں۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ حتیٰ کہ (دعوت اسلام اعلانیہ شروع کی) آپﷺ نے معبودانِ باطل کے عیوب بیان کرنا شروع کیے اور آباؤ اجداد جو حالت کفر میں دنیا سے چلے گئے ان کا انجام بد اُخروی زندگی میں بیان کرنا شروع کیا۔ وہ عداوت اور دشمنی پر اُتر آئے اور مخالف ہو گئے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ میں دو بُرے پڑوسیوں کے درمیان تھا یعنی ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط۔ وہ دونوں گوبر اُٹھا کر آپﷺ کے گھر میں پھینک دیتے تھے۔ (بعض اوقات پکتی ہنڈی میں اوپر سے غلاظت ڈال دیتے) حضورﷺ باہر نکلتے اور فرماتے، اے بنی عبد مناف یہ کیسا پڑوس ہے۔ اور کیا یہی حقوق پڑوسی کے ہوتے ہیں۔ پھر آپﷺ اس گندگی کو باہر پھینک دیتے۔

8.1 حضور ﷺ کی اجتماعات میں دعوت اسلام

طارق بن عبداللہ محاربی سے منقول ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو دو مرتبہ سوق حجاز میں دیکھا اور اس وقت میں اپنا مالِ تجارت فروخت کرنے میں مصروف تھا۔ آپ سرخ دھاری دار حلّہ پہنے ہوئے تھے اور بلند آواز سے کہہ رہے تھے:

ایھا الناس قولو لا الہ الا اللّٰہ تفلحو

ترجمہ ''اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو نجات پاؤ گے۔''

ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے چل رہا تھا اور آپ ﷺ کو پتھر مار مار کر لہولہان کر چکا تھا اور خون آپ کے ٹخنوں اور ایڑیوں سے بہہ رہا تھا اور وہ کہتا تھا اے لوگو! ان کی اطاعت نہ کرنا (نعوذ باللہ) یہ جھوٹے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ بنو عبدالمطلب میں سے ایک جوان ہیں اور یہ جوان کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے اور پتھر مار رہا ہے یہ ان کا چچا عبدالعزی ابولہب ہے۔

حضرت جابرؓ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ اسی طرح دس سال تک مکہ مکرمہ میں عکاظ، مجنہ اور منیٰ (موسم حج) کے میلوں میں لوگوں کو پکار کر کہتے کہ کوئی ہے جو مجھے پناہ دے، کوئی ہے میرے تبلیغ اسلام میں مدد کرے، اور جنت حاصل کرے؟ یہاں تک کہ اگر کوئی یمن سے یا قبیلہ مضر سے تیار ہوتا تو لوگ اس کو کہتے کہ قریش کے جوان کا خیال رکھنا کہیں یہ تجھے فتنہ میں نہ ڈال دے۔

8.2 حضور ﷺ کا اقرباء کو دعوت دینا

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آیت شریفہ **انذر عشیرتک الاقربین** ، اپنے رشتہ داروں کو عذاب سے ڈراؤ، نازل ہوئی تو آپ ﷺ کوہِ صفا پر چڑھے اور قریش کو پکارا۔

قریش آپ ﷺ کی آواز پر آپ ﷺ کے اطراف جمع ہو گئے اور کہا کہ اے محمد (ﷺ) کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے یہ بتاؤ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دامن میں دشمن کی فوج موجود ہے تو کیا تم میری بات کو سچا مانو گے۔ سب نے بیک زبان کہا، ہاں۔ آپ ﷺ ہمارے نزدیک سچے اور ہم نے آپ ﷺ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا، میں تمہیں سخت ترین عذاب سے ڈرانے والا ہوں اور ایک ایک قبیلے کا نام لے کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں قریبی برادری کو عذابِ اُخروی سے ڈراؤں۔ یقین جانو میں تمہارے نہ دنیا کے اور نہ آخرت کے نفع کا مالک ہوں جب تک تم لا الہ الا اللہ نہ کہو اور ایمان نہ لے آؤ۔

جوں ہی ابولہب نے یہ سنا تو کہا (العیاذ باللہ) تمام مشکلات و مصائب حوادث بلاؤں اور ہلاکتوں کا تمہیں سامنا کرنا پڑے۔ کیا تم نے ہم کو اس لیے جمع کا تھا۔

اللہ پاک سے اپنے حبیب ﷺ کی طرف سے خود جواب دیا اور ان کی شان محبوبی کو ظاہر فرمایا اور پوری سورت تبت یدا ابی لھب و تب، نازل فرمائی۔ (اس سورت کے نزول کے بعد ابولہب دس سال زندہ رہا لیکن جیسا کہ قرآن میں بتا دیا گیا تھا کفر پر مرا، ورنہ اس کے لیے بہت آسان تھا کہ قرآن مجید کو جھٹلانے کی خاطر کچھ دیر کے لیے ایمان لانے کا اعلان کرتا، لیکن قرآن مجید کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی اور وہ ایک لمحہ کے لیے بھی ایمان نہ لایا۔)

8.3 حضور ﷺ کا اپنے اقرباء اور قبیلے کی دعوت طعام

حضرت علیؓ روایت فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ پر انذر عشیرتک الاقربین، نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دل میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہوئی کیوں کہ ایک طرف حکم خداوندی تھا اور دوسری طرف مجھے یہ بھی یقین تھا کہ جب میں ان کے سامنے یہ عظیم پیغام پیش کروں گا تو ان کا ردعمل قطعاً ناپسندیدہ و کراہت آمیز ہوگا۔ میں نے ذرا سکوت اور توقف کیا۔ تو جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اے محمد (ﷺ) اگر آپ اللہ رب العزت کے حکم کی اتباع نہ کرو گے تو اللہ پاک ناراض ہو جائیں گے اور عتاب فرمائیں گے۔

اس پر حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ اے علی! میرے لیے ایک صاع (تقریباً چار کلو گرام) کھانا اور بکری کی ران (بطور سالن) تیار کرو اور ایک بڑا پیالہ دودھ کا بھی تیار کر کے رکھو۔ جب یہ سب تیار ہو جائیں تو بنی عبدالمطلب کو میری طرف بلاؤ اور (کھانے کیلئے) اکٹھا کرو (تاکہ ان کی

دعوت کی جائے) اور انہیں روحانی غذا بھی مہیا کریں اور اللہ پاک کا حکم پہنچائیں اور اس فریضہ کو پورا کریں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ پہلے کھانا تیار کیا، پھر ان کو بلایا۔ وہ تقریباً چالیس افراد تھے۔ ایک آدھ کم یا زیادہ ہوگا۔ ان میں حضور ﷺ کے چچا ابوطالب، عباس، حمزہ اور ابولہب سب ہی تھے۔ جب دسترخوان پر سب جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے کھانا طلب فرمایا جو میں نے تیار کیا تھا اور وہ حاضر کیا۔ حضور ﷺ نے روٹی کا ایک ٹکڑا اُٹھایا اور دانتوں سے چبا کر اور ٹکڑے کر کے پیالے پر پھیلا دیا۔ پھر ان کو فرمایا اللہ پاک کے نام کے ساتھ شروع کریں اور اپنا اپنا نصیبہ وصول کریں۔ وہ سارے سیر ہو گئے اور کسی دوسری چیز کی حاجت نہ رہی۔ (اور جس) پیالہ میں سے (وہ کھا رہے تھے) صرف ان کے ہاتھوں والی جگہ میں کھانے کے اثرات ونشانات اور کھانے میں کمی محسوس ہوتی تھی۔ باقی پیالہ اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ حالانکہ بظاہر وہ کھانا صرف اتنا تھا کہ ان میں سے صرف ایک آدمی کے لیے کافی تھی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو دودھ پلاؤ۔ میں دودھ والا پیالہ اُٹھا کر لایا۔ سب نے باری باری پیا اور خوب سیر ہو گئے۔ واللہ ان میں سے صرف ایک شخص ہی پی کر اس کو ختم کر سکتا تھا۔ جب حضور ﷺ نے حکم خداوندی بیان کرنے کا ارادہ فرمایا تو ابولہب نے بڑی چالاکی سے کام لیتے ہوئے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور کہا کہ محمد (ﷺ) نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ (اس لیے تم کچھ کھا پی نہیں سکے) اور سب اُٹھ کر چل دیئے اور حضور ﷺ بات چیت نہ کر سکے۔

دوسرے دن آپ ﷺ نے فرمایا، اے علیؓ یہ شخص (ابولہب) جیسا کہ تم نے سن لیا مجھ سے سبقت لے گیا اور تبلیغ کا موقع ہی نہ دیا تو آج پھر کھانا تیار کرو اور ان کو میرے پاس بلاؤ اور جمع کرو۔ میں نے سب کو جمع کیا۔ انہوں نے کھانا کھایا، دودھ پیا اور فوراً حضور ﷺ نے اپنی گفتگو کا آغاز فرما دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے بنی عبدالمطلب خدا کی قسم جہاں تک مجھے معلوم ہے عرب کا کوئی شخص اپنی قوم کے پاس اس سے افضل واعلیٰ پیغام اور اس سے بڑھ کر انعام نہیں لایا جو میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ کیوں کہ میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں اور خیر و برکت لایا ہوں۔ اور مجھے میرے کریم رب نے حکم دیا

ہے کہ میں تمہیں اس امر کی دعوت دوں لہٰذا تم میں سے کون ہے جو اس معاملہ میں میری مدد کرے اور میرا بھائی ہونے کا شرف حاصل کرے۔''

ساری قوم چپ رہی اور کسی نے جواب نہیں دیا تو میں (علی) نے عرض کیا۔ حالانکہ میں سب سے عمر میں کم ہوں۔ اے خدا کے نبی (ﷺ) میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ اور تمام لوگ وہاں سے ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور چل دیئے۔

8.4 جنوں کو دعوتِ اسلام کا ایک واقعہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ میں آبادی سے جب دور نکل آیا تو آپ ﷺ نے ایک دائرہ کھینچ کر مجھے اس کے اندر بیٹھنے کا حکم دیا اور فرمایا میری واپسی تک اس سے باہر نہ نکلنا۔ آپ ﷺ سحر کے وقت واپس تشریف لائے۔ تب ارشاد فرمایا کہ میں جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں نے پوچھا یہ آوازیں کیسی تھیں جو میں سن رہا تھا (اگرچہ معنی ومفہوم کا پتہ نہیں چل رہا تھا)، فرمایا، یہ آواز ان کی اس وقت بلند ہو رہی تھی جب انہوں نے میری بارگاہ میں سلام و نیاز کے تحائف پیش کیے اور مجھے الوداع کہا۔

8.5 حضور ﷺ خاتم النبیین

حضرت ثوبانؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ یہ روایت مسلم شریف کی ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے جب حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام فرمایا جب آپ تبوک کے لیے روانہ ہو رہے تھے تو حضرت علیؓ نے فرمایا، کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس امر پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں میری نسبت اس طرح منصب نیابت حاصل ہو جیسا کہ حضرت ہارونؑ کو موسیٰؑ کی نسبت خلافت و منصب حاصل ہوا تھا (جبکہ وہ کوہِ طور پر اللہ کے حکم کے مطابق چالیس روز ٹھہرے رہے اور تورات لے کر واپس ہوئے) مگر میرے بعد نبی مبعوث ہونے والا نہیں ہے۔ اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم

نے روایت کیا۔

8.6 حضور ﷺ کا کفار کی ایذا رسانی پر صبر

8.6.1 حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رؤساء قریش نے حطیم میں لات وعزا اور منات کی قسم کھا کر عہد و پیمان کیا کہ اگر ہم نے محمد (ﷺ) کو دیکھا تو ان پر فرد واحد کی طرح حملہ کر کے (خاکم بدہن) قتل کر دیں گے اور جب تک انہیں مار نہ ڈالیں چھوڑیں گے نہیں۔

حضرت فاطمہؓ نے جب یہ سنا تو روتی ہوئی حضور اقدس ﷺ کے پاس آئیں اور رؤسائے قریش کے ارادے سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے میری لخت جگر وضو کے لیے پانی لاؤ۔

آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔ پھر بیت اللہ تشریف لے گئے۔ جب انھوں نے دیکھا تو کہا یہ رہے محمد (ﷺ) یہیں ہیں وہ، مگر سب کی نظریں نیچے ہو گئیں۔ اور گویا سب کے پاؤں کٹ چکے تھے۔ نہ تو کسی کو آپ کی طرف دیکھنے کی جرأت ہوئی اور نہ کوئی شخص اپنی جگہ سے اُٹھ سکا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ ان کے سروں پر جا کر کھڑے ہو گئے اور ایک مٹھی کنکریاں ان کی طرف پھینکیں اور فرمایا، بدطینت لوگوں کے چہرے بدشکل ہو گئے۔ ان میں سے جن لوگوں کو یہ کنکریاں لگیں وہ جنگ بدر میں حالت کفر میں واصل جہنم ہوئے۔

8.6.2 حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ قریش نے آنحضرت ﷺ کو جو تکلیف پہنچائی (اتنا کہہ کر آنکھوں سے آنسو کا سیلاب جاری ہو گیا) یہ ہے کہ حضور ﷺ طواف فرما رہے تھے اور ان کا ہاتھ صدیق اکبرؓ کے ہاتھوں میں تھا۔ اور حطیم میں عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل بن ہشام اور امیہ بن خلف بیٹھے تھے۔ جب آپ ﷺ ان کے پاس سے گذرے تو انھوں نے حضور ﷺ پر جملے کسے۔ میں نے حضور ﷺ کے چہرہ اقدس پر ناگواری کے اثرات دیکھے۔ میں بھی آپ ﷺ کے قریب ہو گیا کہ حضور ﷺ میرے اور صدیق اکبرؓ کے درمیان ہو گئے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں میں لے لیں۔ اور ہم نے اس طرح مل کر طواف کیا۔ جب دوبارہ آپ ﷺ ان کے سامنے سے گذرے تو ابوجہل نے کہا بخدا ہم آپ کے ساتھ اس وقت تک صلح نہیں کریں گے جب تک

سمندر خشک نہ ہو جائیں اور کیسے صلح کر سکتے ہیں جب کہ تم ہمارے آباؤ اجداد کے معبودات ہم سے چھڑاتے ہو اور ان کی پرستش سے منع کرتے ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں ہوں تو وہی''۔ پھر آپ ﷺ طواف میں مشغول ہو گئے۔ پھر تیسرے چکر میں بھی یہی کچھ کہا۔ چوتھے چکر میں وہ سب اُٹھ کر آپ ﷺ سے اُلجھ پڑے۔ ابوجہل سامنے آیا اور آپ ﷺ کی چادر کے دونوں سرے پکڑنے کی کوشش کی۔ میں نے اسے زور سے دھکا دیا تو اپنی سرین کے بل جا گرا۔ ابوبکر صدیقؓ نے اُمیہ بن خلف کو دھکا دے کر پیچھے ہٹایا اور حضور ﷺ نے عقبہ بن ابو معیط کو مار بھگایا۔ آپ ﷺ ابھی وہیں کھڑے تھے اور وہ ذلیل ورسوا ہو کر حرم پاک سے نکل رہے تھے۔

حضور ﷺ نے فرمایا واللہ تم باز نہ آؤ گے تاوقتیکہ عتاب باری تعالیٰ تمھیں آلے۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد سن کر سب مرعوب ہوئے اور لرزنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے نبی کے حق میں بُرے لوگ ہو۔ آپ ﷺ اپنے مکان پر تشریف لے گئے اور ہم بھی حضور ﷺ کے پیچھے ان کے ساتھ ہو لئے۔ جب آپ ﷺ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، تمہارے لیے خوش خبری ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ہر صورت غالب کرے گا۔ اپنے کلمہ حق کو مکمل کرے گا اور اپنے نبی کی مدد کرے گا۔ یہ مشرکین جن کو تم نے ابھی دیکھا ہے اللہ تعالیٰ جلد تمہارے ہاتھوں ان کو قتل کروائے گا۔ پھر ہم اپنے گھروں کو چلے گئے۔

بخدا میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارے ہاتھوں قتل کروایا۔

8.6.3 حضرت اسماءؓ بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ مجھے زبیر بن عوامؓ نے بتایا کہ میں نے آج عجب واقعہ دیکھا کہ مشرکین کی جماعت کعبہ کے گرد بیٹھی تھی جن کا سرغنہ ابوجہل تھا۔ اور وہ حضور ﷺ سے جھگڑا کرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے اور فرمایا کہ تم بھی بدشکل ہو گئے اور تمہارا قاصد بھی۔ میں نے دیکھا کہ گویا وہ گونگے ہو چکے ہیں اور کسی میں جواب دینے کی طاقت باقی نہیں رہی اور نہ ہی وہاں سے اُٹھنے کی۔ ان میں سے پلید ترین انسان اور خبیث کو دیکھا کہ وہ حضور ﷺ کے پیچھے معافی چاہنے کے لیے دوڑ رہا ہے اور کہتا جاتا تھا کہ ''آپ ہم سے درگذر کریں اور ہم آپ سے تعرض نہیں کریں گے۔'' اور حضور ﷺ فرماتے تھے کہ ''جب تک تو اللہ پاک پر ایمان نہیں لائے گا درگذر نہیں

کروں گا بلکہ قتل کردوں گا۔'' اس نے دریافت کیا کیا تم مجھے قتل کر سکتے ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے قتل کرائے گا۔ اور لوگ قتل کریں گے۔ تب ابوجہل اور ساتھی بددل ہو کر واپس چلے گئے۔

8.6.4 عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ بیت اللہ کے احاطے میں تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آ گیا اور حضور ﷺ کے کندھے مبارک کو پکڑا اور چادر کو آپ ﷺ کی گردن میں لپیٹ کر سخت بَل دیا، گویا گلا گھونٹنا چاہتا تھا۔ ابوبکر صدیقؓ دوڑے اور عقبہ کو کندھے سے پکڑ کر نیچے گرایا اور فرمایا کیا ان کو اس لیے شہید کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتے ہیں میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ حالانکہ وہ تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات بیّنات اور واضح دلائل لائے ہیں۔

8.6.5 حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک دن حضور ﷺ کو قریش (کے کچھ لوگوں) کی ہلاکت اور مغلوبیت کے لیے دُعا کرتے ہوئے دیکھا۔ حضور ﷺ نماز ادا کر رہے تھے اور قریش کا ایک گروہ نزدیک ہی بیٹھا ہوا تھا۔ قریب ہی اونٹ کی اوجھڑی پڑی ہوئی تھی، اس (ابوجہل) نے کہا کون اس اوجھڑی کو اٹھا کر محمد (ﷺ) کی پشت پر رکھے گا؟ عقبہ ابن ابی معیط بدبخت نے کہا کہ میں یہ کام کروں گا۔ چنانچہ اس نے یہ اوجھڑی حضور ﷺ کی پشت پر رکھ دی، جب آپ ﷺ سجدہ میں تھے۔ آپ ﷺ اسی طرح سجدہ کی حالت میں رہے، حتیٰ کہ سیدہ فاطمہ زہراؓ (کو خبر ہوئی) تو وہ تشریف لائیں (وہ ابھی کمسن تھیں) اور اس بوجھ کو اُتار پھینکا۔ تب حضور ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ قریش کی اس ٹولی کو اپنی گرفت میں لے۔ اے اللہ عقبہ کو عذاب میں مبتلا فرما۔ اے اللہ شیبہ کو عتاب کا نشانہ بنا۔ اے اللہ ابوجہل کو قہر و ملال کا ہدف بنا۔ اے اللہ ابی بن خلف یا اُمیہ بن خلف پر غیظ نازل فرما۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ لوگ بدر کے دن قتل ہوئے اور سب کو کھینچ کر بدر والے ویران کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ سوائے اُمیہ بن خلف کے چونکہ وہ بہت موٹا تھا اور کھینچتے ہوئے اس کی انتڑیاں نکل آئیں تھیں اس لیے اسے وہیں مٹی میں دبا دیا گیا۔

8.7 حضرت ابوطالب کا رول اور ان کی وفات

ابن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ جب مشرکین حضور ﷺ کی مخالفت پر متفق ہو گئے تو آپ کے

چچا ابوطالب نے آپ ﷺ کی امداد و اعانت کی اور مشرکین سے حفاظت کا اہتمام فرمایا۔

قریش کے اشراف مثل عتبہ و شیبہ، ابوجہل وغیرہ ابوطالب کی خدمت میں آئے۔ تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودات کو گالیاں دیں اور ہمارے آباء کو بے دین اور گمراہ کہا اور بہت سے نقائص نکالے ہیں چنانچہ یا تو ان کو ہم سے چھیڑ چھاڑ کرنے سے روکو یا ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جاؤ اور انھیں ہمارے حوالے کردو ہم خود ان کو روک لیں گے۔ کیونکہ تم بھی اعتقاد و نظریہ میں ان کے خلاف ہو، اور ہمارے موافق۔

جناب ابوطالب نے ان کے ساتھ نرمی سے گفتگو کی اور ان کو احسن طریقہ پر جواب دے کر لوٹا دیا اور وہ چلے گئے۔ اُدھر حضور ﷺ نے اپنے تبلیغ و رسالت کے کام کو جاری رکھا۔

چنانچہ دوبارہ وہ پھر آئے اور کہنے لگے یہ صورت حال ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے اور ہمارے صبر کی انتہا ہو چکی ہے۔ تو جناب ابوطالب نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔ اے عزیز من! آپ ﷺ کی قوم میرے پاس آئی ہے اور وہ یہ شکایت کر رہے ہیں، لہٰذا تم مجھے اس بارِ گراں کے برداشت کرنے کی تکلیف نہ دو۔ جو میری برداشت سے باہر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اے چچا! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند اُتار کر رکھ دیں اور پھر یہ مطالعہ کریں کہ میں دعوتِ توحید و رسالت چھوڑ دوں تو میں اسے قطعاً ترک نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ دین کو غلبہ عطا کریں یا میں اس راہ میں شہید ہو جاؤں۔ فرطِ جذبات سے حضور ﷺ کے آنسو اُمڈ آئے اور آپ ﷺ وہاں سے چلے گئے۔ ابو طالب نے آپ کو بلایا اور عرض کیا، اے میرے عزیز ترین بھتیجے میری طرف آئیے۔ آپ ﷺ واپس آئے تو فرمایا، آپ ﷺ جو چاہے کہیں میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے۔ میں بخدا کبھی آپ ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔

اس کے بعد مشرکین کے اور اہل ایمان کے درمیان ظلم و ستم کا سلسلہ بڑھ گیا۔ اور مشرکین نے مومنین کو طرح طرح کے عذاب دینے شروع کیے تا کہ مسلمان دین سے پھر جائیں۔ ابوطالب نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو خطاب کیا اور انہیں نبی کریم ﷺ کی مدد پر آمادہ کیا۔

اہل اسلام نے جب نماز پڑھنی ہوتی تو گھاٹیوں میں چلے جاتے اور مشرکین سے چھپ کر نماز

پڑھتے، لیکن مشرکین ان کا وہاں بھی پیچھا کرتے۔ ایک بار حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ نے جوابی کارروائی کی اور اونٹ کی جبڑے والی ہڈی ایک مشرک کے سر میں ماری اور یہ پہلا خون تھا جو اہل اسلام نے بہایا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب ابوطالب بیمار ہوئے تو حضورﷺ عیادت کے لیے تشریف لائے۔ (ابوجہل اور دوسرے وہاں موجود تھے) حضرت ابو طالب کے سرہانے ایک آدمی کی جگہ تھی۔ ابوجہل اپنی جگہ سے اُٹھا اور وہاں بیٹھ گیا۔ دیگر مشرکین نے ابوطالب سے حضورﷺ کی شکایت کی۔ تو ابوطالب نے حضورﷺ سے پوچھا، آپﷺ نے فرمایا میں ان سے صرف ایک کلمہ کے اقرار کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اگر وہ ایسا کرلیں تو سب عرب ان کے مطیع ہو جائیں گے اور عجم ان کی رعایات بن کر ان کو جزیہ دے گی۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا:

لا الٰہ الا اللہ

تو وہ چلانے لگے۔ یہ تو سب خداؤں کا انکار کرکے صرف ایک خدا کو ماننے کا مطالبہ کر رہے ہیں (یہ تو عجیب بات ہے اور ناقابل قبول) اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ص o والقرآن ذی الذکر . بل الذین کفرو فی عزة و شقاق .... ان ھذا الش ءِ عجاب

(سورہ ص)

ترجمہ ''ذکر ونصیحت پر مشتمل قرآن کی قسم، کافر حمیت جاہلیت، تکبر اور مخاصمت میں غرق ہیں اور ان کو اس امر سے تعجب ہے کہ ان کے پاس ان میں سے عذابِ خدا سے ڈرانے والی ہستی آئی اور کافروں نے کہا یہ ساحر وکذاب ہیں۔ انہوں نے سب خداؤں کی خدائی کی نفی کرکے صرف ایک خدا کا اثبات کیا ہے یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔''

جب حضرت ابوطالب کا وقت قریب آیا تو حضورﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں عبداللہ بن ابی اُمیہ اور ابوجہل بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضورﷺ نے فرمایا، اے چچا تمہارا سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر حق ہے۔ حتیٰ کہ میرے والدین کی نسبت بھی زیادہ حق ہے۔ اور تم مجھ پر بہت زیادہ شفقت کرنے والے تھے۔ (میں چاہتا ہوں کہ اس احسان کا بدلہ دے دوں) اور قیامت کے دن تمہاری

شفاعت کر سکوں۔ اس لیے آپ لا الہ الا اللہ کہو اور میرے دین میں داخل ہو جاؤ۔

عبداللہ بن ابی اُمیہ اور ابوجہل فوراً بولے۔ اے ابو طالب کیا تم عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرتے ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ اگر مجھے قریش کی طرف سے طعن زنی کا ڈر نہ ہوتا کہ حالت موت سے گھبرا کر بزدلی سے اسلام قبول کرلیا، تو میں ضرور کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا اور تمہیں خوش کرتا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

انک لا تهدی من احبة ولکن الله یهدی من یشاء

ترجمہ ''بے شک تم ایمان نہیں عطا کرتے جس کو تم چاہو، لیکن یہ اللہ جس کو چاہے ایمان عطا فرمائے۔''

مزید روایت میں آیا ہے کہ انھوں نے بنو عبدالمطلب کو بلایا اور کہا کہ جب تک تم محمد ﷺ کی بات مانتے رہو گے خیر تمہارے ساتھ رہے گی۔ لہٰذا ان کی اتباع کرنا اور ان کی مدد میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا انشاء اللہ راہِ راست پالو گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا، اے چچا! جس چیز کا ان کو حکم دے رہے ہو اس کو خود کیوں اختیار نہیں کرتے۔ ابوطالب نے عرض کیا اگر آپ ﷺ اس وقت مجھ سے اس کلمہ کا مطالبہ کرتے جب میں تندرست تھا، تو میں ضرور آپ ﷺ کے کہنے کے مطابق آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتا، لیکن اب حالت موت میں کلمہ پڑھنا مجھے پسند نہیں ہے۔ قریش کہتے پھریں گے کہ انھوں نے کلمہ محض موت کے ڈر سے پڑھا جب کہ حالت صحت میں اس کو قبول نہیں کیا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو ابوطالب کی وفات کی خبر دی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ ان کو غسل دو، کفن دو اور زمین میں دفن کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور رحم کرے۔ چنانچہ میں (حضرت علی) نے فرمانِ نبی کے مطابق عمل کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب تم بھی غسل کرو۔ چنانچہ میں نے غسل کیا اور حضور ﷺ کئی دن تک ان کے

لیے استغفار کرتے رہے اور آپ ﷺ گھر سے باہر نہ نکلے۔ یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور یہ آیت کریمہ سنائی:

ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفرو

ترجمہ ”نبی اور اہل ایمان کے لیے مناسب نہیں کہ مشرکین کے لیے استغفار کریں باوجود یہ کہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔“

عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ابوطالب کی لاش پر تشریف لائے اور فرمایا تجھے رحم کا رشتہ ہم سے ملائے رکھے اور تمہیں اللہ تعالیٰ بہتر جزا عطا فرمائے۔

8.8 بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا بائیکاٹ

نبی مکرم ﷺ کی نبوت کے ساتویں سال قریش نے تحریری معاہدہ کیا جس کی رو سے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب سے رشتہ لیا جائے نہ دیا جائے اور لین دین، خرید وفروخت بند کردی جائے۔ چونکہ بنو ہاشم رشتہ داری کی بناء پر حضور ﷺ کا دفاع کرتے تھے۔ یہ معاہدہ لکھ کر بیت اللہ شریف کے اندر لٹکا دیا گیا تاکہ اس میں مزید تاکید پیدا ہو جائے اور کوئی توڑنے کی ہمت نہ کرسکے۔

تمام بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب سوائے ابولہب کے ابو طالب کے ساتھ ہو گئے اور اُنھوں نے شعب ابی طالب میں قیام کرلیا۔ تین سال اسی حالت میں گذرے کہ ان پر خورد ونوش اور اسباب و ذرائع بند کردیئے گئے۔ صرف موسم حج میں اس گھاٹی سے نکلتے۔ اور انتہائی مشقت اور تنہائی کا سامنا کرنا پڑتا۔ اسی دوران موقع بہ موقع ہشام بن عمرو بن ربیعہ خفیہ طور پر کبھی اونٹوں پر کھانا پہنچا دیا کرتا جس پر ان کا گذارا ہوتا۔

تین سال بعد یہ معاہدہ ختم ہوا جس کی دو وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔ پہلا تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خبر دی کہ اس معاہدہ کو دیمک چاٹ گئی ہے سوائے اس حصہ کو جس پر اللہ کا نام لکھا تھا۔ حضور ﷺ نے ابوطالب سے اس کا ذکر کیا۔ ابو طالب نے کہا کہ کیا واقعی جو آپ کہہ رہے ہیں صحیح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، واللہ میں نے آپ سے حقیقت حال بیان کی ہے۔ ابوطالب نے اپنے دونوں بھائیوں کو اس کی اطلاع دی اور کہا آپ ﷺ نے کبھی خلافِ واقعہ بات نہیں کی۔ انہوں نے دریافت کیا

پھر کیا خیال ہے؟ آپ نے کہا کہ تم اچھا لباس پہنو اور قریش کے پاس جا کر بتلاؤ کہ محمد ﷺ نے ہمیں یہ خبر دی ہے۔ قبل اس کے کہ وہ خود اپنے صحیفہ کا حال معلوم کرلیں۔ چنانچہ ابوطالب اپنے بھائیوں کے ساتھ مسجد حرام پہنچے اور قریش سے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ فیصلہ کن بات کرنے آئے ہیں۔ لہٰذا تم ہماری اس بات کو قبول کرو۔ انہوں نے کہا مرحبا! ہمیں منظور ہے۔ آپ نے کہا میرے بھتیجے (حضور ﷺ) نے مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے میرے ساتھ کبھی کوئی بات غلط نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ پر دیمک مسلط فرما دی ہے اور وہ تمام مقامات کو چاٹ گئی ہے جن کے اندر ظلم وستم اور قطع رحمی کا ذکر ہے اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے وہ باقی ہے۔ اگر ان کی بات درست ہے تو پھر اپنے بُرے خیال سے باز آؤ اور اگر ان کی بات غلط ہے تو ہم ان کو تمہارے سپرد کردیں گے۔ خواہ ان کو قتل کردو یا زندہ رکھو۔

انہوں نے کہا کہ یہ واقعی انصاف کی بات ہے۔ آدمی بھیج کر صحیفہ دیکھا گیا تو حضور ﷺ کی خبر سچ نکلی۔ تمام قریش دم بخود رہ گئے اور شرم سے ان کے سر جھک گئے۔ تو ابوطالب نے کہا کہ کیا تم پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی کہ تم ظلم اور قطع رحمی کے مرتکب ہو۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ چنانچہ آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ واپس ہوئے۔ (یہ روایت محمد سعید نے نقل کی ہے)

دوسرا سبب اس معاہدہ کے ختم ہونے کا یہ ہے کہ ہشام بن عمر، زہیر بن ابی اُمیہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اے زہیر یہ کیا تجھے پسند ہے کہ تو پیٹ بھر کے کھانا کھائے، پسندیدہ کپڑے پہنے عورتوں سے نکاح کرے، اور تمہارے ماموں اس مقام پر ہوں جو تیرے علم میں ہے۔ نہ وہ خرید وفروخت کر سکتے ہیں، نہ رشتہ لے سکتے ہیں نہ دے سکتے ہیں، آگاہ رہو میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابوجہل تیری جگہ ہوتا اور تو اس بات کی دعوت دیتا تو وہ ہرگز تیری بات نہ مانتا۔

اس نے کہا تجھ پر افسوس ہے۔ اے ہشام! میں کیا کروں میں اکیلا ہوں۔ واللہ اگر دوسرا آدمی میرے ساتھ ہوتا تو میں معاہدہ توڑنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوتا۔ اس نے کہا کہ آدمی موجود ہے۔ اس نے کہا وہ کون؟ ہشام نے کہا، میں۔ اس نے کہا کہ کوئی تیسرا بھی تلاش کرو۔ تو ہشام مطعم بن عدی کی طرف گیا اور اس سے کہا۔ اے مطعم کیا تو اس پر رضامند ہے کہ بنی عبد مناف کے دو بطن بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہلاک ہو جائیں اور تو قریش کا ساتھ دیتا رہے۔ مطعم نے کہ، افسوس میں اکیلا کیا کر سکتا

ہوں۔ ہشام بولا تجھے دو آدمی اور میسر ہیں۔ اس نے پوچھا وہ کون؟ ہشام نے کہا زہیر اور میں۔ چوتھا بھی ڈھونڈ لو۔ تو ہشام ابوالبختری کے پاس گیا اور جو بات مطعم سے کی تھی وہ دہرائی۔ ابوالبختری نے کہا میرا اس معاملہ میں کوئی مددگار ہو سکتا ہے۔ یہ بولے ہاں، زہیر، مطعم اور میں تیرے ساتھ ہیں۔ تو پھر پانچواں شخص بھی تلاش کیجئے۔ تو ہشام، زمعہ بن اسود کے پاس گئے، چنانچہ اس سے بات چیت کی تو اس نے کہا اور کون اس پر تیار ہیں۔ اس نے کہا ہاں یہ لوگ تیار ہیں اور نام گنوائے۔ چنانچہ سب نے باہم طے کیا اور اکٹھے ہو کر معاہدہ کو توڑنے کے لیے صبح سویرے بیت اللہ پہنچے۔ بیت اللہ کا طواف کیا اور زہیر نے کہا، اے اہلِ مکہ! ہم کھانا کھاتے ہیں اور زندگی کی ہر چیز حاصل ہے اور بنو ہاشم تمہارے بائیکاٹ کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ بخدا میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ صحیفہ پھاڑ نہ دیا جائے۔ جو سراسر ظلم اور زیادتی ہے۔ ابوجہل بولا، تم غلط کہہ رہے ہو۔ بخدا یہ صحیفہ نہیں پھاڑ جا سکتا۔ زمعہ نے کہا بخدا تو بہت جھوٹا ہے۔ ہم اس تحریر پر ہرگز رضامند نہیں تھے جب وہ لکھا گیا۔ ساتھ ہی ابوالبختری نے تائید کی اور کہا زمعہ سچ کہتا ہے۔ نہ تو ہم اس کی تحریر پر راضی ہیں اور نہ اس کا اقرار کرتے ہیں۔ مطعم بولا تم دونوں ٹھیک کہتے ہو اور جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ ہم اس صحیفہ اور اس کی تحریر سے اللہ کے حضور برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہشام نے بھی تائید کی۔ مطعم اس کو پھاڑنے کے لیے اُٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے سوائے اس جملہ **باسمک اللّٰھم**، اس صحیفہ کو لکھنے والے منصور ابن عکرمہ ابن ہاشم کا وہ ہاتھ شل ہو چکا تھا جس سے اس نے لکھا تھا۔

☆☆☆

۹

حضور ﷺ کے شہرت یافتہ مکالمے

9.1 ضماد ازدی سے مکالمہ

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ضماد جو قبیلہ ازدشنوۃ کا فرد تھا مکہ مکرمہ آیا۔ یہ جن بھوت کے اثرات دور کرنے کا عمل جانتا تھا۔ اس نے جب یہ سنا کہ محمد ﷺ (نعوذ باللہ) مجنون ہیں، تو اس نے کہا ہوسکتا ہے رب العزت انہیں میرے ہاتھ سے شفایاب فرمائیں اور اس خیال سے میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ اے محمد (ﷺ) میں عملیات کا ماہر ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے میرے ہاتھ پر شفایاب فرماتا ہے تو کیا تم بھی اس کی خواہش کرتے ہو؟ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے یہ کلمات پڑھے:

ان الحمدللّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ – من یھدی اللّٰہ فلا مضّل لہ و یضلل فلاھادی
لہ واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریکَ لہٗ – وانَّ محمداً عبدہٗ و رسولہٗ

تو اس شخص نے کہا کہ کیا پاکیزہ کلام ہے۔ ذرا دہرایئے۔ حضور ﷺ نے تین مرتبہ دہرایا۔ اس نے کہا میں نے کاہنوں، ساحروں اور شاعروں کا کلام سنا ہے۔ لیکن اس طرح کے پاکیزہ کلمات کسی کی زبان سے نہیں سنے یہ تو بلاغت کی گہرائیوں تک پہنچنے والے ہیں۔ ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں بیعت کروں۔ حضور ﷺ نے ان کو بیعت سے مشرف فرمایا اور فرمایا کہ کیا اپنی قوم کی طرف سے بھی اسلام پر بیعت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا، جی ہاں۔ میں اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ لشکر روانہ فرمایا۔ وہ قوم ضماد کے علاقے سے گذرے۔ تو امیر جیش نے پوچھا کہ کیا تم میں سے

کسی نے ان سے کوئی چیز تو نہیں لی۔ ایک شخص نے عرض کیا میں نے ان سے سواری کے لیے ایک اونٹ لیا، تو امیر نے کہا کہ اسے واپس کردو کیوں کہ یہ حضرت ضماد کی قوم ہے۔

9.2 حضور ﷺ کا عتبہ بن ربیعہ سے مکالمہ

یہ روایت حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ہے۔ کہ قریش ایک دن جمع ہوئے اور کہا ایسا شخص تلاش کرو جو سحر، کہانت، اور شعر و شاعری میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ تا کہ وہ اس مدعی نبوت کے پاس جا کر کلام کرے جس نے ہماری جماعت کو منتشر کر دیا ہے۔ اور ہمارے دین پر طعن کرتا ہے۔ پھر دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ تمام ابو ولید عتبہ بن ربیعہ پر متفق ہوئے۔ اور اسے مجبور کیا کہ وہ حضور ﷺ سے مکالمہ کرے۔ عتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ:

اے محمد (ﷺ) تم اچھے ہو یا تمہارے باپ عبداللہ؟ حضور ﷺ نے سکوت فرمایا۔ اس نے کہا تم اچھے ہو یا عبدالمطلب۔ آپ خاموش رہے۔ پھر اس نے کہا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ لوگ تم سے بہتر ہیں تو انہوں نے انہی بتوں کی عبادت کی جن پر تم تنقید کرتے ہو۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم ان سے بہتر ہو، تو پھر اپنا دعویٰ بیان کرو تا کہ ہم تمہارا کلام سنیں۔ اور اس میں اچھی طرح غور و فکر کریں۔ ہم نے قوم کا کوئی فرزند قوم کے حق میں تم سے بڑھ کر برا نہیں دیکھا (العیاذ باللہ) تم نے ہماری جماعت کو منتشر کیا اور جمیعت کو پراگندہ کیا اور سارے عرب میں رسوا کیا۔ یہاں تک کہ ہر جگہ یہ بات مشہور ہوگئی کہ قریش میں ایک بہت بڑا جادوگر اور کاہن ہے۔ بخدا ہم نہیں انتظار کرتے مگر کسی ناگہانی حادثہ کے مانند حاملہ عورت کی چیخ کی جو بوقت وضع اس سے نکلتی ہے (کیا معلوم کس وقت وضع حمل ہو جائے اور وہ اندوہناک آواز سننے میں آئے) عین ممکن ہے کہ ہم میں سے کچھ دردمندوں کی طرف تلواریں لے کر اٹھیں اور بہم لڑ کر تباہ ہو جائیں۔ اے نبوت کے دعویدار اگر تمہیں شادی کا شوق ہے تو قریش کی عورتوں میں سے جنہیں بھی تم پسند کرو ہم دسیوں عورتیں تمہارے نکاح میں دینے کو تیار ہیں۔ اگر فقر و فاقہ کی وجہ سے ڈھونگ رچایا ہے (العیاذ باللہ) تو ہم اپنے مال و متاع تمہارے سامنے ڈھیر کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ تم تمام قریش سے زیادہ غنی و مالدار ہو جاؤ۔

حضورﷺ نے فرمایا، بس تمہاری بات ختم ہوگئی۔ اس نے کہا ہاں۔ آپﷺ نے سورۃ فُصلت کی یہ آیتیں تلاوت کیں۔

حٰم o تنزیل من الرحمٰن الرحیم . کتاب فصلت آیاتہ .... عادٍ وَّ ثمود o

ترجمہ ''حم۔ رحمٰن و رحیم کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے جو عربی زبان میں ہے اور جس کی آیات مفصل اور واضح ہیں۔ صاحب علم لوگوں کے لیے بشارت سنانے والا ہے اور عذابِ آخرت سے ڈرانے والا .... پس اگر وہ منہ موڑیں اور اس کو قبول نہ کریں تو انہیں فرما دیجئے میں نے تمہیں ڈرایا ہے اس تباہ کن صاعقہ اور عذاب سے جس سے عاد و ثمود کو تباہ کیا گیا تھا۔''

عتبہ نے کہا، بس کچھ کہنا ہے یا اس کے علاوہ بھی کچھ اور؟ آپﷺ نے فرمایا نہیں۔ وہ قریش کی طرف واپس گیا۔ تو انہوں نے دریافت کیا۔ کیا خبر لائے ہو؟ اس نے کہا، میں نے ہر بات کی جو تمہارے نزدیک ضروری تھی۔ انہوں نے کہا کہ کوئی جواب بھی ملا؟ عتبہ نے کہا، ہاں۔ جواب تو دیا۔ لیکن قسم ہے اس ذات کی جس نے بنائے کعبہ کو قائم فرمایا، میں نے سوائے اس کے اور کچھ نہیں سمجھا:

انذرتکم صاعقہ مثل صاعقہ عاد و ثمود

''میں نے تمہیں ڈرایا ہے اس گرجدار آواز سے جس کے ساتھ عاد و ثمود کو تباہ کیا گیا تھا۔''

انہوں نے کہا، تیرے لیے ہلاکت ہو۔ وہ تیری مادری زبان عربی میں کلام فرماتے ہیں اور تو نہیں سمجھتا کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا، بخدا میں نے ان کے کلام سے سوائے ذکر صاعقہ کے اور کچھ نہیں سمجھا۔

9.3 ولید بن مغیرہ کا مکالمہ

حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ (حضرت خالد کا باپ) جو قریش میں عمر رسیدہ تھا، کے پاس زمانہ حج کے قریب قریش کی ایک جماعت پہنچی۔ ولید نے کہا اے گروہ قریش! حج کا موقع آپہنچا ہے۔ عرب سے وفود تمہارے پاس آئیں گے اور وہ تمہارے اس مدعی نبوت کے متعلق سن چکے ہیں۔ لہٰذا تم کوئی متفقہ رائے قائم کرو اور اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرتے

پھرو۔ انہوں نے کہا کہ اے ابو عبدالشمس، تو ہی بتا اور مشورہ دے کہ ہم کیا کہیں۔ اس نے کہا پہلے تم بتاؤ کہ تم کیا کہو گے۔ ہر ایک کی بات سنو اور اس میں غور وفکر کر کے کسی نتیجہ پر پہنچو۔ انہوں نے کہا کہ ہم کہیں گے یہ کاہن ہیں (العیاذ باللہ)۔ اس نے کہا یہ کاہن تو نہیں ہیں۔ ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے کہ نہ ان کا کلام ایسا ہے نہ لب ولہجہ۔ تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ مجنون (العیاذ باللہ) ہیں۔ اس نے کہا یہ مجنون بھی نہیں ہیں۔ ہم نے حالت جنون دیکھی ہے نہ انہیں سانس کی تنگی ہوتی ہے نہ اختلاج۔ اور نہ وسوسے۔ انہوں نے کہا پھر ہم کہیں گے یہ شاعر ہیں۔ ولید نے کہا یہ شاعر بھی نہیں ہم شعر کی تمام اقسام کو جانتے ہیں یہ یقیناً شاعر نہیں ہیں۔ وہ بولے پھر ہم کیا کہیں کہ وہ ساحر (العیاذ باللہ) ہیں۔ ولید نے کہا یہ بھی خلافِ حقیقت ہے۔ ہم نے ساحروں کو اور ان کی جادوگری کو دیکھا ہے۔ نہ تو یہ ان کی طرح چھومنتر کرتے ہیں نہ تعویز گنڈے۔ انہوں نے کہا پھر ہم کیا کہیں۔ اس نے جواب دیا۔ بخدا! ان کی گفتگو میں شیرینی ہے۔ ان کا کلام اس درخت کے مانند ہے جو باعث فرحت اور رغبت ہے۔ جس کی بنیاد تروتازہ ہے اور جس کا سر بارآور ہے اور تازہ پھلوں سے بھرا ہوا۔

ان عیوب میں سے آپ جو بھی کہیں گے یہ بہتان اور جھوٹ ہوگا۔ البتہ اگر کوئی بات کچھ کچھ قبول ہوسکتی ہے تو یہ ہے کہ تم کہو یہ جادوگر ہیں۔ باپ بیٹے میں، بھائی بھائی میں اور میاں بیوی میں جدائی پیدا کرتے ہیں۔ اہل قبیلہ کو برادری سے دور کرتے۔ چنانچہ وہ اس رائے پر متفق ہو کر وہاں سے چلے گئے۔

حضرت عکرمہ نے اس واقعہ کی مزید تفصیل یوں بیان کی۔ ولید بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی تو اس پر رقت طاری ہوگئی۔ جب ابوجہل کو اس کی اطلاع پہنچی تو یہ ولید کے پاس آیا اور طنزاً کہا کہ چچا تیری قوم چاہتی ہے کہ تیرے لیے مال جمع کرے۔ اس نے پوچھا وہ کیوں کہ تو ان کے پاس حاضر ہوتا ہے تاکہ ان سے مال و دولت حاصل کرے اور ہم جو ان کے متعلق کہتے ہیں تو تُو اس سے اعراض کرتا ہے۔

ولید نے کہا سب قریش جانتے ہیں کہ میں ان میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ ابوجہل نے کہا پھر تو محمد (ﷺ) سے ایسی بات کر کہ جس سے قوم کو پتہ چلے تو ان کے دعوئے نبوت سے منکر ہے۔

ولید نے کہا، ان کے متعلق کہوں تو کیا کہوں۔ بخدا! تم میں سب سے زیادہ میں اشعار کا علم رکھتا ہوں۔ ان کا کلام اشعار نہیں ہے۔ بخدا! ان کے کلام میں مٹھاس ہے۔ رونق اور تازگی ہے۔ اس کے اوپر کا حصہ بارآور ہے اور نیچے کا حصہ سرسبز و شاداب ہے اور مغلوبیت سے پاک۔ ابوجہل نے کہا، بخدا! تمہاری قوم اس وقت تک تم سے راضی نہ ہوگی جب تک تم محمد (ﷺ) کے متعلق زبان طعن درواز نہ کرو اور ان کی تنقیص نہ بیان کرو۔

ولید نے کہا، پھر مجھے اپنے حال پہ رہنے دو تا کہ میں اچھی طرح غور وفکر کر سکوں۔ چنانچہ اس نے غور وغوص کے بعد یہ بہتان تراشا۔

هذا سحر يوثر

یہ کلام پاک جادو ہے جو دوسروں سے نقل کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں سورۃ مدثر کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَجَعَلْتُ لَهُ مَالاً مَّمْدُوداً ٥ وَبَنِينَ شُهُوداً ٥ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيداً ٥ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ٥ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيداً ٥ سَأُرْهِقُهُ صَعُوداً ٥ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ٥ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ٥ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ٥ ثُمَّ نَظَرَ ٥ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ٥ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ٥ فَقَالَ إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ٥ إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ٥ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ٥

(سورۃ مدثر: آیات ۱۲ سے ۲۶)

9.4 طفیل بن عمروؓ سے مکالمہ

محمد بن اسحاق کی روایت ہے۔ طفیل ابن عمروؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ آیا۔ چونکہ یہ صاحب فہم شاعر اور اپنے قبیلے کے سردار تھے تو قریش ان کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور کہا، یہ شخص (محمد ﷺ) جو ہم میں موجود ہیں، انہوں نے بڑی مشکل میں ڈال رکھا ہے۔ اور ہماری جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے۔ ان کی گفتگو میں جادو ہے جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، خاوند بیوی میں جدائی ہو جاتی ہے۔ کہیں تم اور تمہاری قوم بھی اس کا شکار نہ ہو جائے۔ اس لیے ان سے کلام کرنا اور نہ ہی ان کی کوئی بات سننا۔ طفیل فرماتے ہیں کہ ان نصیحتوں کے نتیجے میں، میں نے پکا ارادہ کرلیا کہ ان کی کوئی بات نہیں

سنوں گا۔ چنانچہ جب صبح کے وقت مسجد حرام میں گیا تو اپنے کانوں میں روئی لگالی کہ کہیں میرے کانوں میں ان کی بات نہ پڑ جائے۔ آپ ﷺ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے۔ میری کوشش کے باوجود اللہ پاک نے آپ ﷺ کا کلام سنا ہی دیا۔ جو کتنا ہی حسین تھا۔ سن کر دل میں کہا کہ مجھے میری ماں روئے! بخدا میں ایک عقلمند، فن شعروشاعری کا ماہر ہوں۔ مجھ پر کلام کا حسن اور تلخی چھپ نہیں سکتی اس لیے مجھے ان کے کلام کے سننے میں کیوں پابندی ہونی چاہیے۔ اگر اچھا ہے تو قبول ورنہ نظرانداز کر دوں گا۔ میں نے حضور ﷺ کا انتظار کیا، جب آپ نماز سے فارغ ہو کر لوٹے تو میں بھی ان کے پیچھے چل پڑا، اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

حضور ﷺ سے کہا کہ آپ کی قوم نے مجھے اس طرح کہا ہے۔ باوجود کوشش کے اللہ پاک نے آپ ﷺ کا کلام سنا ہی دیا جو انتہائی حسین اور پاکیزہ ہے۔ چنانچہ آپ اپنا مدعا بتائیں۔ حضور ﷺ نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ بخدا میں نے کبھی قرآن سے زیادہ حسین کلام نہیں سنا تھا۔ اور نہ اسلام سے بڑھ کر عادلانہ نظام میں حضور ﷺ کے ہاتھ پر ایمان لے آیا اور عرض کی، کہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں میں واپس جا کر انہیں اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپ اللہ پاک سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے ایک ایسی نشانی عطا فرمائے جو میرے لیے دعوتِ اسلام میں مددگار ہو۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائے۔

اللّٰھم اجعل له آیة

''اے اللہ! اس کے لیے آیت عطا فرما۔''

فرماتے ہیں کہ واپسی پر ابھی میں اس گھاٹی پر پہنچا تھا جہاں سے میرا شہر نظر آتا تھا، میری آنکھوں کے درمیان ایک نور رونما ہوا۔ میں نے عرض کیا، اے اللہ اس نور کو میرے چہرے کے علاوہ کہیں اور ظاہر فرما دے۔ کہیں میری قوم یہ نہ کہے کہ میرے چہرے میں تغیر اپنے دین کو چھوڑنے سے پیش آیا۔ فرماتے ہیں کہ یہ نور میرے چہرے سے میری چھڑی کے سرے پر آ گیا۔

میرے شہر والے اس چھڑی کے نور کو اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے فضا میں لٹکا ہوا چراغ۔ جب میں گھاٹی سے نیچے اُتر رہا تھا۔ یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ صبح ہوئی تو میرے والد

میرے پاس آئے جو بہت عمر رسیدہ تھے۔ میں نے کہا، اے باپ مجھ سے دور ہو جائیے۔ میرا اور آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے پوچھا، کیوں؟ میں نے کہا، میں مسلمان ہو چکا ہوں اور محمد ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر چکا ہوں۔ انہوں نے کہا اے لختِ جگر میرا دین بھی وہی ہے جو تیرا ہے۔ میں نے عرض کیا پھر غسل کیجئے پاک کپڑے پہنیں پھر میرے پاس تشریف لائیں تا کہ میں وہ تعلیم دوں جو حضور ﷺ سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے غسل کیا، پاک کپڑے پہنے اور تشریف لائے۔ اسلام کی دعوت سنی اور ایمان لے آئے۔ اسی طرح ان کی گفتگو ان کی زوجہ سے ہوئی اور وہ بھی ایمان لے آئی۔ اسی طرح سے انہوں نے قبیلہ دوس (یمن کا قبیلہ) کو دعوت دی لیکن انہوں نے سُستی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت طفیلؓ واپس حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ دوس مجھ پر غالب آ گئے ہیں ان کے لیے بددعا فرمائیں تو حضور ﷺ نے یہ دعا کی۔

اللّٰھم اھدی دوساً

''اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت فرما۔''

اور مجھے حکم فرمایا کہ اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ۔ انہیں اسلام کی دعوت دو اور نرم رویہ اختیار کرو۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے۔ اور فرماتے ہیں کہ اسلام کے دعوت دیتا رہا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی۔ اور بدر، اُحد اور خندق کی جنگیں ہوئیں۔ پھر میں دوس کے ستر یا اسّی گھرانوں کے افراد کو لے کر جو مسلمان ہو چکے تھے، مدینہ منوّرہ حاضر ہوا، اور حضور ﷺ کی دعا کی شانِ اعجاز ظاہر ہوئی۔ لیکن اس وقت حضور ﷺ خیبر تشریف لے جا چکے تھے۔ چنانچہ ہم وہاں حاضر ہوئے۔

☆☆☆

۱۰

اُم المومنین حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات کے بعد

10.1 ابولہب کا طرزِ عمل

عبداللہ بن ثعلبہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطالب کا انتقال (10 نبوی) کو ہوا اور ایک ماہ پانچ دن بعد حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا۔ گویا حضور ﷺ پر دو مصیبتیں جمع ہوگئیں تو آپ ﷺ نے گھر سے باہر نکلنا بالکل کم کر دیا۔ چونکہ قریش کو ایذا رسانی کا ایسا موقع ملا کہ اس سے پہلے حاصل نہیں تھا۔ ابولہب (جو ابوطالب کی جگہ بنو ہاشم کا سردار بنا تھا) کو علم ہوا تو وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا آپ جو بھی کرنا چاہیں ضرور کریں اور جو کچھ ابوطالب کے زمانے میں کرتے تھے وہ بھی بلاخوف کریں، مجھے لات کی قسم جب تک میں زندہ ہوں تمہارے قریب کوئی نہیں آسکتا۔

چنانچہ ابن عیطلہ نے آپ ﷺ سے گستاخی کی تو ابولہب نے جوابی کاروائی کی کہ وہ وہاں سے چلاتا ہوا بھاگا۔ اور لوگوں میں مشہور کر دیا کہ ابوعتبہ یعنی ابولہب اپنے دین سے پھر گیا ہے

تمام قریش دوڑے ہوئے ابولہب کے پاس پہنچے اور حال دریافت کیا۔ میں عبدالمطلب کے دین پر قائم ہوں لیکن اپنے بھتیجے پر ظلم برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ جو چاہے کریں۔ سب نے کہا کہ تو نے اچھا کیا کہ صلہ رحمی کا حق ادا کیا۔ چنانچہ کچھ عرصہ حضور ﷺ کو اپنے کام میں آزادی میسر ہوئی اور کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرتا، کہ لوگ ابولہب سے ڈرتے تھے۔ یہاں تک کہ عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل مل کر ابولہب

کے پاس آئے اور کہا کہ کیا تجھے تیرے بھتیجے نے بتلایا ہے کہ تیرے باپ کا ٹھکانا کہاں ہے؟ ابولہب نے حضورﷺ سے پوچھا۔ آپﷺ نے فرمایا اپنی قوم کے ساتھ۔ اس نے دونوں کو بتایا۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ جہنم کی آگ میں ہے۔ ابولہب نے پھر دریافت کیا۔ میرا باپ آگ میں داخل ہوگا؟ تو آپﷺ نے فرمایا، ہاں۔ اور جو بھی اس مذہب پر مرا وہ آگ میں داخل ہوگا۔

ابولہب نے کہا، بخدا! میں ہمیشہ ہمیشہ تمہاری عداوت پر قائم رہوں گا۔ کیوں کہ تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ میرا باپ نارِ جہنم میں ہوگا اور اس طرح اس نے اور پھر قریش نے حضورﷺ کے ساتھ سخت رویہ اپنالیا اور قریش نے ایذا پہنچانے میں انتہا کردی۔ چنانچہ آپﷺ نے طائف جانے کا ارادہ فرمایا۔

10.2 طائف میں پیش آنے والے واقعات

اعلانِ نبوت کے دسویں سال حضورﷺ حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد طائف تشریف لے گئے۔ آپﷺ کے ساتھ زید بن حارثہؓ تھے۔ قیام طائف کی مدت دس دن اور بعض نے ایک ماہ بیان کی ہے۔ آپﷺ ثقیف کے سرداروں سے ملے۔ یہ تین بھائی عبد یالیل، مسعود اور حبیب تھے جو عمرو بن عمیر کی اولاد تھے۔ آپﷺ نے ان سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا یعنی نصرت اسلام اور مخالفین کے خلاف مدد۔ ان میں سے پہلے نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں غلافِ کعبہ کو اُتار لوں گا۔ اور اس کی بے عزتی کروں گا (نعوذ باللہ)۔ دوسرے نے کہا، اللہ تعالیٰ کو تمہارے سوا اور کوئی دوسرا میسر نہیں تھا؟ تیسرے نے کہا کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر تم واقعی رسول ہو جیسے کہ تمہارا دعویٰ ہے تو پھر تمہارا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ میں تمہیں جواب دوں اور رائے زنی کروں اور اگر تم غلط بیانی کر رہے ہو (نعوذ باللہ) تو پھر میں تم سے کلام کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ جب آپﷺ ان کی ہدایت سے نا اُمید ہوئے تو وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُن لوگوں نے اپنے غلاموں اور اوباشوں کو اُکسایا اور آپﷺ کی شان میں گستاخی کی اور تمام لوگ اکٹھے ہو گئے۔ آپﷺ سے کہا گیا کہ آپﷺ یہاں قیام نہ کریں اور دوسری جگہ چلے جائیں۔ جب آپﷺ یہاں سے نکلنے لگے تو ان کم عقل لونڈوں کو اُکسایا جو حضورﷺ پر پتھر برساتے تھے۔ حتیٰ کہ آپﷺ کے قدم

مبارک لہولہان ہو گئے۔ حضرت زیدؓ نے اپنے آپ کو آپ ﷺ کی ڈھال بنایا ہوا تھا۔ لہٰذا ان کے سر میں بھی کئی زخم آئے۔ آپ ﷺ نے شیبہ اور عتبہ اولادِ ربیعہ کے انگور کے باغ میں پناہ لی۔ یہ دونوں بھائی وہاں موجود تھے۔ یہاں پہنچنے پر وہ سارے اوباش واپس چلے گئے۔ آپ ﷺ انگور کی بیل کے سائے میں تشریف فرما ہوئے۔ شیبہ اور عتبہ آپ ﷺ کو دیکھ رہے تھے اور ثقیف کے لڑکوں نے جو آپ ﷺ کو ایذا پہنچائی تھی اسے بھی دیکھ چکے تھے۔

عتبہ اور شیبہ نے یہ منظر دیکھ کر اپنے نصرانی غلام عداس کو کہا کہ انگوروں کا ایک خوشہ تھال میں رکھ کر اس شخص کو پیش کریں۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں انگور لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اسے تناول فرمائیں۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر انگور تناول فرمائے۔ عداس آپ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا، بخدا! یہاں کے لوگ تو یہ کلام زبان پر نہیں لاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو کس شہر سے تعلق رکھتا ہے۔ اور تیرا دین کیا ہے۔ اس نے کہا، میں نصرانی ہوں اور اہل نینوا سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اللہ کے نیک بندے حضرت یونس بن متیٰ کے شہر سے؟ تو اس نے حیرت سے پوچھا، آپ ﷺ کو یونس بن متیٰ کا پتہ کیسے چل گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ میرے بھائی ہیں، وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔

عداس نے یہ سن کر ادب سے آپ ﷺ کے سر اقدس کا بوسہ لیا۔ پھر ہاتھ چومے اور بعدازاں قدم بوسی کی۔ ربیعہ کے بیٹوں نے یہ منظر دیکھا تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ محمد (ﷺ) نے تیرے غلام کو اب تیرے کام کا نہیں چھوڑا۔ جب عداس واپس ہوا تو انہوں نے کہا کہ تیرے لیے افسوس ہے تجھے کیا ہو گیا تو اس شخص کے سر کو چومنے لگا اور ہاتھوں اور قدموں کو بوسے دیئے۔

اس نے کہا، اے میرے سردار! اس ہستی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی شخص نہیں۔ انہوں نے مجھے ایسے امر کی خبر دی جس کو صرف نبی ہی جانتا ہے۔

جب آپ ﷺ کو سکون حاصل ہوا، تو آپ نے اللہ پاک کے حضور یہ دُعا کی۔

"اے اللہ! آپ کی بارگاہ میں اپنی ناتوانی، ضعف اور وسائل کی کمی اور لوگوں کی نظروں میں بے قدری کی شکایت کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو ضعیفوں اور ناتوانوں کا رب ہے اور میرا رب تو ہی ہے تو مجھے

کس کے حوالے کرتا ہے اور کس کی پناہ میں دیتا ہے۔ ایسے شخص کی طرف جو ایمان و اسلام سے دور ہے۔ منہ بنائے ہوئے ہے اور ماتھے پر بل ڈالے ہوئے مجھے پیش آتا ہے۔ یا ایسے شخص کی طرف جس کو تو نے میرے معاملات کا مالک بنا دیا ہے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو پھر ان مصائب و شدائد کی مجھے پروا نہیں۔ تیرا عفو و کرم میرے لیے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے نورِ ذات کے وسیلہ سے جس کی بدولت ظلمات اور تاریکیاں چھٹ گئیں اور نور میں تبدیل ہو گئیں اور اسی پر دنیا و آخرت کے کل اُمور کی بہتری کا دارومدار ہے۔ اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا میں تیری ناراضی کا نشانہ بنوں۔ تو ہی مالک ہے رضا کا، مجھ سے راضی ہو جا۔ نہ گناہ سے دوری کی ہمت ہے اور طاعت کی سکت جب تک تیری توفیق شامل حال نہ ہو۔"

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت خوف میں مبتلا کیا گیا جبکہ دوسرا کوئی شخص خائف نہیں تھا۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت اذیتیں برداشت کرنی پڑیں جب کسی کو اس کی راہ میں تکلیف نہیں دی جاتی تھی۔ مجھ پر تیس تیس دن اس حال میں گذرے کہ میرے لیے کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جس کو جاندار لقمہ بنا سکے۔ ماسوا اس طعام کے جس کو بلالؓ عنہ اپنی بغل میں دبائے ہوئے ہوتے تھے۔

10.3 حضور ﷺ کی طائف سے واپسی اور مکہ مکرمہ میں داخلہ

مکہ مکرمہ واپسی پر حضور ﷺ نے اخنس بن قیس کی طرف آدمی بھیجا کہ کیا وہ حضور ﷺ کی پشت پناہی کر سکتا ہے کہ حضور ﷺ دین کی تبلیغ کر سکیں۔ اس نے کہا کہ مجھ جیسا حلیف اس تبلیغ رسالت جیسے امر پر پشت پناہی سے قاصر ہے۔

آپ ﷺ نے اس ایلچی کو سہیل بن عمرو کے پاس بھیجا، اس نے کہا کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ کیا تو میری حفاظت کر سکتا ہے تا کہ میں بغیر کسی فکر کے فریضہ رسالت ادا کر سکوں۔ اس نے کہا کہ بنی عامر بن لوی کسی کو امان کا عہد نہیں دے سکتے۔ آپ ﷺ نے یہ جواب سن کر اسے کہا کہ مطعم بن عدی کے پاس جاؤ اور اسے یہی پیغام دو۔ مطعم نے کہا، ہاں ضرور آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف لائیں (ہم

آپ ﷺ کا ساتھ دیں گے)۔

آپ ﷺ کا آدمی واپس آیا اور مطعم کا جواب حضور ﷺ کو سنایا۔ صبح ہوتے ہی مطعم اس کی اولاد اور بھتیجے ہتھیار لے کر پہنچ گئے (اور آپ ﷺ کی ہمراہی میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے) مطعم مسجد حرام میں آیا تو ابوجہل نے مطعم سے پوچھا کہ تم ان کے دین میں داخل ہو گئے ہو یا صرف معاونت کے لیے ساتھ آئے ہو۔ اس نے کہا، ہم صرف ان کی حفاظت اور نصرت کے لیے ساتھ آئے ہیں۔ تو اس نے کہا، جن کو تم نے پناہ دی ہم بھی ان کو پناہ دیتے ہیں، اور ان کے ساتھ تعرض نہیں کریں گے۔

حضور ﷺ مسجد حرام میں تشریف لائے، حجر اسود کا استلام کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔ اس دوران مطعم بن عدی اور اس کی اولاد آپ کے چاروں طرف حفاظت کے لیے حلقہ بنائے ہوئے تھے۔

محمد بن جبیر بن مطعم بن عدی اپنے باپ جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میدانِ بدر میں فرمایا کہ اگر آج مطعم زندہ ہوتا اور میرے پاس آکر ان سرداروں (اسیرانِ قریش) کے متعلق سفارش کرتا تو اس کی خاطر میں ضرور انہیں چھوڑ دیتا۔

10.4 ۱۱ نبوی میں انصار سے حضور ﷺ کی ملاقات

حضور ﷺ معمول کے مطابق موسم حج میں تبلیغ کے لیے مختلف قبائل کے پاس جاتے۔ سال 11 نبوی میں عقبہ کے قریب قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا، قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم کچھ دیر بیٹھتے نہیں تاکہ تمہارے ساتھ کچھ بات چیت کروں۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں اللہ پاک کی طرف دعوت دی اور ان پر دین اسلام پیش کیا۔ قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ ان کے آباؤ اجداد یہ سنتے آرہے تھے کہ بنی غالب میں سے عنقریب ایک پیغمبر آخرالزماں کا ظہور ہوگا۔ اور خزرج کا یہ گروہ جن پر حضور ﷺ نے اسلام و قرآن پیش کیا، یہود سے سنا کرتے تھے کہ نبی آخرالزماں کا زمانہ خروج قریب آچکا ہے۔ جب حضور ﷺ نے ان سے بات چیت فرمائی تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا

کہ واللہ یہ وہی نبی ہیں جن کے ظہور کا یہود تمہیں وعدہ دیا کرتے تھے۔ کہیں وہ تم سے ایمان و اسلام میں سبقت نہ لے جائیں۔ چنانچہ ہمیں سبقت لینی چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کرلی۔ اور دولت ایمان سے مالا مال اپنے گھروں کو لوٹے، ان کے اسمائے مبارک یہ ہیں: (۱) اسعد بن زرارہ (۲) عوف بن عفراء (۳) رافع بن مالک (۴) قطبہ ابن عامر (۵) عقبہ ابن آمر (۶) جابر ابن عبداللہ۔

مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی قوم کے سامنے حضور ﷺ کا تذکرہ کیا اور اسلام کی دعوت دی حتّٰی کہ اسلام ان کے اندر معروف و مشہور ہو گیا۔

اگلے سال (۱۲ ر نبوی) انصار میں سے بارہ افراد مکہ مکرمہ حاضر ہوئے جنھوں نے مقام عقبہ میں آپ ﷺ سے ملاقات کی۔ ان میں سات حضرات نئے تھے جو ایمان لائے۔ باقی پانچ وہ تھے جو پچھلے سال ایمان لا چکے تھے۔ یہ حضرت جابر کے علاوہ تھے۔ (۱) معاذ بن افراء (۲) ذکوان ابن عبد قیس (۳) عبادہ بن صامت (۴) یزید بن تعلبہ (۵) سعاد ابن عبادہ (۶) عویم ابن ساعدہ (۷) ابوالہیثم ابن التیہان (گویا دونوں سالوں کو ملا کر کل تعداد ۱۳ ہوئی)

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے ہم سے انہی باتوں پر بیعت لی جو قرآن پاک میں عورتوں کی بیعت کے لیے بنیاد بنائی گئی ہیں۔ بیعت لینے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا، اگر اس عہد پر قائم رہو گے تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر اس میں خلل اندازی سے کام لیا تو تمہارا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے۔ اگر چاہے تو معاف کردے اگر چاہے تو عذاب دے۔ یہ عہد نامہ اس وقت طے ہوا جب کہ ابھی جہاد اور قتال کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

جب یہ روانہ ہونے لگے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ساتھ کردیا کہ دین کی تعلیم اور قرآن مجید پڑھائیں ان کے ہاتھ پر مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ ایمان لائے۔

10.5 معراج شریف کا بیان

واقدی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ سفر معراج پر 12 نبوی کو اور ہجرت

سے آٹھ ماہ قبل سترہ رمضان کو تشریف لے گئے۔ اور یہ بھی ساتھ نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ ہجرت سے ایک سال قبل ۱۷ ربیع الاوّل کو معراج پر تشریف لے گئے۔ مگر میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ معراج رجب کی ۱۷ تاریخ کو ہوا۔

حدیث معراج و اسراء جن صحابہ نے نقل کی ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ ابن مسعود (۲) حضرت علی (۳) حضرت ابوذر (۴) حضرت ابی (۵) حضرت حذیفہ (۶) حضرت ابوسعید (۷) حضرت جابر (۸) حضرت ابوہریرہ (۹) حضرت عبداللہ ابن عباس (۱۰) حضرت اُم ہانی (۱۱) حضرت انس رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، میں اس وقت حطیم میں لیٹا ہوا تھا۔ میرے پاس ایک آنے والا آیا جو اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔

''یہ ہیں وہ صاحب جو دو آدمیوں کے درمیان لیٹے ہوئے ہیں۔''

پھر وہ میرے پاس آئے اور میرے سینہ کو یہاں سے وہاں تک چاک کیا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں، میں نے جارود سے کہا جو کہ میرے پہلو میں بیٹھے تھے، اس سے کیا مراد ہے، تو انہوں نے کہا سینہ کے انتہا سے ناف تک۔ تو اس نے میرے دل کو باہر نکالا، پھر میرے پاس سونے کا تھال لایا جو ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ میرے دل کو دھونے کے بعد ایمان و حکمت سے بھرا گیا۔ پھر اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ بعدازاں میرے پاس ایک سفید رنگت سواری لائی گئی۔ جو قد و قامت میں خچر سے کم اور گدھے سے بلند تھی۔ جارود نے دریافت کیا کہ اے حمزہ! کیا وہ براق تھا؟ انھوں نے کہا، ہاں۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں کہ اس کی نگاہ پہنچتی تھی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں، مجھے اس پر سوار کیا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام مجھے اپنے ہمراہ لے کر چلے۔ حتیٰ کہ پہلے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو پوچھا کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا جبرئیل۔ دربان نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا محمد (ﷺ)۔ کیا انہیں مدعو کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا، ہاں۔ دربان نے کہا،

مرحبا به و نعم المجیٔ جاءَ

''خوش آمدید ہے اس مہمان عزیز کے لیے اور بہت ہی مبارک ہے ان کا تشریف لانا''۔

دروازہ کھولا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا، یہ ہیں آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام، ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام پیش کیا، انہوں نے جواب میں عرض کیا۔

مرحبا بالابن الصالح و النبی صالح

''خوش آمدید فرزند صالح کے لیے اور نبی صالح کیلئے۔''

جبرئیل علیہ السلام دوسرے آسمان تک پہنچے، دروازہ کھولنے کے لیے آواز دی اور اوپر والی گفتگو کے بعد دروازہ کھلا اور اسی طرح خوش آمدید کہا گیا۔

یہاں میری ملاقات حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی اور وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا، یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں، ان کو سلام کریں۔ میں نے انہیں سلام کیا، دونوں نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا۔

مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح

''صالح بھائی اور نبی صالح کو خوش آمدید''۔

اسی طرح تیسرے آسمان کا دروازہ کھولا گیا، یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو موجود پایا۔ جبرئیل نے انہیں سلام کے لیے کہا۔ انہوں نے سلام کے جواب کے بعد کہا:

مرحبا بالاخ الصالح و النبی الصالح

''صالح بھائی اور نبی صالح کو خوش آمدید''۔

اسی طرح چوتھے آسمان میں داخل ہوا۔ یہاں حضرت ادریس علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ اسی طرح سلام کیا اور جواب کے بعد انہوں نے کہا:

مرحبا بالنبی الصالح ولاخ الصالح

پانچویں آسمان پر اسی طرح داخل ہوا یہاں حضرت ہارون علیہ السلام نظر آئے۔ سلام کے جواب کے بعد انہوں نے کہا:

مرحبا بالنبی الصالح ولاخ الصالح

چھوٹے آسمان پر اسی طرح داخل ہوئے اور وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔
علیک سلیک کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

مرحبا بالنبی الصالح ولاخ الصالح

جب یہاں سے گذرے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام روئے۔ پوچھنے پر یہ جواب دیا ''یہ نوجوان اور جواں ہمت نبی ہیں جو مبعوث تو میرے بعد ہوئے مگر ان کی اُمت میں سے جو افراد جنت میں داخل ہوں گے وہ ان سے زیادہ ہیں جو میرے اُمت میں سے داخل ہوں گے۔

اسی طرح ساتویں آسمان پر داخل ہوئے۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔
جبرئیل علیہ السلام نے انہیں سلام پیش کرنے کو کہا۔ سلام کے جواب کے بعد فرمایا:

مرحبا بالا بن الصالح والنبی الصالح

پھر سدرۃ المنتہیٰ کو مجھ پر منکشف کیا گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ چار نہریں ہیں، دو باطنی اور دو ظاہر۔
میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کیسی نہریں ہیں۔ جو باطن نہریں ہیں وہ جنت کی نہریں ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔ پھر بیت المعمور کو سامنے لایا گیا۔

حضرت قتادہؓ، حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، میں نے بیت المعمور کو دیکھا جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور جو ایک بار اس سعادت سے بہرہ ور ہوتا ہے پھر دوبارہ اس کی باری نہیں آتی۔

قتادہ نے بیت المعمور والی روایت بیان کرنے کے بعد پھر حضرت انس والی روایت جاری رکھی اور فرمایا کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک برتن شراب کا دوسرا دودھ کا اور تیسرا شہد کا پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے دودھ کا پیالہ قبول کیا۔ جبرئیل امین نے کہا، یہ فطرت ہے۔ آپ اور آپ کی اُمت ہمیشہ اس پر قائم رہیں گے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں، پھر ہر روز مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ واپس ہوا تو موسیٰ علیہ السلام پر گذر ہوا۔ انہوں نے دریافت کیا آپ کو کس چیز کا امر کیا گیا ہے۔ میں نے کہا ہر دن پچاس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں ے کہا کہ آپ ﷺ کی اُمت پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ ﷺ سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ

سخت محنت و مشقت سے دوچار ہوا۔ آپ ﷺ اپنے رب کی بارگاہ میں دوبارہ جائیں اور تخفیف کی درخواست کیجئے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوا، اور تخفیف کا مطالبہ کیا تو اللہ پاک نے دس نمازیں معاف فرمائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کیا حکم ہوا۔ میں نے جواب دیا ہر دن چالیس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں نے کہا آپ ﷺ کی امت چالیس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ ﷺ سے پہلے لوگوں کو اچھی طرح آزمایا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ بڑی جدوجہد کی ہے۔ بارگاہِ خداوندی میں تخفیف کی عرض کریں۔

امام الانبیاء ﷺ فرماتے ہیں میں بارگاہِ قدس میں حاضر ہوا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دس نمازیں معاف فرما دیں۔ واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا، تو میں نے آپ سے فرمایا کہ تیس نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا۔ حضرت موسیٰ نے وہی بات پھر دہرائی۔ تو حضور ﷺ پھر بارگاہِ قدس میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور معاف فرما دیں۔ واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وہی گفتگو ہوئی جو اوپر بیان کی گئی ہے اور آپ نے بتایا کہ بیس نمازوں کا حکم ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی کچھ کہا، آپ پھر بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہوئے جہاں سے دس نمازیں معاف ہوئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ کی اُمت دس نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی اس لیے پھر واپس جایئے اور کم کروایئے۔ حضور ﷺ پھر بارگاہِ قدس میں حاضر ہوئے اور دعا فرمائی تو ہر دن پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا۔ واپسی پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو ان کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ صرف پانچ نمازوں کا حکم ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے وہی کچھ کہا جو اوپر بیان ہوا اور فرمایا کہ تخفیف کی درخواست کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العزت سے اتنی بار تخفیف کی درخواست کر چکا ہوں کہ اب یہ التجا کرتے ہوئے حیا آتی ہے۔ میں اب تسلیم و رضا سے کام لیتا ہوں۔ جب میں آگے گذرا تو یہ ندا آئی کہ:

"میں نے (حبیب پاک کی تسلیم و رضا کے بعد) اپنے فریضہ کو نافذ کر دیا ہے۔ اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی ہے یعنی ادائیگی میں تو یہ پانچ ہیں لیکن اجر و ثواب میں پچاس۔"

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، جب قریش نے اسراء اور معراج کو جھٹلانے کی کوشش کی تو بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے۔ میں حطیم میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ

پاک نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا میں اسے دیکھتا جاتا تھا اور ان کے جواب دیتے جاتا تھا۔ اس کو مسلم و بخاری نے نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اسراء و معراج کی صبح آپ نے اپنے سفر مبارک کا اعلان فرمایا اور حضور ﷺ یہ جانتے تھے کہ کفار اسے جھٹلائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں میں الگ تھلگ غم میں بیٹھا تھا کہ ابوجہل وہاں سے گذرا اور آپ ﷺ کو دیکھ کر بیٹھ گیا۔ استہزا کے انداز میں پوچھا کوئی نئی پرانی سنائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا، ہاں۔ تو اس نے کہا پھر سنائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے آج کی رات سیر کرائی گئی۔ اس نے کہا کہاں تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا بیت المقدس تک۔ اس نے کہا رات اتنا لمبا سفر کر کے آپ صبح ہم میں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے کہا، ہاں۔ اس نے خاموشی اختیار کی۔ اور کہا کہ میں قوم کو آپ ﷺ کے پاس جمع کرتا ہوں کیا ان کے سامنے بھی یہ بیان کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ضرور۔ چنانچہ اس نے آواز لگائی اے بنی کعب ابن لوئی کی جماعت ادھر آؤ۔ حتیٰ کہ سب لوگ دوڑتے ہوئے آ گئے۔ اور حضور ﷺ اور ابوجہل کے پاس بیٹھ گئے۔ اب آپ (ﷺ) اپنی قوم کے سامنے اپنی بیت المقدس کی سیر کا واقعہ سنایئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا مجھے آج رات سیر کرائی گئی۔ انہوں نے پوچھا، کہاں تک؟ آپ ﷺ نے فرمایا بیت المقدس تک۔ انہوں نے پوچھا کہ صبح کے وقت آپ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں۔ بعض نے تالیاں بجانی شروع کی اور بعض نے حیرت سے اپنے ہاتھ سروں پر رکھ لیے۔ کیا آپ مسجد اقصیٰ کی علامات ہمارے سامنے بیان کر سکتے ہیں۔ ان میں بعض ایسے تھے جنہوں نے بیت المقدس دیکھا تھا۔ اس بنا پر وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ آپ کتنے سچے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے ان کو مسجد اقصیٰ کی تفصیلات بتانی شروع کر دیں۔ بعض جگہ شک پیدا ہوا تو مسجد اقصیٰ میرے سامنے کر دی گئی گویا وہ دار عقیل کے قریب ہے۔ تو میں نے اس کی تمام تفصیلات بیان کیں کہ گویا میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا تو ساری قوم پکار اُٹھی کہ تفصیلات بالکل صحیح بیان کی گئی ہیں۔

حضرت انس ﷺ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، معراج کی رات جبرئیل امین زین کسے ہوئے لگام ڈالے ہوا براق لائے تو جب میں اس پر سوار ہونے لگا تو اس نے سرکشی والا انداز اختیار

کیا۔ جبرئیل امین نے فرمایا، اے براق کیا تو محمد ﷺ کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے۔ واللہ تیری پشت پر کوئی بھی ایسا نبی سوار نہیں ہوا جو ان کی نسبت اللہ کی بارگاہ میں زیادہ عزت رکھتا ہو۔ جبرئیل امین کے یہ الفاظ سن کر براق پسینہ پسینہ ہوگیا۔

10.6 عقبہ ثانیہ میں انصار سے ملاقات

۱۳ نبوی ذی الحجہ موسم حج کے دوران ایام تشریق میں اہل مدینہ کے بہتر انصار جس میں ستّر مرد اور دو خواتین تھیں، عقبہ کی گھاٹی میں تہائی رات میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابھی حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ ایمان نہیں لائے تھے۔ ان حضرات نے اپنے مشرکین ساتھیوں سے یہ ملاقات مخفی رکھی لیکن عبداللہ ابو جابر سے کہا کہ تم ایک اہم ترین سردار ہو اور شریفوں میں شریف ترین اور ابھی تک حالت کفر میں ہو، ہمیں تمہاری یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم کل روزِ قیامت آگ کا ایندھن بنو۔ ہم نے انھیں دعوتِ اسلام دی اور حضور ﷺ سے وقت ملاقات کی اطلاع دی۔ چنانچہ وہ ایمان لے آئے اور ہمارے ساتھ حضور ﷺ سے ملاقات کے لیے عقبہ رات کے اندھیرے میں پہنچے جبکہ ہمارے مشرکین ساتھی خیموں میں سو رہے تھے۔

ہم حضور ﷺ کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ اپنے چچا حضرت عباس جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت عباسؓ چاہتے تھے کہ اہل مدینہ کے ساتھ جو بھی عہد و پیمان ہوں وہ تسلی بخش ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ہی کلام کا آغاز کیا اور فرمایا، اے جماعت خزرج (اگرچہ اس جماعت میں اوس کے لوگ بھی تھے) تم محمد ﷺ کے مقام سے جو بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب میں ہے خوب واقف ہو، اور ہم نے کفار سے ان کی حفاظت کی ہے۔ اگرچہ کفار ہمارے ہم خیال تھے۔ محمد ﷺ اپنی قوم میں عزت و احترام سے رہ رہے ہیں اور قوم کی حفاظت میں ہیں۔ انہوں نے اب ہم سے جدا ہو کر تمہارے پاس قیام کا ارادہ کرلیا ہے۔ اگر تمہارا اس امر میں پکا ایمان ہے کہ تم ان کے ساتھ کئے ہوئے معاہدہ کو ہر حال میں نبھا سکو گے اور ان کے دشمنوں سے ان کی مکمل حفاظت کرو گے پھر تو تم جانو اور تمہادے عہد و پیمان اور اگر سمجھو کہ تم دشمنوں سے ان کا دفاع نہیں کر سکو گے اور ان کو تنہا چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤ گے تو

پھران کوابھی سے عزت وحرمت کے ساتھ اپنی قوم کی حفاظت میں رہنے دو۔

انصار نے کہا کہ ہم نے آپ کی بات سن لی ہے اور حضورﷺ سے کہا کہ یا رسول اللہ، آپ فرما دیں اپنی ذات کے لیے اور اللہ کے لیے جو عہد لینا چاہیں ہم وہ عہد دینے کو تیار ہیں۔ حضورﷺ نے کلام مجید کی تلاوت فرمائی اور دعوت اسلام دی اور پھر اس امر کا عہد لیا کہ تم ہمارے حفاظت اسی طرح کرو گے جس طرح اپنی عورتوں اور بچوں کی کرتے ہو۔

سب سے پہلے براء بن معرور بڑھے اور آپﷺ کا دستِ اقدس پکڑ کر کہا کہ اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، ہم آپﷺ کی حفاظت اور نگرانی اسی طرح کریں گے جس طرح اپنے نفوس اور بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ لہٰذا ہم سے بیعت لیں۔ کیوں کہ ہم جنگجو ہیں اور کثیر التعداد اور آباؤ اجداد سے ہمارا کام جنگ و قتال چلا آرہا ہے۔ سارے حضرات بیعت کے لیے تیار تھے کہ ابوالہیثم بن التیہان نے کہا:

"یا رسول اللہ! ہم آپ کی خاطر دوسروں کے ساتھ اپنے عہد و پیمان توڑنے کے لیے آمادہ ہیں اور آپ کے لیے جانوں کی قربانی دینے سے گریز نہیں کریں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا فرمائے، تو آپﷺ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف نہیں لوٹیں گے اور ہمیں داغ مفارقت نہیں دیں گے۔"

رسول خداﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا تم مجھ سے کامل تعلق رکھتے ہو اور میں تم سے یعنی تمہارا اور میرا معاملہ ایک ہے جس سے تمہاری جنگ اُس سے میری جنگ اور جس سے تمہاری صلح اس سے میری صلح۔

آپﷺ نے فرمایا کہ اپنی جماعت سے بارہ سردار منتخب کرو جو اپنی قوم کی طرف سے ترجمان اور ضامن ہوں۔ انصار نے خزرج سے نو اور اوس سے تین اشخاص کا انتخاب کیا۔

سب سے پہلے براء بن معرور نے بیعت کا شرف حاصل کیا، پھر باقی حضرات نے۔ جب انصار نے بیعت کرلی تو شیطان عقبہ کی چوٹی سے نکلا اور نہایت بلند آواز سے چیخ چلا رہا تھا کہ راوی معبد بن کعب کہتے ہیں کہ اتنی بلند آواز میں نے کبھی نہیں سنی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اے اہل منازل خیموں میں

غفلت کی نیند سونے والو کیا کوئی محمد مذمم (نعوذ باللہ) کی خبر ہے اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی جو آباؤ اجداد کے دین سے منحرف ہو گئے ہیں کہ وہ تمہارے خلاف جنگ کا پکا ارادہ کر چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ عقبیٰ کا شیطان ہے پھر اس کی طرف رخ کر کے فرمایا، اے اللہ کے دشمن واللہ میں تجھے نمٹ لوں گا۔ پھر ہمیں فرمایا اپنی قیام گاہوں کو لوٹ جاؤ اور آرام کرو۔ عباس بن عبادہؓ نے فرمایا، واللہ اگر آپ چاہیں تو ہم کل ہی اہل منیٰ پر اپنی تلواروں سے یکبارگی حملہ کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی جنگ کا مجھے حکم نہیں دیا گیا ہے۔

ہم واپس آ کر اپنے خیموں میں سو گئے۔ صبح اُٹھے تو سارے قریش ہمارے خیموں پر جمع ہو گئے اور کہنے لگے اے گروہِ خزرج ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے آدمی (حضور اکرم ﷺ) کو ہمارے درمیان سے نکال کر لے جانا چاہتے ہو اور ان کے ہاتھ پر ہم سے جنگ کرنے کی بیعت کر رہے ہو۔ واللہ ہمیں تمام اہل عرب میں سے کوئی بھی قبیلہ ایسا نہیں جن کے ساتھ جنگ کرنا ہمیں ناپسند ہو جتنا تمہارے ساتھ۔

ہماری قوم کے مشرکین اُٹھے اور ان کو قسمیں کھا کر مطمئن کرنے لگے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ اور نہ ہی ہمارے علم میں ہے۔ یہ اپنی جگہ سچے تھے کیوں کہ انہیں ہماری بیعت کا علم نہیں تھا۔ اور ہم حیران تھے کہ ہمارے ساتھیوں کو تو بیعت کی خبر نہ ہوئی تو قریش کو کس طرح علم ہو گیا۔



۱۱

ہجرتِ مدینہ منوّرہ

11.1 قریش کو بیعت کا علم ہونا، دارالندوہ میں مشورہ

کعب بن مالک روایت کرتے ہیں کہ حج کے فوراً بعد قریش اس نتیجے پر پہنچے کہ بیعت ہو چکی ہے تو وہ انصار مدینہ کے پیچھے دوڑے اور اذاخر میں جالیا۔ منذر بن عمرو قریش کے قابو میں نہ آئے لیکن سعد بن عبادہؓ کو قریش نے پکڑ لیا۔ اور رسیوں میں جکڑ کر مکہ مکرمہ لے آئے۔ لیکن پھر جبیر بن مطعم اور حارث بن اُمیہ آپہنچے، انہوں نے کہا یہ ہمارے تاجروں کو عطیات دیا کرتے ہیں، چنانچہ ان کو چھوڑ دیا گیا۔

حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو مدینہ منورہ ہجرت کی اجازت دے دی اور وہ گروہ در گروہ مدینہ منورہ پہنچنے لگے۔ اور آپ ﷺ اذنِ خداوندی کے انتظار میں مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔ اس دوران حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے علاوہ وہ صحابہ رہ گئے جنہیں قریش نے گرفتار کر لیا تھا اور ان کو تکلیفیں دینی شروع کیں۔ صدیق اکبرؓ اجازت طلب کرتے تو حضورؐ فرماتے جلدی نہ کرو۔

یہ دیکھنے کے بعد کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ میں قیام مل گیا ہے قریش کو یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ بھی مدینہ منورہ ہجرت کر لیں گے۔ چنانچہ وہ دارندوہ (مجلس مشاورت) میں جمع ہوئے تا کہ حضور ﷺ کے متعلق مشورہ کریں۔ دارندوہ قصی بن کلاب کا مکان تھا اور قریش کے لیے گویا پارلیمنٹ کا درجہ رکھتا تھا۔ اور یہیں اہم فیصلے ہوتے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ اس موقع پر شیطان لعین ایک بزرگ انسان کی صورت میں آموجود ہوا۔ دروازے پر اسے دیکھ کر اہل ندوہ نے پوچھا کہ حضرت کون ہیں اور کہاں سے ہیں؟ اس نے جواب دیا میں اہل نجد سے ہوں میں نے اس مشورہ کے متعلق سنا تو حاضر ہوگیا ہوں۔ اورتم امید رکھو کہ اس ناچیز سے تمہیں صحیح مشورہ، خلوص و ہمدردی ملے گی۔

انہوں نے کہا پھر اندر تشریف لے آئیں۔ چنانچہ شیطان شیخ نجدی کی صورت میں شریک مشورہ ہوگیا۔ جہاں ہر قبیلے کے اشراف اور صاحب رائے موجود تھے انہوں نے آپس میں کہا کہ پہلے تو ان کا تنہا ہی معاملہ تھا لیکن اب ان کے پیروکار بڑھتے جا رہے ہیں اور ان کو مددگار بھی مل گئے ہیں لہٰذا خطرہ درپیش ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کے ساتھ ہم پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ لہٰذا غور وفکر کرو اور کوئی متفقہ فیصلہ کرو۔

بعض نے کہا کہ ان کو زنجیروں میں جکڑ کر کسی کمرے میں بند کردو اور پھر ان کی ہلاکت کا انتظار کرو جیسے کہ ان سے پہلے شعراء کو پیش آچکی ہیں۔ شیخ نجدی نے کہا یہ مشور درست نہیں اس لیے کہ جب ان کے ماننے والوں کو قید کی خبر ہوگی تو یہ حملہ کر کے انہیں چھڑا لیں گے۔ دوسرے نے کہا کہ ان کو جلاوطن کردو۔ شیخ نجدی نے کہا یہ بھی کوئی عقل کی بات نہیں ہے؟ دیکھتے نہیں کہ ان کی گفتگو کتنی حسین و شیریں ہے اور جو احکام وہ بیان کرتے ہیں کس طرح دل میں اُتر جاتے ہیں۔ اس لیے جس بھی قبیلہ میں تم انہیں جلاوطن کروگے اپنی شیریں کلامی سے ان کے دلوں پر حکمرانی کریں گے اور ان سے بیعت لے کر تم پر حملہ کردیں گے۔

ابوجہل بولا، میری رائے کچھ مختلف ہے اورتم لوگ ابھی تک وہاں نہیں پہنچ پائے۔ لوگوں نے پوچھا ارشاد فرمائیں۔ تو اس نے کہا کہ ہر قبیلہ سے ایک صاحب نسب بہادر جوان لیں اور انہیں تیز دھار تلوار دیں اور وہ سب یکبارگی حملہ کر کے ان کو قتل کردیں اور ان سے اس طرح چھٹکارا حاصل کریں۔ چونکہ ہر قبیلہ کا فرد اس قتل میں شامل ہوگا تو بنوعبد مناف پوری قوم کے خلاف کارروائی کرنے سے مجبور ہوں گے اور سب سے خون بہا لینے پر مجبور ہوں گے تو ہم ان کو اس مقتول کا خون بہا دے دیں گے۔

شیخ نجدی نے کہا اصل رائے تو بس اس شخص نے دی ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں کوئی مشورہ

درست نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ سب اس مشورہ پر متفق ہو گئے اور مجلس برخاست ہو گئی۔

11.2 حضور ﷺ کی روانگی

جبرئیل امین آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آج رات اُس بستر پر آرام نہ فرمائیں جس پر آپ ﷺ کا معمول ہے۔ جب تاریکی چھا گئی تو کفار آپ ﷺ کے درِ اقدس پر جمع ہو گئے اور آپ ﷺ کے سونے کا انتظار کرنے لگے تاکہ حالت نیند میں آپ ﷺ کو شہید کردیں۔

کفار کو اپنے دروازے پر دیکھا تو سبز رنگ کی حضرمی چادر جسے آپ ﷺ لے کر سوتے تھے، حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم یہ چادر اوڑھ کر میری جگہ سو جاؤ اور یقین کرو کہ ان کی طرف سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔

پیغمبر عظیم ﷺ دروازے سے باہر آئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی،

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ

(سورۃ یٰسین، آیت 9)

ترجمہ ''ہم نے ان کے سامنے اور ان کے پیچھے حجاب قائم کر دیئے ہیں۔ بس ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے لہٰذا وہ دیکھ نہیں سکتے۔''

مٹھی بھر مٹی ان کے سروں پر پھینکی اور آپ ﷺ نے جدھر جانا تھا تشریف لے گئے۔

بعد میں ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا کہ تم کس کا انتظار کرتے ہو۔ انہوں نے کہا محمد (ﷺ) کا۔ اس نے کہا وہ تو ابھی تمہارے درمیان سے نکل کر چلے گئے۔ انہوں نے اندر جھانکنا شروع کیا جہاں حضرت علیؓ، حضور ﷺ کی چادر مبارک اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ محمد (ﷺ) تو چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے ہیں، چنانچہ صبح تک انتظار کیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں، صبح ہوئی تو میں بستر سے اُٹھا تو وہ حملہ کرنے بڑھے اور مجھے دیکھ کر شرمسار ہوئے۔

انہوں نے پوچھا، تمہارے نبی کہاں ہیں۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا مجھے کیا پتہ؟ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیر خاک میں ملادی۔

یہاں سے ناکام ہوئے تو آپ ﷺ کے نشانِ قدم تلاش کرتے ہوئے پہاڑ پر پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر انھیں شک گذرا۔ چنانچہ پہاڑ پر چڑھے اور غارِ (ثور) سے بھی گذرے۔ اس کے دروازے پر عنکبوت کا جالا دیکھا تو کہنے لگے اگر وہ یہاں داخل ہوتے تو مکڑی کے جالا کیوں کر باقی رہتا۔ (چنانچہ وہیں سے واپس ہو گئے) اور حضور ﷺ تین رات وہاں مقیم رہے۔

اس اہم رات سے پہلے دن میں حضور ﷺ نے جو مشورہ فرمایا اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ دوپہر کے وقت ایک شخص نے کہا کہ یہ سراقدس اور منہ پر کپڑا لپیٹے ہوئے حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ حالانکہ ایسے وقت آپ ﷺ کبھی ہمارے گھر تشریف نہیں لائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ اس وقت ﷺ تشریف آوری کسی اہم مقصد کی وجہ سے ہے۔ آپ ﷺ نے اجازت لی اور اندر تشریف لانے سے پہلے حضور ﷺ نے فرمایا جتنے لوگ اندر ہیں انہیں ہٹا دیں تاکہ تخلیہ میں بات ہو سکے۔ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے اہل خانہ (حضرت عائشہ صدیقہؓ) اور ان کی بہن اسماء کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ بتلانے آیا ہوں کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کیا مجھے آپ کے ساتھ ہم سفری کا شرف حاصل ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اس مقصد کے لیے دو اونٹنیاں پال رکھی ہیں۔ لہٰذا ایک آپ ﷺ پسند فرمالیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا، قیمت کے ساتھ ضرور لوں گا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ہم نے آپ ﷺ کے سفر کی اچھی طرح تیاری کی اور توشۂ سفر خوب تیار کیا۔ کھانے کا سامان مشکیزہ میں ڈالا اور حضرت اسماءؓ نے اپنے کمربند کا ایک حصہ تو توشہ دان باندھنے کے لیے استعمال کیا اور دوسرا حصہ اسی طرح استعمال میں رہا۔ اس لیے آپ کو ذات النطاقین کا لقب دیا گیا۔

ابوبکر صدیقؓ نے ایک آدمی اجرت پر لیا تھا تو وہ کافر لیکن امین تھا۔ سواریاں اس کے حوالے کیں اور اسے تین راتوں کے بعد غارِ ثور کے پاس یہ سواریاں لیکر پہنچنے کا کہا۔

حضور ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ غارِ ثور میں (صبح ہونے سے پہلے پہلے) پہنچ گئے۔ اور تین رات وہاں قیام کیا۔ رات میں حضرت عبداللہ ابن ابوبکر حاضر خدمت رہتے۔ وہ مضبوط، طاقتور جوان تھے اور

انتہائی زیرک اور معاملہ فہم تھے۔ سحری کے وقت نکلتے اور صبح سویرے قریش کے پاس ہوتے گویا رات مکہ میں ہی گذاری اور کہیں نہیں گئے۔ اور قریش کی تمام خبریں رات کی تاریکی میں غارِ ثور پہنچ کر حضور ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ کو پہنچا دیتے۔ ابوبکر صدیقؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ دودھ والی بکریوں کو چراتے چراتے غار تک لے جاتے اور دودھ دھو کر پیش کرتے۔ اور دونوں مقدس ہستیاں آرام وسکون سے رات بسر کرتیں۔ جب رات کا کچھ حصہ گذر جاتا تو عامر بکریوں کو ہانک کر واپس مکہ مکرمہ آجاتے۔ تینوں رات ان کا یہی معمول رہا۔

11.3 غار میں پیش آنے والے واقعات

حضرت عمرؓ بن الخطاب سے روایت ہے کہ بخدا حضرت ابوبکرؓ کی ایک رات اور ایک دن عمرؓ (کی زندگی بھر کی طاعات اور عبادات) سے بڑھ کر ہے۔ رات سے میری مراد ہجرت والی رات ہے جس میں ابوبکرؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ کبھی تو آپ ﷺ کے آگے چلتے اور کبھی پیچھے اور کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ حضور ﷺ نے جب اس انداز سے چلنے کی وجہ پوچھی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کبھی مجھے یہ خیال آتا ہے کہ دشمن سامنے تاک میں بیٹھا ہے تو سامنے چلتا ہوں کہ آپ ﷺ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ پھر خیال ہوتا ہے کہ وہ پیچھے سے نہ آجائے تو پیچھے چلنے لگتا ہوں اور اسی طرح کبھی دائیں اور کبھی بائیں (گویا جان ایک ہے اور خطرات چاروں طرف سے ہیں)

حضور ﷺ اس رات پنجوں کے بل چلتے تھے اور جوتا مبارک بھی پاؤں میں نہ تھا حتیٰ کہ پاؤں زخمی ہونے کو تھے اور آبلے پڑنے والے تھے جب حضرت ابوبکرؓ نے یہ حالت دیکھی تو آپ کو کندھوں پر اُٹھالیا اور دوڑتے ہوئے غار تک پہنچے اور آپ ﷺ کو غار کے سامنے کندھوں سے اُتارا۔ پھر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اس ذات اقدس کا واسطہ جس نے آپ ﷺ کو دینِ حق دے کر بھیجا کہ آپ ﷺ غار میں داخل نہ ہوں جب تک میں اطمینان نہ کرلوں۔ اگر کوئی موذی چیز ہو تو اس کی ایذا رسانی سے آپ محفوظ رہیں اور میری جان آپ ﷺ پر فدا ہو جائے۔ آپ ﷺ نے ابوبکرؓ کو اجازت دے دی۔

روایت میں آیا ہے کہ ابوبکرؓ نے ہاتھوں سے بلوں کو تلاش کیا اور جہاں کہیں سوراخ نظر آیا

اپنے کپڑے پھاڑ کر اس کو بند کیا۔ حتیٰ کہ زائد کپڑے جو ساتھ تھے سب ختم ہو گئے۔ ابھی ایک سوراخ بچ رہا جسے بعد میں آپؓ نے اپنی ایڑھی سے بند کیا۔ حضورﷺ غار میں داخل ہوئے۔ خدا کا کرنا کہ اس سوراخ میں سانپ موجود تھا جو آپؓ کو ڈنک مارتا رہا۔ آپؓ کے آنسو گرتے رہے۔ لیکن مبادا حضورﷺ کی نیند خراب نہ ہو آپؓ نے برداشت کیا اور پیر نہ ہٹایا۔

حضورؐ نے ان کو تشفی دیتے ہوئے فرمایا:

یا ابابکر لا تحزن ان اللہ معنا

''اے ابوبکر غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

تب اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ پر طمانیت، سکون وسکینہ نازل فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ صبح ہوئی تو ابوبکرؓ سے دریافت کیا اے ابوبکرؓ تمہارے کپڑے کہاں ہیں۔ انھوں نے صورت حال عرض کی۔ حضورﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

اللّٰھم اجمل ابابکر معی فی درجتی یوم القیامۃ

''اے اللہ! ابوبکر کو میرے ساتھ میرے مقام میں قیامت کے دن جگہ عطا فرما۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ آپ کی دُعا قبول کی گئی۔

(یہ ہے وہ ان کی رات جس کا ذکر عمر ابن الخطابؓ نے فرمایا اور اہل دنیا کی کوئی رات اس کی برابر نہیں کر سکتی۔)

قریش نے آپﷺ کو تلاش کیا اور آخر غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا اگر ان میں سے کوئی شخص اپنے قدموں کی طرف دیکھے تو ہم نظر آ جائیں گے۔ آپﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر ان دو شخصوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسری ذات اقدس اللہ پاک کی ہو۔ یہ روایت بخاری ومسلم میں ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ قریش جب غار پر پہنچے تو غار کے دھانے پر مکڑی کا پُرانا جالا دیکھا۔ تو کہنے لگے کہ اس غار کے منہ پر تو محمد (ﷺ) کے پیدا ہونے سے بھی پہلے کا جالا موجود ہے پھر وہیں سے واپس لوٹ گئے۔

11.4 غارِ ثور سے مدینہ منورہ تک

ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ جمعرات کی رات پہلی ربیع الاوّل کو اور دوسری روایت کے مطابق پیر کی شب چار ربیع الاوّل کو ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ منورہ کے لیے غارِ ثور سے روانہ ہوئے۔ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ غارِ ثور میں تین رات رہے اور ابوبکر صدیقؓ، ان کے غلام عامر بن فہیرہ اور راستہ کے ماہر عبداللہ ابن اریقط لیثی (جو کافر تھے) کے ساتھ غارِ ثور سے روانہ ہوئے۔ عبداللہ نے ساحل سمندر والا راستہ اختیار کیا۔

حضرت براء بن عازب سے منقول ہے کہ ابوبکر صدیقؓ سے زین خریدی اور فرمایا کہ اپنے بیٹے براء سے کہنا کہ اسے میرے گھر پہنچا دے۔ عازب نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا جب تک آپ حضور ﷺ کے ساتھ ہجرت کا حال نہ بیان کریں۔

حضرت ابوبکرؓ نے بیان فرمایا کہ ہم رات کے آخری حصہ میں روانہ ہوئے اور دن کے دوپہر تک چلتے رہے۔ میں نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی کہ کوئی سایہ دار جگہ ہے جہاں آرام کرسکیں۔ ایک چٹان نظر آئی اور قریب جانے پر اس کا سایہ میسر آ گیا۔ میں نے اس جگہ کو خس و خاشاک سے صاف کیا۔ پوستین بچھائی اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ لیٹ جائیں اور آرام فرمائیں۔

پھر ماحول کا جائزہ لینے کے لیے نکلا کہ کوئی شخص ہماری تلاش میں تو نہیں آ رہا، کہ ایک لڑکے پر نظر پڑی جو بھیڑ بکری چرا رہا تھا۔ دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ وہ فلاں کا غلام ہے۔ میں نے اس کے مالک کو پہچان لیا اور پھر پوچھا تیری بکریوں میں کوئی دودھ والی بکری ہے۔ اور کیا تو اس کا دودھ دے سکتا ہے۔ اس نے کہا ضرور بصد شوق۔ میں نے اسے کہا بکری کے پاؤں قابو کرلو اور دودھ اچھی طرح جھاڑ لو تاکہ گرد و غبار اور بال وغیرہ جھڑ جائیں۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ اپنے ہاتھ اچھی طرح صاف کرلو۔ میرے ساتھ پانی کا ایک برتن تھا جس کے منہ پر کپڑا بندھا تھا۔ ادھر غلام نے دودھ کا بڑا پیالہ نکالا۔ میں نے اس میں ٹھنڈا پانی ڈالا حتیٰ کہ دودھ اوپر سے نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر دودھ کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ اور حضور ﷺ سے اِسے نوش فرمانے کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے

اچھی طرح سیر ہو کر پیا کہ میرا دل خوش ہو گیا۔ پھر میں نے عرض کیا اب کوچ کرنے کا وقت ہو گیا ہے۔

ہم وہاں سے چلے۔ قریش ہمیں تلاش کرنے میں مصروف تھے۔ مگر سراقہ بن مالک کے سوا کوئی شخص ہم تک نہ پہنچا وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے جب ہم تک پہنچا تو میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ ہمیں تلاش کرنے والے دشمن پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ولا تحزن ان اللّٰہ معنا

''غم نہ کرو اللہ پاک ہمارے ساتھ ہے۔''

جب فاصلہ تین بلکہ دو بلکہ ایک نیزہ کا رہ گیا تو میں نے عرض کیا، دشمن تو ہمارے سر پر پہنچ گیا۔ حضور ﷺ کی تکلیف کے احساس سے میں رونے لگا۔

آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر کیوں روتے ہو؟ عرض کیا، خدا کی قسم اپنی جان کے لیے نہیں بلکہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔ اس فکر میں رو رہا ہوں۔ تب حضور ﷺ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی،

اللّٰھم اکفنا بما شئت

''اے اللہ ہمیں کفایت فرما جس طرح تجھے پسند ہو۔''

حضور ﷺ کے لب مبارک سے جونہی یہ الفاظ نکلے۔ سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں سخت پتھریلی زمین میں دھنس گئے۔ وہ گھوڑے سے کودا اور کہنے لگا، اے محمد ﷺ مجھے یقین آگیا کہ یہ حادثہ آپ ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس پریشانی سے نجات فرمائیں۔ میں آپ ﷺ سے عہد کرتا ہوں کہ آپ ﷺ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ بلکہ اس راہ پر آنے والوں سے بھی آپ ﷺ کو محفوظ رکھوں گا۔ اور یہ میرا ترکش ہے اس میں سے ایک تیر لے لیں اور اس راہ میں فلاں فلاں جگہ میری اونٹنیوں اور بکریوں پر سے گذر ہوگا تو دودھ یا سواری وہاں سے لے لیجئے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور اسکے لیے دعا نجات و خلاصی فرمائی۔ گھوڑا فوراً زمین سے باہر آ گیا۔ وہ واپس اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔

عبدالرحمٰن بن مالک سے روایت ہے (جس سے اس واقعہ کی مزید تفصیلات ملتی ہیں) سراقہ

بن مالک فرماتے تھے کہ ہمارے پاس قریش کے آدمی آئے کہ حضورﷺ اور ابوبکر صدیقؓ دونوں کے علیحدہ علیحدہ قتل یا قید پر سو سو اونٹ مقرر کیے گئے ہیں۔ چنانچہ میں اپنی قوم کی ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا کہ قریش کے ایلچیوں میں سے ایک ایلچی آ کر میرے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اے سراقہ میں نے ساحل سمندر کی طرف چند اشخاص دیکھے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی ہیں۔

حضرت سراقہ فرماتے ہیں مجھے یقین ہو گیا کہ وہ صحیح ہے۔ لیکن اس کو مغالطہ دینے کے لیے کہا، نہیں نہیں، جو اشخاص تو نے دیکھیں ہیں وہ فلاں فلاں ہیں جو ابھی ہمارے یہاں سے گذرے ہیں اور گمشدہ چیز تلاش کر رہے ہیں وہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ پھر میں تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھا رہا۔ بعدازاں اُٹھ کر گھر گیا اور خادمہ سے کہا کہ میرا گھوڑا تیار کر کے ٹیلے کی اوٹ میں لے جاؤ اور میرا انتظار کرو۔ اور میں نے نیزہ لیا اور گھر کی پچھلی طرف سے باہر نکلا اور نیزہ زمین کی طرف رکھا کہ نظر نہ آئے اور گھوڑی پر سوار ہوا اور سرپٹ دوڑتا ہوا حضورﷺ کے قریب جا پہنچا۔ لیکن یکا یک گھوڑا پھسلا اور میں اس سے گرا۔ جلدی سے اُٹھ کر ترکش سے فال نکالنے کے لے فال والا تیر نکالا کہ معلوم کروں میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گا یا نہیں۔ فال میری خواہش کے خلاف نکلا لیکن انعام کے لالچ میں پھر سوار ہو کر آگے بڑھا اور اتنے قریب ہوا کہ حضورﷺ کی قرأت کی آواز سنائی دینے لگی۔ حضورﷺ قرآن کی کی تلاوت میں محو تھے کہ ماحول سے بے خبر تھے جبکہ ابوبکر صدیقؓ چاروں طرف نظر رکھے ہوئے تھے۔ اسی دوران میرے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور میں زمین پر آ رہا۔ بڑی کوشش اور گھوڑے کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے پر اس نے پاؤں زمین سے نکالے لیکن وہاں سے اتنا غبار بلند ہوا کہ آسمان تک جا پہنچا اور دھوئیں کی طرح سیاہی میں بدل گیا۔ میں نے پھر تیر کے ساتھ فال نکالا تو میری خواہش کے خلاف فال نکلا۔ اس مرتبہ میں نے فال کے مطابق عمل کرتے ہوئے حضورﷺ سے امان طلب کی۔ حضورﷺ اور آپ کے ساتھی ٹھہر گئے اور میں سواری پر سوار ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ میرے دل میں یہ یقین پختہ ہو چکا تھا کہ رسول اکرمﷺ غالب آ کر رہیں گے۔ حضورﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کو شہید کرنے والے کے لیے اس قدر انعامات مقرر کیے ہیں۔ اور آپ کے متعلق یہ یہ عزائم رکھتے ہیں۔ میں نے حضورﷺ اور آپ کے رفقاء کے لیے زادِ راہ

اور دیگر سامان کی پیش کش کی لیکن وہ قبول نہ ہوئی اور نہ ہی مجھ سے کسی امر کا مطالبہ کیا۔ البتہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا معاملہ لوگوں سے مخفی رکھنا اور کسی کو ہماری اطلاع نہ دینا۔

میں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے امان نامہ عطا فرمائیں تو آپ ﷺ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا جنھوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر میرے لیے امان نامہ لکھ کر دیا اور پھر آپ ﷺ نے سفر جاری رکھا۔

یہ حال جو اوپر بیان کیا گیا سراقہ بن مالک خود اس کے راوی ہیں۔

عروہ بن زبیرؓ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ، زبیرؓ کی حضورؐ سے ملاقات ہوئی کہ وہ سفر شام سے واپس آرہے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے حضور ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ کو سفید کپڑوں کا لباس پیش کیا (جو حضور ﷺ نے قبول فرمائے)

11.5 حضرت اُم معبدؓ کے گھر حضور ﷺ کا نزول اور معجزہ

ابو معبد خزاعیؓ روایت کرتے ہیں کہ، جب حضور ﷺ، ابوبکر صدیقؓ اور عامر بن فہیرہ کے ساتھ عبداللہ بن اریقط کی رہنمائی میں مکہ مکرمہ سے چل کر اُم معبد کے خیموں پر گذرے جو ایک بہادر عورت تھی اور سردار تھی اور خیموں سے باہر کھلی جگہ میں بیٹھی، گذرنے والوں کو کھانے پینے کا سامان مہیا کرتی تھیں۔

حضور ﷺ نے اس سے کھجوروں اور گوشت وغیرہ کے متعلق دریافت فرمایا تا کہ خرید لیں۔ چونکہ قحط سالی تھی اور یہ مسکین ہو چکے تھے اس لیے اُم معبد نے کہا کہ واللہ اگر کوئی شے ہوتی تو مہمان نوازی میں کمی نہ کرتے اور تم سے کوئی شے بچا کر نہ رکھتی۔

حضور ﷺ نے خیمہ کے گوشے میں ایک بکری دیکھی تو دریافت فرمایا یہ کیسی بکری ہے۔ اُم معبد نے عرض کیا یہ لاغر اور کمزور ہے اور کمزوری کی وجہ سے چرنے نہ جا سکی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کا دودھ نہیں ہے؟ دودھ تو دور کی بات (اس میں تو گوشت بھی نہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اجازت ہے کہ میں اس کا دودھ دوھ لوں۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہے تو ضرور

نکال لیں مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔

حضور ﷺ نے بکری کو اپنے پاس منگوایا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کے پستانوں پر ہاتھ پھیرا اور یوں دعا فرمائی۔

''اے اللہ اُم معبدؓ کے لیے اس کی بکری میں برکت عطا فرما۔''

اُم معبدؓ فرماتی ہیں کہ دودھ سے پستان بھر گئے۔ آپ ﷺ نے بڑا برتن طلب فرمایا جو ایک جماعت کو کافی ہو جائے۔ چنانچہ اس میں اس قدر طاقت سے دودھ دوھا کہ جھاگ برتن کے منہ تک چڑھ آیا۔ پہلے آپ نے اُم معبدؓ کو دودھ عطا فرمایا جب وہ اچھی طرح سیر ہو گئیں تو پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا اور سب سے آخر میں خود پیا۔ دوسرے بار پھر آپ ﷺ نے سب کو پلایا کہ سب سیر ہو گئے۔

اس برتن میں دوبارہ دودھ نکالا اور اسے اُم معبد کے ہاں چھوڑ کر کوچ فرمایا۔ کچھ دیر بعد ابو معبد کمزور بدحال بکریوں کو جو ضعف کی وجہ سے آہستہ آہستہ چلتی تھیں اور جن میں نہ گوشت تھا نہ ہڈیوں میں مغز تھا چرا کر واپس پہنچے تو گھر میں دودھ دیکھ کر حیران ہو گئے اور پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا۔ چونکہ جو بکری گھر میں تھی وہ تو کمزوری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکتی تھی۔ نہیں نہیں واللہ یہ اسی بکری کا دودھ ہے۔ ایک بزرگ ہستی کا یہاں سے گذر ہوا جن کی یہ یہ صفات تھیں انہوں نے اپنے شانِ اعجازی دکھائی اور اس بکری سے دودھ نکال کر دیا۔

ابو معبد نے کہا مجھے تو یہ ہستی وہی معلوم ہوتی ہے جن کے تعاقب میں قریش دوڑ رہے ہیں۔ ذرا ان کا حلیہ تو بیان کرو۔ اُم معبد نے کہا،

''میں نے جس ہستی کو دیکھا ہے ان کی چمک دمک نمایاں اور چہرہ انور کشادہ اور روشن، جسم کے اعضاء میں مکمل تناسب تھا۔ ان کو پیٹ کے بڑھ جانے کا عیب تھا نہ سر اور گردن کے چھوٹا ہونے کا نقص، وہ انتہائی حسین و جمیل تھے۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں اور پلکیں گھنی اور دراز تھیں۔ آواز بلند اور گرجدار رنگ سفید آنکھیں سرگیں، بھویں باریک لمبی اور باہم ملی ہوئیں۔ بال سیاہ، گردن مبارک طویل، داڑھی گھنی، جب سکوت اختیار کریں تو وقار نمایاں ہو اور جب گفتگو فرمائیں تو سر اقدس اور ہاتھ بلند فرمائیں اور چہرہ پر رونق نظر آئے۔ ان کی گفتگو پروئے ہوئے موتی جو یکے بعد دیگر نیچے گر رہے ہوں۔ باتوں میں شہد کی

مٹھاس اور کلام با مقصد۔ واضح اور مقصد کے مطابق نہ بالکل مختصر، نہ طویل بے مقصد اور باعث ملال، دور سے دیکھیں تو سب میں بلند قامت اور خوبصورت اور قریب سے شیریں اور حسین نظر آئیں۔ ایسے درمیانہ قد کہ دیکھنے والی آنکھ ان کو درازی قامت کا نہ عیب لگائے اور نہ کوتاہ قامت کا۔ گویا وہ دو نرم و نازک شاخوں کے درمیان ایک ایسی شاخ جو ان دونوں سے زیادہ حسین اور خوش منظر۔ ان کے سفر کے ساتھی ان کے گرد ایسا حلقہ بنائے ہوئے تھے جیسے چاند کے گرد ہالہ۔ جب آپ ﷺ بات کرتے تو سب مجسم کان بن جاتے اور جب حکم دیتے تو اطاعت میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے۔ وہ مخدوم ہیں جن کی خدمت کے لیے لوگ ہر وقت کمربستہ۔ وہ نہ تو ترش رو نہ ہی تیوری چڑھانے والے، اور نہ ہی لوگوں کی طرف سے کم عقلی کا طعنہ سہنے والے۔''

ابو معبد نے کہا، واللہ یہ وہی قریش کی دشمنی کا نشانہ بننے والی ہستی ہیں جن کو اللہ پاک کی نظر میں ان کا مقام درجہ و مرتبہ واضح کر دیا گیا ہے اگر میری ان سے ملاقات ہو جاتی تو اپنے ساتھ رکھنے کی ان سے درخواست کرتا اور جب بھی موقع ملا ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

اور پھر صبح کو عجیب واقعہ پیش آیا۔ اہل مکہ نے ایک زمین و آسمان میں گونجنے والی آواز سنی لیکن آواز دینے والا نظروں سے غائب تھا (یہ ایک جن تھا جو حضور ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ کے لیے مدحیہ اشعار پڑھ رہا تھا) وہ اشعار یہ تھے:

اشعار کا ترجمہ اس طرح ہے:

۱۔ رب الناس جو جزاء کا مالک ہے۔ ان دو رفیق سفر مقدس ہمراہیوں کو بہترین جزا عطا فرمائے جو اُم معبد کے خیموں میں تشریف فرما ہوئے۔

۲۔ وہ دونوں نیکی کے ساتھ آئے۔ اور اسی حال میں کوچ فرمایا۔ پس فلاح پانے والا ہے وہ شخص جو حضور محمد ﷺ کا رفیق بن گیا۔

۳۔ اے آل قصی ان کی روگردانی کرنے سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں کئی عظمتوں سے محروم کر دیا۔

۴۔ اپنی بہن (اُم معبد) سے اس کی لاغر بکری کے متعلق دریافت کرو اور برتن کے متعلق جو دودھ سے بھر گیا۔ بلکہ بکری خود دریافت کرو تو بھی ان کی شان اعجازی، فیوض و برکات کی گواہی دے گی۔

۵۔ طلب فرمایا ان سے ایسی بکری کو جو حاملہ بھی نہیں تھی ان کو خالص دودھ دینے لگی اور تھن جھاگ بہا رہے تھے۔

۶۔ پس اس دودھ کو جس بکری کے مالک کے لیے دوسری بار اُم معبد کے پاس چھوڑا

قریش نے صبح دیکھا اور نبی کریم ﷺ ان میں موجود نہیں تھے اور وہ ام معبد کے خیموں کی طرف دوڑے۔

اس ہاتف کے اشعار کے جواب میں حسان بن ثابتؓ نے یہ اشعار کہے۔

۱۔ یقیناً وہ قوم رسواء ہوئی جن سے ان کی نبی جدا ہوگیا۔ اور پاکیزہ ہوئی وہ قوم جن کے ہاں رات یا دن کو وہ تشریف فرما ہوئے۔

۲۔ ایک قوم سے انہوں نے رحلت اختیار فرمائے پس ان کی عقل زائل ہوگئی جبکہ دوسری قوم پر تازہ نور لے کر نزول فرمایا۔

۳۔ کیا ایک قوم کے گمراہ لوگ جو اندھے ہونے کی وجہ سے بیوقوف بن بیٹھے اور دوسری قوم کے ہدایت پانے والے جو لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں اور اس عظیم ہادی کی پیروی کرنے والے ہیں۔ باہم برابر ہو سکتے ہیں۔

۴۔ وہ ایسے عظیم نبی ہیں جو خفیہ اُمور کو دیکھ سکتے ہیں جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے اور ہر محفل میں کتاب اللہ کی تلاوت کر کے سناتے ہیں۔

۵۔ اگر کسی غیب کی اطلاع دیں تو اس دن چاشت کے وقت یا اگلے دن وہ ظاہر ہو جائے گی اور اس کی تصدیق ہو جائے گی۔

۶۔ مبارک ہو ابوبکر کو ان کی نیک بختی اور سعادت مندی حضور ﷺ کی رفاقت کے ساتھ اور جسے اللہ سعادت مند بنائے وہ سعادت مند ہو جاتا ہے۔

۷۔ مبارک ہو بنی کعب کے لیے ان کی باہمت خاتون کا مسلمانوں کی راہ میں بیٹھنا اور انتظار کرنا۔

اسی واقعہ کو اُم معبد یوں بیان فرماتی ہیں، کہ چار اشخاص دو اونٹوں پر سوار تشریف لائے۔ میرے پاس اُترے۔ میں ایک بکری حضور ﷺ کی خدمت میں لائی تا کہ اسے ذبح کر کے آپ ﷺ کو

کھلاؤں۔ کیا دیکھتی ہوں کہ وہ دودھ سے بھری ہوئی ہے۔ میں اسے آپ ﷺ کے قریب لے گئی۔ آپ ﷺ نے اس کے پستانوں کو ہاتھ لگایا اور فرمایا اسے ذبح نہ کرو۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اور دوسری بکری لا کر ذبح کی اور گوشت پکا کر پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اور ساتھیوں نے تناول فرمایا اور ان کے توشے دان بھر کر ساتھ کر دیئے۔ ہمارے پاس جو بچ گیا وہ اتنا تھا جتنا پوری بکری کا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور جس بکری کے تھنوں کو حضور ﷺ نے ہاتھ لگایا تھا، اس کی عمر میں بڑی برکت ہوئی۔ عمر فاروقؓ کی خلافت میں قحط والے سال یعنی ۱۸ر ہجری تک صحیح و سالم رہی اور ہم اس زمانے میں اس سے صبح و شام دودھ حاصل کرتے تھے جب کہ زمین میں جانوروں کو کوئی شے کھانے کو نہ ملتی تھی۔

11.6 حضرت ابوبکر صدیقؓ قول ثوریہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ نے ہجرت فرمائی تو حضور ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ اکثر لوگ اس راستے پر ابوبکر صدیق کو اس لیے پہچانتے تھے کہ آپ کا اکثر تجارت کے سلسلے میں جانا آنا رہتا تھا۔ لہٰذا جب یہ حضرات کسی مقام سے گذرتے تو لوگ دریافت کرتے کہ اے ابوبکر یہ تمہارے آگے کون ہیں؟ آپ فرماتے یہ وہ ہستی ہے جو مجھے راہ دکھلاتی ہے۔ (یہاں راہ سے ابوبکرؓ نے راہِ خدا مراد لیا جبکہ لوگوں نے اسے زمین کا راستہ دکھانا سمجھا۔ اس طرح ابوبکرؓ نے غلط بھی نہیں کہا اور اظہارِ حقیقت سے جو خطرہ تھا اس سے بھی محفوظ رہے۔ اس کو ثوریہ کہتے ہیں)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، میں نے اس دن سے زیادہ کوئی دن روشن نہیں دیکھا جس دن حضور ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ میں وقت وصال مدینہ منورہ میں موجود تھا، میں نے حضور ﷺ کے وصال کے دن جیسا تاریک دن نہیں دیکھا۔

11.7 حضور ﷺ کی سفر میں حضرت بریدہ اسلمیؓ سے ملاقات

حضرت بریدہ اسلمیؓ کے بیٹے عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کسی شے سے بدفال نہیں لیتے تھے۔ البتہ نیک فال ضرور لیتے تھے۔ دورانِ سفر ہجرت جبکہ حضور ﷺ پر سوا اونٹ

انعام میں رکھے گئے تھے، برید اسلمی گھر سے ستر سواروں کے ساتھ نکلے اور حضورﷺ سے راستے میں ملاقات کی (یہ حضورﷺ کو پہچانتے نہیں تھے)۔ آپ نے دریافت فرمایا تم کون ہو۔ عرض کیا میں بریدہ ہوں۔ حضورﷺ نے ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، ہمارا معاملہ گرمی سے محفوظ ہو گیا۔ (بریدہ کے معنی ٹھنڈا ہے) بلکہ سرد اور ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر پوچھا کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ انہوں نے کہا قبیلہ اسلم سے۔ پھر پوچھا، قبیلہ اسلم کی کون سی شاخ سے؟ انھوں نے کہا کہ بنی سہم سے۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا، تمہارا حصہ اور نصیب نکل آیا۔

حضرت بریدہ نے عرض کیا کہ آپ کی تعریف؟ فرمایا میں محمد، ابن عبداللہ، اللہ کا رسول اور برگزیدہ بندہ ہوں۔ تو بریدہ نے عرض کیا،

اشھدان لا الہ اللہ واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ

چناچہ بریدہ اور ان کے سب ساتھی اسلام لے آئے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ مدینہ منورہ میں دخول کے وقت علم قیادت آپ کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اپنی دستار سر سے اُتار کر اسے نیزے پر باندھا اور فضا میں بلند کیا اور حضورﷺ کے آگے آگے چلنے لگے۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ عرض کیا آپ میرے گھر تشریف فرما ہوں۔ آپﷺ نے فرمایا، میری یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ اسے منزل کا پتہ ہے میں اسے اِدھر اُدھر نہیں پھیر سکتا۔

حضرت بریدہ نے اسلام لانے کی نعمت پر شکر بجا لاتے ہوئے عرض فرمایا کہ الحمدللہ کہ بنوسہم رضا و رغبت سے اسلام میں داخل ہوئے نہ کہ جبر سے۔

☆☆☆

۱۲

حضور ﷺ کی مدینہ منوّرہ میں آمد

12.1 حضور ﷺ کا استقبال

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ اس خبر کے بعد کہ حضور ﷺ مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکے ہیں، ہر روز صبح سویرے مقام حرہ پر پہنچ کر انتظار میں بیٹھے رہتے اور جب دوپہر کی گرمی شدید ہو جاتی تو گھروں کو لوٹ جاتے۔ اسی دوران ایک یہودی کسی ٹیلے پر کسی چیز کو دیکھنے کے لیے چڑھا تو حضور ﷺ اور آپ کے ہم سفر جو نورانیت کی وجہ سے چمک رہے تھے اور جہاں ان کے سائے پڑتے وہاں سراب زائل ہوتا نظر آتا تھا، دکھائی دیئے۔

یہ منظر دیکھ کر وہ بے اختیار پکار اُٹھا۔ اے اہل عرب! تمہارا بخت و اقبال جس کا انتظار تھا پہنچ گئے۔ یہ سننا تھا کہ مسلمانوں نے تیزی سے ہتھیار سجائے اور دوڑتے ہوئے مقام حرہ پر حضور ﷺ کے استقبال کے لیے پہنچ گئے۔ آپ ﷺ ان کو لے کر راہ کے دائیں جانب بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا۔ حضور ﷺ خاموش بیٹھے رہے جب کہ ابوبکر صدیقؓ کھڑے رہے (تفصیلات سفر سناتے تھے)۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ پیر کے دن ۱۲/ربیع الاوّل کو مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔

عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت پیر کو ہوئی۔ منصب رسالت پیر کو ملا یعنی اعلانِ نبوت پیر کو ہوا۔ آپ ﷺ نے حجر اسود پیر کو نصب فرمایا۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ بھی

ہجرت اسی دن کی اور مدینہ منورہ میں اسی دن داخل ہوئے۔ اسی دن وصال پایا، گویا عالم جاودانی میں اسی دن قدم رکھا۔

12.2 حضور ﷺ کی مدینہ منورہ میں قیام گاہ

حضور ﷺ پہلے قبہ میں تشریف لائے اور ابن اسحاق کے مطابق کلثوم بن الہدم کے ہاں قیام فرمایا جو کہ بنی عمرو بن عوف سے ہیں اور ایک قول کے مطابق سعد بن خثیمہ کے گھر ٹھہرے کیوں کہ وہ غیر شادی شدہ تھے۔ (تاکہ حاضر ہونے والے حضرات بلا تکلف آسکیں) آپ ﷺ نے پیر سے جمعرات تک قیام فرمایا۔ مسجد کی بنیاد رکھی اور جمعہ کے دن (مدینہ منورہ) کوچ فرمایا اور دوسرے قول کے مطابق آپ ﷺ نے یہاں دس دن سے بھی زیادہ قیام فرمایا۔

پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور اس کی مہار کو اس کی گردن پر ڈال دیا۔ آپ ﷺ کی سواری جہاں سے گذرتی وہاں لوگوں کی دلی تمنا ہوتی کہ حضور ﷺ ان کے پاس قیام فرمائیں۔ وہ کہتے،

معلم یا رسول اللہ الی العدد والعدة

''آپ ایسے خادموں کے مہمان بنیں جو شمار میں بھی زیادہ ہیں اور ساز وسامان میں بھی۔''

حضور ﷺ جواب دیتے:

خلو زما مھا فانھا مامورة

''اس کی مہار چھوڑ دو اسے اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے۔''

چنانچہ قصراء چل رہی تھی اور لوگ منتظر تھے کہ کس کا مقدر چمکتا ہے۔ اور کون ان سعادتوں کو پاتا ہے۔ وہ پہلے اسی جگہ بیٹھی جہاں پر مسجد نبوی ہے۔ اس وقت یہ جگہ کھجور سکھانے کا کھلیان تھی۔ ابھی آپ ﷺ اُترے بھی نہیں تھے کہ یہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ تھوڑی دور جا کر پھر اپنی پہلی جگہ کی طرف لوٹ آئی اور بیٹھ گئی۔ اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ حضور ﷺ اونٹنی کی پشت سے اُترے اور ابو ایوب انصاری آپ ﷺ کا سامان اُٹھا کر اپنی منزل میں لے گئے اور جب تک مسجد کے گرد حجرات نہیں بنے آپ نے یہیں قیام فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، آدمی اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس طرح آپ ﷺ ابوایوبؓ کے

مہمان ہوئے۔ البتہ اسد بن زرارہؓ آپ ﷺ کی اونٹنی اپنے ساتھ لے گئے تا کہ اس کی خدمت کریں۔ چنانچہ وہ انہی کے پاس رہی۔ ہر رات تین یا چار آدمی باری باری درِ اقدس پر پہرہ دیتے تھے۔ یہاں تک حضور ﷺ اپنے مکان میں منتقل ہو گئے۔ ابوایوبؓ کے مکان پر حضور ﷺ کا قیام سات مہینہ رہا۔

حضور ﷺ نے زید بن خارجہؓ اور ابو رافعؓ کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ مکرمہ بھجوایا تا کہ وہ حضرت فاطمہؓ، حضرت اُم کلثومؓ (حضور ﷺ کی صاحبزادیاں) اور اُم المومنین حضرت سودہؓ کو مدینہ لے آئیں اور ساتھ ہی اُسامہ بن زید اور حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ، حضرت صدیقؓ کے اہل وعیال جن میں حضرت عائشہؓ بھی تھیں کو لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ ﷺ نے ان کو جاریہ بن نعمان کے گھر ٹھہرایا۔

قبا سے آپ جمعہ کے دن مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے اور نمازِ جمعہ بنی سالم میں ادا فرمائی اور یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

12.3 اہل مدینہ کی مسرت اور خوشی

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حبشی اپنے چھوٹے چھوٹے نیزوں کے ساتھ کھیلتے، وہ اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ جب حضور ﷺ بنی نجار کی بچیوں کے پاس سے گذرے تو وہ یہ گا رہی تھیں:

نحن جوارٍ من بنی النجار　　　وجسداً محمد من جار

''ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں اور محمد (ﷺ) جیسے پڑوسی مبارک ہیں۔''

آپ ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم میری عنایات کا مرکز اوّلین ہو۔''

اور عائشہ صدیقہؓ کے مطابق جب حضور ﷺ مدینہ کے اُفق پر نمودار ہوئے تو عورتیں، بچے، بچیاں یہ اشعار گا رہی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا اللہ داعی

''ہم پر بدرِ منیر وداع کی گھاٹیوں سے طلوع ہوا۔ اس لیے ہم پر اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کا شکر واجب ہے۔ جب تک کوئی بھی دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے گا'' (یعنی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے)

12.4 حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی حاضری

بقول حضرت عبداللہؓ ابن سلام جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ جوق در جوق آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ میں بھی ان میں سے ایک تھا۔ جونہی میری نظر آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر پڑی تو میرے دل میں یہ یقین ہو گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا۔ اس کی رونق، تروتازگی، نورانیت اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ اس سے کبھی جھوٹ صادر نہیں ہو سکتا۔

میں نے اس موقع پر آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''اے لوگو! باہم سلام کو عام کرو۔ صلہ رحمی کرو۔ لوگوں کو کھانا کھلاؤ، اور رات کی تاریکی میں، جب لوگ سو رہے ہوں، اللہ پاک کی بارگاہ میں جبین نیاز جھکاؤ تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

12.5 فضیلت مدینہ منورہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے حضور ﷺ نے اللہ پاک سے دُعا کی، ''اے اللہ مدینہ منورہ میں اس برکت کی نسبت دوچند برکت عطا فرما جو آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ کو عطا فرمائی ہے۔''

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''جو شخص مدینہ منورہ کی شدت، تکلیف اور مصیبتوں پر صبر کرے گا، میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں گا۔''

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس میں استطاعت ہو کہ مدینہ میں فوت ہو تو اسے ضرور یہیں رہ کر مرنا چاہیے۔ کیوں کہ جو مدینہ میں فوت ہوگا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا۔''

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ مدینہ میں روزہ رکھنے کا اجر دوسری جگہ ہزار مہینے کے روزے رکھنے کے برابر ہے اور مدینہ منورہ میں جمعہ ادا کرنے کی فضیلت دوسرے مقامات پر ہزار نماز ادا کرنے کے برابر ہے۔

حضرت ابو ثابتؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ کی خاک جذام اور کوڑھ کے لیے موجب شفا ہے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ اسلام کا قبہ ہے اور ایمان کے لیے بمنزلہ قلب ہے۔ اور حلال وحرام کے درمیان حد فاصل۔

12.6 مسجد قبا کی تعمیر

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے عمرو بن عوف میں دس اور بیس راتوں کے درمیان ٹھہرے اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی جس کے متعلق قرآن مجید نے گواہی دی کہ اس کی بنیاد تقویٰ و اخلاص پر رکھی گئی ہے۔ اور اس میں آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔

12.7 مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر

قبا سے آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ منورہ چلے اور صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ بنو النجار کے لوگ اپنے اسلحہ کے ساتھ حضور ﷺ کے اردگرد تھے۔ حضرت ابوبکرؓ آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی سواری مسجد نبوی کے دروازے والی جگہ پر بیٹھ گئی۔ (اس کا ذکر پہلے آچکا ہے) یہ کھلیان تھا جو اسعد بن زرارہ کی زیر کفالت تربیت پانے والے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی۔ آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور ان کی زمین کا سودا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ بچوں نے کہا کہ ہم یہ اُجرت آخرت کے لیے تحفہ میں دینا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ نے اس جگہ کو قیمتاً خرید کر مسجد کے لیے وقف فرمایا۔ مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر تعمیر فرمائی کہ خود بھی کچی اینٹ اٹھا اٹھا کر لاتے اور یہ اشعار پڑھتے :

۱۔ محنت جو نتیجہ خیز ہے وہ تو یہی ہے نہ کہ خیبر سے کھجوروں کا بوجھ اٹھانا۔ اے ہمارے رب ہمارے کام میں نیکی پاکیزگی زیادہ ہے۔

۲۔ اے اللہ! خیر تو صرف آخرت کی خیر ہے۔ پس انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما۔

حضرت فرماتے ہیں پہلے اس زمین کو صاف کیا گیا اور یہاں کچھ قبریں تھیں جو مشرکین کی تھیں

انھیں کھود کر ان کی ہڈیاں وہاں سے نکال دی گئیں اور ٹیلے، کچھ کھجور وغیرہ صاف کر دیے گئے اور پھر مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں مسجد نبوی کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی اور کھجور کے تنوں کو ستون کے طور پر استعمال کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اس کی توسیع ہوئی اور منقوش پتھر استعمال کیے گئے اور چونے سے چنائی کی گئی اور ستون بھی نقش و نگار والے پتھروں سے بنائے گئے اور ساگوان کی لکڑی کا چھت بنایا گیا۔

12.8 مسجد نبوی کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، سفر نہ اختیار کیا جائے مگر تین مساجد کے لیے مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد میں نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہزار نماز ادا کرنے سے بھی افضل ہے۔

''میری مسجد'' سے مراد ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک وہ تمام حصہ شامل ہے جس کی بعد میں توسیع ہوئی یا ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جتنی جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (بخاری و مسلم)

ابو ہریرہؓ کی روایت میں یہ مزید آیا ہے کہ میرا منبر میرے حوض یعنی حوضِ کوثر پر ہے۔ (بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ میرا منبر جنت کے ٹیلوں اور بلند مقامات میں سے ایک سرسبز و شاداب ٹیلہ پر ہے۔

12.9 حضور ﷺ کے مکانات کا ذکر

محمد بن عمرؓ کی روایت ہے کہ ازواج مطہرات کے گھر منبر شریف کے مقابل نماز پڑھنے والے کے بائیں جانب تھے یعنی مشرق میں اور جب زینب بن حزیمہؓ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے ان کی

منزل میں حضرت اُم سلمہؓ کو ٹھہرایا۔

محمد بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ تمام مکانات پہلے حارثہ بن نعمان کے تھے۔ نبی کریم ﷺ کیلئے یکے بعد دیگرے انہوں نے خالی کردیئے اور یہ حضور ﷺ اور اُمہات المومنین کی مِلک میں آگئے۔

حضرت سودہؓ نے اپنا مکان حضرت عائشہؓ کو حوالے کرنے کی وصیت فرمائی۔

حضرت صفیہؓ کا مکان ان کے ورثا نے حضرت امیر معاویہؓ کو ایک لاکھ اسّی ہزار درہم میں فروخت کیا۔

ایک قول کے مطابق حضرت عائشہؓ سے ان کا مکان ان کے بھانجے حضرت زبیرؓ نے خریدا اور ان کو تا زیست رہنے کی درخواست کی جو قیمت آپ کی خدمت میں پیش کی گئی وہ پانچ اونٹوں پر لدا ہوا سامان تھا، جسے عائشہؓ نے فوراً اللہ کے راستے میں تقسیم کردیا۔ عرض کیا گیا کہ کم از کم ایک درہم تو بچا لیتیں۔ فرمایا، اگر پہلے یاد دلاتے تو رکھ لیتی۔

دوسرے قول کے مطابق حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ اسّی ہزار یا صرف اسّی ہزار میں خریدا اور زندگی بھر رہنے کی اجازت دے دی۔ اور یہ مال بھی حضرت عائشہؓ نے جب تک تقسیم نہ کردیا اپنی جگہ سے نہیں اُٹھیں۔

حضرت حفصہؓ کا مکان حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو ورثہ میں ملا۔ انہوں نے فی سبیل اللہ اسے مسجد نبوی میں شامل کردیا۔

محمد بن سعد سے روایت ہے کہ مجموعی طور پر نو مکانات تھے جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو مدینہ منورہ کے ولید بن عبدالملک کی طرف سے امیر تھے، شہید کر کے مسجد نبوی میں شامل کیے۔ ان کی دیواریں کچی اینٹوں سے اور حویلی کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھیں۔

محمد بن شہاب روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی غزوہ ذومۃ الجندل کے دوران حضرت اُم سلمہؓ نے حویلی کچی اینٹوں سے بنوائی۔ آپ ﷺ نے واپسی پر دریافت فرمایا کہ یہ کیسی تعمیر ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ لوگوں سے پردہ کرنے کے لئے کھجور کی شاخوں کی جگہ کچی اینٹیں استعمال کی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، مسلمان کے مال کا بدترین مصرف یہ تعمیر ہے۔

عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کا خط مدینہ منورہ پہنچا جس میں حکم دیا تھا کہ ازواج مطہرات کے مقدس ہجرے مسجد نبوی میں شامل کر لیے جائیں تو میں نے اس دن لوگوں کو جس قدر روتے ہوئے دیکھا، اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ ہجرے کھجور کی شاخوں سے بنائے گئے تھے اور ان کے دروازوں پر سیاہ بالوں سے بُنے ہوئے بوریئے لٹک رہے تھے۔ میں (عطاء خراسانی) نے سعید بن میسّب سے سنا کہ واللہ مجھے تو یہ پسند تھا کہ ان حجرات کو اسی طرح رکھا جاتا کہ نئی نسلیں اور باہر سے آنے والے لوگ ان کو دیکھتے اور فخر سے گریز کرتے ہوئے حضور ﷺ کے اختیاری زہد کی تقلید کرتے۔

12.10 مدینہ منورہ کے لیے حضور ﷺ کی دُعا

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہ وباؤں کا گھر تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب بخار کی شدت ہوتی تو فرماتے "ہر شخص اپنے گھر سے دعائیں دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی صبح بالخیر کرے اور حال یہ ہے کہ موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی قریب ہے۔"

اور حضرت بلالؓ بخار کی شدت میں یوں کہتے "اے کاش میری سمجھ موجود رہتی اور بتاتی کہ میں پھر کوئی رات اس وادی میں بسر کروں گا۔ جہاں میرے اردگرد اذخر اور جلیل (ایک قسم کی بناتات) موجود ہوں اور کیا میں کسی دن محبہ کے پانی پر پہنچوں اور میرے سامنے شامہ اور طفیل پہاڑ ہوں۔ اے اللہ! عتبہ اور شیبہ بن ربیع اور اُمیہ بن خلف پر لعنت فرما کہ جس طرح انہوں نے ہمیں مکہ مکرمہ سے نکالا۔"

جب سرورِ عالم ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو دُعا فرمائی۔

"اے اللہ! ہمیں مدینہ محبوب فرما دے، جیسے مکہ مکرمہ کو محبوب بنایا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ! اس کو ہمارے لیے مقامِ صحت و عافیت بنا دے اور اس کے صاع (پیمانہ بقدر چار کلو) اور مدّ (پیمانہ ایک کلوگرام) میں ہمارے لیے برکت فرما اور اس کی وبا اور بخار کو جحفہ کی طرف منتقل فرما۔"

(جحفہ میں اسلام کے بدترین دشمن یہود رہتے تھے۔ اس دعا کے بعد مدینہ منورہ صحت افزا مقام بن گیا اور جحفہ وباؤں کا گھر)

12.11 تحویل قبلہ

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔ پھر بیت اللہ شریف کی طرف تحویل قبلہ کا حکم آ گیا۔

محمد بن حبیبؒ کہتے ہیں کہ حضورﷺ اُم بشرؓ کے پاس بنی سلمہ میں پندرہ شعبان بروز منگل تشریف لے گئے۔ آپﷺ نے صحابہؓ کے ساتھ صبح کا کھانا وہاں تناول فرمایا۔ ظہر کے وقت آپﷺ نے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز شروع کی اور ابھی دو رکعت ہی ہوئی تھیں کہ عین نماز کی حالت میں آپﷺ کو بیت اللہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم آ گیا۔ لہٰذا آپﷺ نے بیت اللہ کی طرف رُخ کیا اور صحابہ کی صفیں بھی آپﷺ کے پیچھے اس طرف مڑ گئیں اور نماز کی تکمیل اس حال میں ہوئی کہ جماعت کا رُخ بیت اللہ کی طرف تھا۔ اس مسجد کو مسجد القبلتین کہا گیا۔

اور روایتوں میں تاریخ کا اختلاف ہے۔

12.12 روزہ رمضان کی فرضیت

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ تحویل قبلہ کے ایک ماہ بعد رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم نازل ہوا۔ اور آپﷺ نے صدقہ فطر کا حکم دیا جو زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے تھا۔



۱۳

معجزاتِ نبیؐ کریم ﷺ

آپ ﷺ کی صورت طیب، ہیئت مبارک اور چال ڈھال اہل عقل کے لیے رہنمائی تھی۔ اسی لیے عبداللہ ابن سلام نے آپؐ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔

اور جس نے بھی آپ ﷺ کی گفتگوسنی اور اخلاق عظیم کا مشاہدہ کیا اس کے دل میں آپ ﷺ کی رسالت کا یقین پیدا ہوا۔ بچپن سے ہی آپ ﷺ صادق وامین جانے جاتے تھے اور بلندی اخلاق و کردار کے ساتھ مشہور تھے۔

قیصر روم نے ابوسفیان کو کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ لوگوں کے ساتھ تو جھوٹ نہ بولیں لیکن اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولیں اور اس کی طرف سے رسالت نہ ملنے کے باوجود یہ دعویٰ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنایا ہے۔

اب ہم حضور ﷺ کے دلائل نبوت کے طور پر چند بڑے بڑے معجزات مختلف ابواب میں ذکر کرتے ہیں۔

13.1 قرآن مجید کی شانِ اعجازی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا زور تھا تو اللہ پاک نے انہیں اسی طرح کے معجزے عطا فرمائے۔ عصاء کو اژدھا بنا دیا پانی میں راستے بنا دیئے وغیرہ۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا دور دورہ تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے متعلق معجزے عطا ہوئے۔

مُردوں کو زندہ کرنا، مادرزاد اندھوں کو بینائی دینا وغیرہ۔

حضورﷺ کے زمانے میں فصاحت و بلاغت عروج پر تھی اور لوگوں کی شعر و شاعری نظم و نثر میں بڑی مہارت تھی اس لیے حضورﷺ نے ان کے سامنے قرآن حکیم کا معجزہ پیش کیا۔

مندرجہ ذیل میں قرآن مجید کی وجہ اعجازی بیان کی جاتی ہیں۔

ا۔ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کہ ایک ہی مضمون کو کہیں طویل عبارت سے بیان کیا گیا اور کہیں مختصر نظم میں اس طرح کہ پورا مقصد اس میں سمٹ آیا۔

۲۔ عربی الفاظ سے مرکب ہونے کے باوجود کلام اسالیب نثر سے جداگانہ ہیں اور نظم یا اشعار بھی نہیں۔ اور اسی وجہ سے سارا عرب عاجز آ گیا اور حیرت زدہ رہ گیا۔ اور اس کی رفعت شان کے معترف ہوئے۔ یہاں تک کہ ولید بن مغیرہ نے کہا اس میں مٹھاس ہے اور رونق و بہار ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جماعت قریش نے ولید بن مغیرہ کے ساتھ مشورہ کیا جو عمر میں سب سے بڑا تھا۔ اس نے کہا کہ موسم حج آ پہنچا ہے اور دور دراز سے وفود پہنچیں گے، اور چوں کہ انہوں نے محمد (ﷺ) نبوت کے دعویدار کا ذکر سن رکھا ہے تو ان کے متعلق متفقہ جواب دو نہ کہ ایک دوسرے کی تکذیب کرتے پھرو۔

انہوں نے کہا کہ آپ بتائیے ہم کیا کہیں۔ ولید نے کہا تم پہلے بتاؤ اور میں سن کر فیصلہ کروں گا۔

انہوں نے کہا کہ ہم ان پر کاہن ہونے کا الزام لگائیں گے۔

اس نے کہا، وہ کاہن نہیں ہیں۔ میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے، ان کو سنا ہے، ان میں نہ کاہنوں کا لب و لہجہ ہے اور ان جیسی عیاری ہے۔

وہ بولے، ہم مجنون ہونے کا طعنہ دیں گے۔

میں نے کہا، وہ مجنون بھی نہیں ہیں۔ ہم نے جنون میں مبتلا لوگوں کو خوب دیکھا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہم ان کے شاعر ہونے کا چرچا کریں گے۔

اس نے کہا، وہ شاعر بھی نہیں ہیں۔ ہم اشعار اور ان کی اقسام اور جزئیات کو خوب جانتے ہیں۔ اُن کا کلام شعر نہیں۔

انہوں نے کہا کہ ہم کہیں گے وہ ساحر ہیں۔
اس نے کہا، حقیقت تو یہی ہے کہ وہ ساحر بھی نہیں ہیں۔ ہم نے ساحروں کو دیکھا ہے نہ وہ ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور نہ گنڈے۔
تو اے ابوعبدالشمس پھر تم ہی بتاؤ؟
اس نے کہا، واللہ ان کے کلام میں شہد کی سی مٹھاس ہے۔ ان کا کلام اس سرسبز و شاداب درخت کے مانند ہیں۔ جو پھلوں سے لدا ہوا ہے تم ان پر جو بھی الزام لگاؤ گے اس کا جھوٹ کھل کر سامنے آجائے گا۔ اگر کوئی بہتان قبولیت کے قریب ہوسکتا ہے تو وہ جادوگر ہونے کا۔ لہٰذا تم یہی کہنا (نعوذباللہ) وہ جادوگر ہیں جو خاوند کو بیوی سے بھائی کو بھائی سے جدا کرتے ہیں۔ اس پر مجلس ختم ہوئی۔
نضر بن حارث کہتے تھے کہ اے جماعت قریش تم ایک ایسی مصیبت میں گرفتار ہوگئے ہو جو پہلے کبھی نہ تھی۔ واللہ! وہ نہ ساحر ہیں، نہ کاہن، نہ شاعر، نہ مجنون۔ عقبہ بن ربیعہ حضورﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپﷺ نے سورہ حٰم السجدہ کی پہلی تیرہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔ تو عقبہ نے آپﷺ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور آپﷺ کو قرابت کا واسطہ دے کر رکنے کے لیے کہا اور ساتھیوں سے کہا کہ مجھے اس امر کا خوف ہوگیا تھا کہ کہیں اسی وقت عذاب نہ نازل ہو جائے اور ہمیں تباہ و برباد کردے۔
ابن جوزی فرماتے ہیں کہ جب وہ قرآن سن کر حیرت زدہ ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فاتو بسورة من مثلہٖ ...... (الیٰ) ...... فان لم تفعلو ولن تفعلو

''قرآن مجید کی مختصر ترین سورت کے مثل کوئی سورت بنا کر لاؤ اور اپنے معبودانِ باطل کو بھی مدد کے لیے بلالو اور اگر اسکی مثل نہ لاسکو اور نہیں لاسکو گے تو اس آگ سے اپنے کو بچاؤ جس کا ایندھن انسانی گوشت اور پتھر ہیں۔ جو مشرکین اور منکرین کے لیے تیار کی گئی ہے۔''
اس سے سب واقف ہیں جب اس طرح سے کسی کو چیلنج کیا جاتا ہے تو پوری قوت سے جواب دیتے ہیں۔ لیکن بجائے اس علمی سوال کا جواب دیتے، قریش جنگ و جدال پر اُتر آئے۔ اور ان کا

اس معاملہ میں عاجز ہونا سب پر عیاں ہو گیا اور ثابت ہو گیا۔
ان میں سے کچھ لوگوں نے مختصر سورتوں کے کچھ مضحکہ خیز جوابات دیئے، مثال کے طور پر ایک نے کہا:

الفیل و من فیل له دنب و بیل و خرطوم طویل،
وان ذالک من خلق و بنا بقلیل

''ہاتھی اور تجھے کیا معلوم کیا ہے ہاتھی...... اس کی دُم چھوٹی اور سونڈ طویل ہے۔ وہ ہمارے رب کی بنائی ہوئی مخلوق عجیب میں قلیل ہے۔''
اسی طرح مینڈک کے متعلق یہ لکھا:
''اے مینڈک جو دو مینڈکوں کی مؤنث ہے، اپنے آپ کو پانی میں رہ کر صاف ستھرا رکھ جیسے کہ پہلے رکھا کرتی تھی یا ٹرٹرا جیسے پہلے ٹرٹراتی تھی۔ تیرا اوپر والا حصہ پانی میں ہے، اور نچلا کیچڑ میں، نہ تو پانی کو گدلا کرتی ہے نہ پینے میں مانع ہوتی ہے۔''
اسی طرح، ''سیاہ بکری کے سفید دودھ عجائب میں سے ہے۔''
الغرض ان کی یہ کوشش جگ ہنسائی و رسوائی کا باعث بنی خاموش رہتے تو ہی اچھا ہوتا۔
ابن عقیل سے روایت ہے کہ ابو محمد بن مسلم نے کہا کہ ہم قرآن کے اعجاز پر بات کر رہے تھے تو ایک عمر رسیدہ شخص نے کہا قرآن میں ایسی کوئی امتیازی شان نہیں ہے اور اس کی مثال لائی جاسکتی ہے۔ پھر قلم دوات اور صحیفہ لے کر بالا خانے پر گیا کہ میں تین دن میں اس جیسا کلام تیار کرتا ہوں۔ جب کام مکمل ہو جائے گا تو میں آواز دوں گا۔ تین دن گذر گئے لیکن جب کوئی آواز نہ آئی تو ایک شخص اوپر گیا تو دیکھتا ہے کہ وہ دیوار سے ٹیک لگائے خشک تنے کی طرح پڑا ہوا اور اس کا ہاتھ قلم پر خشک ہو چکا ہے۔
ابن جوزی (مصنف) فرماتے ہیں کہ فقط یہ بات نہیں کہ کسی میں ایسا کلام پیدا کرنے کی قابلیت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت قاہرہ سے ان کو ایسا نہیں کرنے دے رہے بلکہ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت ایسی بلند پایہ ہے کہ بڑے سے بڑا شاعر اور ادیب اس جیسا فصیح و بلیغ کلام بنانے سے

عاجز ہے۔

۳۔ تیسری وجہ اعجاز اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ اُمی تھے آپ ﷺ نے کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ ہی علماء اہل کتاب سے آسمانی کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ آپ ﷺ اُمی لقب تھے۔لیکن پہلے زمانے کے انبیاء کے واقعات، اِن علمائے اہل کتاب کے سامنے رکھے۔ جو واقعات قرآن مجید میں بیان کیے ان میں سے کئی واقعات اہل عرب جو ان علمائے اہل کتاب کے صحبت یافتہ تھے وہ بھی ان سے ناواقف تھے۔

۴۔ قرآن مجید میں آنے والے جن واقعات کی خبر دی گئی ویسے ہی وقوع پذیر ہوئے۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

i- یہود کے متعلق کہا اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو موت کی تمنا کرو، پھر خود ہی قرآن میں فرمایا گیا لن یتمنو نه ابدا ، وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہاں تک کہ وہ جھوٹ موٹ قرآن مجید کو غلط ثابت کرنے کے لیے یہ نہ کہہ سکے کہ ہم موت کی تمنا کرتے ہیں۔

ii- کلام مجید کو انسان کا کلام کہنے والوں کو کہا گیا کہ ایک سورت ہی ایسی بنا کر لاؤ اور پھر فرمایا، ولن تفعلو، تم ہرگز اس کی مثل کوئی سورت نہیں لاسکو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ نہ لاسکے۔

iii- کفار قریش سے کہا گیا کہ تمہارا یہ غرور و تکبر خاک میں مل جائے گا اور تم مغلوب اور ذلیل ہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

iv- صلح حدیبیہ کے موقع پر اہل ایمان عمرے سے روک دیئے گئے۔ اس کے متعلق یہ بشارت دی گئی .... المسجد الحرام آمنین ،تم انشاء اللہ ضرور بضرور مسجد حرام میں امن وسلامتی کے ساتھ داخل ہو گے اور وہ واقعی داخل ہوئے اور عمرہ کیا۔

v- ابولہب کو مرنے سے (تقریباً دس سال) پہلے کفر پر مرنے کی پیش گوئی کی تبت یدا ابی لھب وّ تب...... اور اس کی بیوی بھی۔ چنانچہ اسے اور اس کی بیوی کو دولت ایمان نصیب نہ

ہوئی اور قرآن کو غلط ثابت کرنے کے لیے وہ جھوٹ موٹ بھی ایمان نہ لایا۔

یہ چند مثالیں ہیں ورنہ ایسی اور بہت سی آیتیں موجود ہیں۔

۵۔ قرآن مجید باہمی اختلاف سے محفوظ ہے۔ اگر غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں اختلاف پایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نحن نزلنا الذکرہ و لنا لہ لحفظون، ہم نے ہی ذکر حکیم نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اللہ پاک نے اس کی ایک ایک آیت کی حفاظت فرمائی اور ساری مخلوق اس جیسی ایک بھی آیت بنانے پر عاجز ہے۔

اس کا ثبوت کہ قرآن مجید حضور ﷺ کا نہیں بلکہ اللہ پاک کا کلام ہے۔ تو حضور ﷺ کا کلام حدیث مبارک میں دیکھو کہ اس میں اور کلام مجید میں کتنا فرق ہے۔ اسلوب بیان میں، اندازِ کلام میں کتنا واضح فرق ہے۔ ایک ہی شخص لاکھ چاہے کلام بدل بھی لے اور اس کی کوشش بھی کرے تو لامحالہ سو فیصد فرق نہیں پایا جاتا۔ کہیں نہ کہیں مماثلت پائی ہی جائے گی۔ اور یہاں حضور ﷺ کے کلمات پاکیزہ میں سے ایک کلمہ بھی قرآن مجید کے مشابہ نہیں۔ ایک بھی آیت شریفہ ایسی نہیں بتا سکتے پہلے کسی شخص کے کلام سے لی گئی ہو۔

مصنف ابن جوزی نے مزید دو مندرجہ ذیل وجوہ بیان کی ہیں۔

اوّل: تمام انبیاء علیہ السلام کے معجزات وقتی تھے اور ان کے انتقال کے ساتھ ختم ہو گئے۔ اگر کسی بے دین کے سامنے انبیاء کی صداقت کے طور پر یہ دلیل دی جائے کہ چاند دو ٹکڑے کر دیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر میں راستے بنا دیئے گئے تو وہ کہے گا یہ دونوں امر محال ہیں۔ (جب یہ ہو ہی نہیں سکتے تو ان کو دلیل کے طور پر کیوں کر پیش کیا جا سکتا ہے) لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا معجزہ عطا فرمایا جو ہمیشہ رہے گا اور حضور ﷺ اور جملہ انبیاء کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ پہلے انبیاء کے احوال کی یہ خبر دیتا ہے اور ان کی تصدیق کرتا ہے۔

دوم: قرآن مجید میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ حضور ﷺ کی صفات و ثنا توریت اور انجیل میں آئی ہے اور اسی وجہ سے جب قرآن میں اُم المومنین کی پاکیزگی اور حاطبؓ کے ایمان کی تصدیق کی گئی تو یہود نے قرآن مجید کی شہادت کو قبول کیا ورنہ حضور ﷺ سے متنفر ہو جاتے اور انکار کرتے۔ لیکن آپ کی جو

صفات اپنے یہاں لکھی پاتے تھے اس لیے انہوں نے اس شہادت کو قبول کیا۔

13.2 معجزہ شق القمر

اس واقعہ کو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، ابن زیدؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت انسؓ اور عبداللہ ابن عمرؓ نے روایت کیا ہے۔

ہجرت سے قبل مشرکین مکہ نے حضور ﷺ سے درخواست کی اگر آپ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر یہ مطالبہ پورا ہو جائے تو ایمان لے آؤ گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے اللہ پاک سے عرض کیا کہ مجھے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کا اذن عطا کیا جائے۔ چنانچہ اذن خداوندی سے آپ ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور مشرکین کے سرغنوں کا نام لے لے کر کہا کہ دیکھ لو دیکھ لو اس کا نصف حصہ قیعان پر نظر آتا ہے اور دوسرا کوہِ ابوقبیس پر اور کوہِ حرا چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان تھا۔

جب مشرکین نے دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ محمد عربی نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ اس لیے اطمینان کے لیے باہر سے آنے والوں سے پوچھو۔ اگر وہ بھی اس امر کی گواہی دیں تو پھر ان کا دعویٰ درست ہے۔ ورنہ یہ معجزہ نہیں جادو ہے۔ جب لوگ سفر سے آئے اور ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی گواہی دی کہ ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہونے کی حالت میں دیکھا ہے۔

اس سلسلے میں آیت شریفہ نازل ہوئی کہ قیامت قریب آ گئی ہے اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

13.3 معجزہ، کھانے میں برکت

13.3.1 خندق والوں کی دعوتِ عام

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے۔ میں نے ایک چھوٹی سی تر و تازہ بکری ذبح کرنے کا ارادہ کیا تا کہ حضور ﷺ کی دعوت کروں۔ اپنی اہلیہ سے کہا کہ جو تھوڑے بہت جَو گھر میں موجود ہیں ان کو پیس کر روٹیاں بنا لو۔ چنانچہ اس نے روٹیاں بنائیں اور میں نے بکری کے گوشت کا سالن تیار کیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں خندق پر حاضر ہوا۔

جب شام ہوئی اور حضورﷺ اور آپ کے صحابہ گھروں کو لوٹنے کے لیے تیار ہوئے تو میں نے حضورﷺ سے عرض کیا کہ آپﷺ کے لیے بکری کا سالن اور روٹیاں تیار کی ہیں میرے گھر تشریف لائیں اور کھانا تناول فرمائیں۔ آپﷺ نے دعوت قبول فرمائی۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ تمام لوگ حضورﷺ کے ہمراہ جابر کے گھر چلیں۔ میں نے اعلان سنا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

تھوڑی دیر میں حضورﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف لے آئے۔ آپﷺ نے کھانے پر برکت کی دعا کی اور تناول فرمایا۔ اس کے ساتھ صحابہؓ گروہ در گروہ آتے رہے اور کھانا سیر ہو کر کھاتے رہے۔ حتیٰ کہ سب اہل خندق کھا کر سیر ہو کر لوٹے۔ (بخاری ومسلم)

13.3.2 حضرت جابرؓ کے قرض کی ادائیگی

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میرے والد عبداللہ بن حرام جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور ان پر قرض تھا۔ میں نے حضورﷺ کی مدد چاہی تا کہ قرض خواہ آپﷺ کے فرمانے سے کچھ قرض معاف فرما دیں۔ حضورﷺ نے سفارش کی لیکن قرض خواہ نہ مانے۔ حضورﷺ نے فرمایا کہ اے جابر اپنے کھجوروں کی فصل کاٹو اور ہر قسم کے کھجوروں کا الگ الگ ڈھیر لگاؤ اور پھر مجھے مطلع کرو۔ میں نے کھجوروں کا حسب منشا ڈھیر لگا کر حضورﷺ کو مطلع کیا۔ آپﷺ تشریف لائے اور مجھے کہا کہ پیمانہ سے ناپ کر ان کو دیتا جا۔ میں نے (ایک ہی) ڈھیر سب کو دینا شروع کیا یہاں تک کہ قرضہ ادا ہو گیا اور پہلا ہی ڈھیر ختم تو کیا ہوتا جیسے کے ویسے ہی رہا کہ اس میں سے گویا ایک کھجور بھی نہیں لیا گیا اور باقی دوسرے ڈھیر بھی ویسے رہے۔ (امام بخاری)

13.3.3 لشکر کی دعوت طعام

عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ اپنے والد ابو عمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضورﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں حاضر تھے۔ بھوک کی وجہ سے صحابہؓ نے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت چاہی۔ جب حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ حضورﷺ اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت عطا فرما دیں گے تو آپ نے حضورﷺ سے عرض کیا کہ ہمارا اس وقت کیا حال ہوگا کہ ہم دشمن کے مقابلہ میں اس طرح جائیں کہ پیٹ بھی خالی

ہوں اور سواری بھی نہ ہو بلکہ پا پیادہ ہوں۔ لہٰذا اگر آپ ﷺ اس رائے کو پسند فرمائیں کہ تمام لوگ جو تھوڑا بہت زادِ راہ ان کے پاس ہے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئیں اور حضور ﷺ برکت کی دعا فرما دیں۔ حضور ﷺ نے رائے کو پسند کیا۔ چنانچہ لوگوں سے کہا گیا کہ ان کے پاس جو کچھ بچا ہوا ہے لے کر آ جائیں۔ عموماً ایک مٹھی کا اوسط بنا سوائے ایک شخص کے جس کے پاس ایک صاع (ایک کلوگرام) تھا وہ حضور ﷺ کی خدمت میں جمع کر دیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے جو دعا کرنی تھی وہ کی۔ اور پھر حکم فرمایا کہ اہل لشکر اپنے اپنے توشے دان لے آئیں اور بھر بھر کر لے جائیں۔ لشکر میں کوئی برتن ایسا نہ تھا جو غلہ سے بھر نہ گیا ہو۔ اور وہ ڈھیر جیسے کے ویسا ہی رہا۔

جب سب کی خوراک کا انتظام ہو گیا اور معجزہ ظاہر ہو گیا تو آپ خوشی سے مسکرائے پھر ہنسے حتیٰ کہ سامنے والے دانت مبارک داڑھوں تک ظاہر ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا اشھدان لا الٰہ الا اللہ و انی رسول اللہ جو بندہ مومن یہ دو شہادتیں یعنی توحید و رسالت دے کر فوت ہو گا اور بارگاہِ الٰہی میں پہنچے گا تو قیامت کے دن آگ کو اس سے دور رکھا جائے گا بلکہ اس کی نگاہ سے بھی اوجھل رکھا جائے گا۔

13.3.4 غزوہ تبوک میں حضور ﷺ کی میزبانی

حضرت عمر فاروقؓ غزوہ تبوک کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اہل روم سے ہمارا مقابلہ اس حال میں ہوگا کہ وہ سیراب ہوں گے اور ہم بھوکے پیٹ اور چونکہ انصار نے اونٹ ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو واپسی کی سواریاں بھی نہ ہوں گی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے منادی کروا دی کہ جس کے پاس جو بھی زادِ راہ ہو وہ لے آئے۔ جو کچھ جمع ہوا اس کا اندازہ کوئی ستائیس صاع ہوگا۔ حضور ﷺ اس ڈھیر کے پہلو میں بیٹھ گئے اور برکت کی دُعا کی اور پھر اعلان کیا کہ لوگ اپنے اپنے توشہ دان بھر لیں اور لوٹنے کا انداز اختیار نہ کریں۔ چنانچہ لوگوں نے بھرنا شروع کیا اور بعض نے اپنے کرتے پھاڑ کر اس میں بھی بھرا۔ صحابہ کرامؓ نے اندازہ لگایا کہ آخر میں اس ڈھیر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی جیسے کہ ویسا ہی تھے جبکہ لشکر جن کی تعداد ایک روایت میں بیس ہزار اور دوسری میں ستر ہزار بتائی جاتی ہے، کی ضرورت پوری ہوئی۔

13.3.5 ابوطلحہؓ کے گھر صحابہؓ کی دعوت

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ان کے والد ابوطلحہ نے ام سلیمؓ (والدہ انسؓ) سے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کی آواز میں نقاہت محسوس کی ہے مجھے لگتا ہے کہ انہیں سخت بھوک لگی ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے۔ انہوں نے کہا، ہاں۔ چنانچہ انہوں نے جَو کی چند روٹیاں اپنے دوپٹہ میں باندھی اور میرے بغل میں رکھ کر دوسرا حصہ میرے اوپر لپیٹ دیا اور مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کا کہا۔ اس وقت حضور ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں جا کر کھڑا ہو گیا (سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اتنی کم روٹیاں اور اتنے لوگ کیا کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا، اے انس کیا تجھے ابوطلحہ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا جی حضور (ﷺ)۔ فرمایا، کھانا دے کر بھیجا ہے۔ میں نے کہا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے سب کو فرمایا کہ اُٹھو (ابوطلحہ کے گھر دعوت ہے) میں دوڑا اور ابوطلحہؓ کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے گھبرا کر اُم سلیم سے کہا کہ حضور ﷺ تو بہت سے صحابہ کرامؓ کو اپنے ساتھ لا رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں کہ سب کو کھلا سکیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

حضرت ابوطلحہؓ نے گھر سے باہر راہ میں حضور ﷺ کا استقبال کیا اور پھر حضور ﷺ اور ابوطلحہ مل کر گھر میں داخل ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اے اُم سلیم جو کچھ تیرے پاس موجود ہے لے آ۔ انھوں نے وہی چند روٹیاں حاضر خدمت کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ان روٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلو اور پھر ان پر گھی کا مشکیزہ انڈیل کر ان کو گیلا کرلیا اور پھر حضور ﷺ نے ان پر جو اللہ کو منظور تھا پڑھا۔ پھر فرمایا، دس دس آدمیوں کو بلاتے جاؤ اور کھلاتے جاؤ۔ جب وہ سیر ہو کر کھا لیتے تو دوسرے دس آجاتے۔ یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور وہ کھانا اسی طرح موجود رہا۔ اس دن کھانے والوں کی تعداد اسّی (۸۰) تھی۔ (بخاری و مسلم)

13.3.6 حضور ﷺ کے ولیمہ کا کھانا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ اُم سلیم نے حضور ﷺ کی شادی پر ولیمہ کے لیے

حیس (ایک قسم کا حلوہ) تیار کیا اور ایک بڑے تھال میں ڈال کر میرے ہاتھوں حضور ﷺ کی خدمت میں بھجوایا اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی کہ میری والدہ سلام عرض کرتی ہیں اور آپ ﷺ سے درخواست کرتی ہے کہ اس قلیل سے ہدیہ کو قبول فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے رکھ دو اور جا کر فلاں فلاں آدمیوں کو بلاؤ اور ان کے علاوہ جو بھی ملے اسے بلا کر لاؤ۔ چنانچہ حضور ﷺ کی طرف سے ان سب کو دعوت دی اور تقریباً تین سو آدمی جمع ہو گئے حتیٰ کہ حجرہ مبارک اور صفہ آدمیوں سے بھر گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، اے انس وہ تھال لے آؤ اور لوگوں سے کہا کہ دس دس آدمی بیٹھتے جائیں اور اپنے سامنے سے کھائیں۔ سب نے یکے بعد دیگرے خوب سیر ہو کر کھایا اور رُخصت ہوئے۔ پھر فرمایا، اے انس تھال اُٹھا کر لے جاؤ۔ میں نہیں جانتا کہ جس وقت میں نے تھال رکھا تھا اُس وقت زیادہ بھاری تھا یا اس وقت جب اُٹھایا۔

13.3.7 ابو ایوب انصاریؓ کی حضور ﷺ کو دعوت

حضرت ابو ایوب انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ کے لیے کھانا تیار کیا۔ جب آپ ﷺ کی خدمت میں لایا تو آپ ﷺ نے فرمایا، جاؤ اور انصار کے تیس اکابرین کو بلا لاؤ۔ یہ حکم سن کر مجھے سخت پریشانی ہوئی کیوں کہ یہ کھانا صرف دو آدمیوں کے لیے کافی تھا اور مزید کھانا میسر نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے زور دے کر فرمایا جاؤ اور انصار کے تیس اشراف کو بلا کر لاؤ۔ چنانچہ میں انھیں لے آیا۔ آپ ﷺ نے انھیں کھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے۔ اور پھر آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی اور آپ ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کر کے اُٹھے۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، جاؤ اور نوے اور پھر ساٹھ کو بلا کر لاؤ۔ میں اس حکم پر پہلے والے حکم سے زیادہ پریشان ہوا مگر تعمیل حکم کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ لہٰذا ان کو بلایا۔ انہوں نے بھی وہ کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے۔ پھر آپ کے رسولِ برحق ہونے کی گواہی دی اور اسی وقت بیعت ہو گئے۔ الغرض میرے اس تھوڑے سے (دو آدمیوں کے) کھانے میں ایک سو اسّی آدمیوں نے کھایا اور یہ سب انصار تھے۔

13.4 گھی بڑھنے کا معجزہ

13.4.1 اُم سلیمؓ کے گھی میں برکت

اُم سلیمؓ (والدہ حضرت انسؓ) فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی ایک بکری کے دودھ سے گھی جمع کیا یہاں تک کہ ایک چمڑے کا ڈبہ بھر گیا۔ پھر اپنی خادمہ زبیبہ سے حضورﷺ کی خدمت میں بھجوایا تاکہ آپ ﷺ اسے سالن کے طور پر استعمال فرمائیں۔ اس نے حضورﷺ کی خدمت میں گھی پیش کیا اور کہا کہ یہ اُم سلیمؓ نے بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو استعمال فرمائیں۔ آپﷺ نے اہل خانہ سے فرمایا کہ گھی رکھ لو اور برتن خالی کر کے واپس کر دو۔

زبیبہ وہ برتن واپس لائیں اور دیوار سے لٹکا دیا۔ اس وقت اُم سلیمؓ گھر پر موجود نہیں تھیں۔ واپس آئیں تو دیکھا وہ برتن گھی سے بھرا ہوا ہے بلکہ گھی قطرات کی شکل میں ٹپک رہا ہے۔ انہوں نے کہا اے زبیبہ میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ یہ گھی حضورﷺ کی خدمت میں لے جاؤ۔

انہوں نے عرض کیا میں گھی پیش کر آئی اور اگر آپ کو یقین نہ ہو تو حضورﷺ سے جا کر پوچھ لو۔

ام سلیمؓ، حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، میں نے آپﷺ کے استعمال کے لیے گھی کا ڈبہ بھیجا تھا تاکہ آپﷺ بطور سالن استعمال فرمائیں، (مگر آپ نے واپس فرما دیا) حضورﷺ نے فرمایا کہ تمہارا بھیجا ہوا گھی مل گیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا، مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپﷺ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میں نے تو اس برتن کو پہلے سے بھی زیادہ بھرا ہوا پایا حتیٰ کہ اس سے گھی باہر ٹپک رہا تھا۔

آپﷺ نے فرمایا تو تمہیں حیرت کیوں ہے کہ جس طرح تم اللہ کے نبی کے لیے یہ ہدیہ پیش کیا، اللہ پاک نے اس کے بطور انعام یہ گھی عنایت فرمایا۔ اس لیے جاؤ اس کو کھاؤ اور کھلاؤ۔

13.4.2 اُم ملک کے گھی میں برکت

حضرت جابرؓ روایت فرماتے ہیں کہ اُم مالک فہریہؓ اپنے ڈبہ میں گھی جمع کر کے حضورﷺ کی

خدمت میں پیش کرتی رہتیں۔ جب کبھی ان کے بچے ان سے ادام (سالن) مانگتے اور ان کے پاس کوئی شے نہ ہوتی تو وہ برتن انڈیل دیتیں (جس میں حضور ﷺ کو وہ گھی بھیجتی تھیں) تو اس میں سے حسب ضرورت گھی نکل آتا۔ عرصہ دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ایک دن انہوں نے اس کو اچھی طرح نچوڑا تا کہ معلوم کریں اس میں گھی کی کتنی مقدار ہے۔ اس کے بعد اس میں سے گھی نکلنا ختم ہو گیا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو نے اس کو نچوڑ دیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو اسے اپنے حال پر رہنے دیتی تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہاری ضروریات کو پورا کرتا رہتا۔ (مسلم شریف)

13.5 کھجوریں بڑھنے کا معجزہ

13.5.1 حضرت ابو ہریرہؓ کی زنبیل

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے تین صدمے لاحق ہوئے۔ ایک حضور ﷺ کی جدائی کا صدمہ، میں آپ ﷺ کا ادنیٰ صحابی تھا (اور اہل دنیا سے آپ کی وجہ سے بے نیاز) دوسرا عثمان غنیؓ کی شہادت اور تیسرے زنبیل کا صدمہ۔ حاضرین نے دریافت کیا کہ وہ کیسی زنبیل تھی جس کے جانے کا اتنا عظیم صدمہ ہے۔ انہوں نے کہا:

میں حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا تو کھانے کے معاملے میں سخت مجبوری لاحق ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی شے ہے؟ میں نے عرض کیا، میری زنبیل میں کچھ کھجوریں موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، وہی لے آؤ۔ آپ نے دست اقدس زنبیل میں ڈالا اور مٹھی بھر کھجور نکال لیں جو اکیس تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھی اور بالترتیب ان کو دسترخوان پر رکھنا شروع کر دیا جو کھجور بھی رکھتے بسم اللہ پڑھتے۔ پھر مجھے حکم دیا کہ فلاں فلاں صحابی کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ بلا کر لاؤ۔ چنانچہ میں نے سب کو بلایا۔ سب نے کھایا اور سیر ہو کر وہاں سے نکلے۔ آپ ﷺ نے پھر حکم فرمایا کہ فلاں فلاں کو اپنے ساتھیوں سمیت بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ بھی آئے اور سیر ہو کر گئے۔

اب جو کھجوریں بچ گئیں تو آپ نے فرمایا بیٹھو اور کھاؤ۔ میں نے اور آپ ﷺ نے وہ کھجوریں کھائیں۔ پھر بھی بچ گئیں تو انہیں آپ ﷺ نے میری زنبیل میں ڈال دیں اور فرمایا کہ اے ابو ہریرہ جب تو کھانے کا ارادہ کرے ہاتھ ڈال کر نکالنا۔ انڈیلنا نہیں ورنہ برکت ختم ہو جائے گی۔ اور کمی واقع ہو جائے گی۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں جب بھی کھجور کھانے کا ارادہ کرتا تو ہاتھ ڈال کر بقدر ضرورت نکال لیتا اور میں نے اس میں سے پچاس وسق (تین سو من) راہ خدا میں خیرات کی اور زنبیل میرے رحل اور پالان کے پیچھے لٹکتی رہتی تھی۔ حضرت عثمانؓ جب شہید ہوئے تو اس فتنے میں میرے گھر کو لوٹ لیا گیا اور اس میں وہ زنبیل بھی ضائع ہو گئی۔

13.5.2 اہلِ خندق کے لیے دوپہر کا کھانا

حضرت نعمان کی بہن اور بشیر بن سعد کی بیٹی روایت کرتی ہیں کہ میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے کپڑے میں باندھ کر کھجوریں دیں اور کہا، اے بیٹی یہ اپنے والد اور ماموں عبداللہ بن رواحہ کی خدمت میں دوپہر کا کھانا لے کر جاؤ۔ میں ان کی تلاش میں خندق پر گئی تو میرا گذر حضور ﷺ کے سامنے سے ہوا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، اے بیٹی یہ تیرے پاس کیا ہے۔ میں نے عرض کیا، یہ کھجوریں ہیں جو میری والدہ نے والد اور ماموں کے لیے بھجوائی ہیں تاکہ وہ دوپہر کا کھانا کھالیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا ادھر لے آؤ۔ میں نے وہ کھجوریں حضور ﷺ کی ہتھیلیوں پر ڈال دیں اور وہ کھجوروں سے بھر نہ سکی۔ آپ ﷺ نے وہ کھجوریں ایک دسترخوان پھر پھیلا دیں اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اہل خندق میں اعلان کرو کہ تمام اہل خندق آ کر کھانا کھالیں۔ چنانچہ سب جمع ہوئے اور کھجوریں کھانا شروع کی۔ کھجوریں تھیں کہ بڑھتی جاتی تھیں اور کپڑے (دسترخوان) پر سما نہیں رہی تھیں۔ اِدھر اُدھر گر رہی تھیں۔ سب نے کھایا اور سیر ہو کر لوٹے۔

13.6 پانی کے بڑھنے کا معجزہ

13.6.1 خاتون کے مشکیزے سے پانی کا چشمہ

حضرت عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔

ساری رات سفر جاری رکھا اور آخر رات میں نیند سے مجبور ہو کر سو گئے۔ یہاں تک کہ سورج کی دھوپ نے بیدار کیا۔ لوگ نیند سے بیدار ہونا شروع ہوئے۔ بعدازاں حضرت عمرؓ نیند سے جاگے۔ ابھی حضور ﷺ بیدار نہیں ہوئے تھے۔ جب حضور ﷺ سو رہے ہوتے تو ہم انہیں اس خیال سے بیدار نہیں کرتے کہ پتہ نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی کیا تعلیم و تربیت کی جا رہی ہو۔ اور کیا علوم القا کیے جا رہے ہوں۔

حضرت عمرؓ نے نماز قضا ہونے کی وجہ سے لوگوں کا اضطراب دیکھا اور آپ جرأت مند اور اپنی بات کے اظہار میں جلدی کرنے والے تھے۔ اس لیے بلند آواز میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا۔ جس سے حضور ﷺ جاگ گئے۔ صحابہ کرامؓ نے بارگاہِ اقدس میں نماز قضا ہونے کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پریشان نہ ہوں اور یہاں سے کوچ کریں تھوڑی دور جا کر پڑاؤ ڈالا۔ وضو کیا اور صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھائی۔

نماز سے فراغت پر آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو الگ تھلگ کھڑا تھا۔ آپ نے نماز نہ پڑھنے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کیا مجھے غسل حاجت درپیش تھا اور پانی دستیاب نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیمّم کرلو اور نماز پڑھ لو۔

پھر آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے۔ صحابہ نے پیاس کی شکایت کی تو آپ سواری سے اُتر پڑے۔ اور ایک شخص کا نام لے کر بلایا (غالبًا ابو رجاء) اور ساتھ ہی حضرت علیؓ کو بلایا اور دونوں کو فرمایا کہ ہمارے لیے پانی تلاش کرو۔

دونوں حضرات چلے تو راہ میں ایک عورت ملی اس کی اونٹنی پر دو بڑی مشکیزیں پانی سے بھری ہوئی تھیں۔ انھوں نے پوچھا کہ پانی یہاں سے کتنے دور ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں کل اس وقت پانی لے کر چلی تھی اور ہماری جماعت پیچھے آ رہی ہے۔ ان حضرات نے کہا کہ پھر تم ہمارے ساتھ چلو۔ اس نے کہا، کہاں جانا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول کی خدمت میں۔ اس نے کہا، وہی شخص جن کو لوگ صابی (دین سے الگ ہونے والا) کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا، وہی ہستی جو تیرے ذہن میں ہے۔ چنانچہ اسے بارگاہِ رسالت میں لے آئے اور پانی کی دوری کے متعلق عرض کیا۔ اسے اونٹ سے اُترنے

کے لیے کہا اور حضور ﷺ نے برتن طلب فرمایا اور دونوں مشکیزوں کا منہ کھول کر پانی ان برتنوں میں انڈیل دیا اور پھر منہ بند کر کے نیچے کے دھانے کھول دیئے اور لوگوں میں اعلان فرمایا کہ آؤ پانی پیو اور جانوروں کو پلاؤ اور آخر میں اس شخص کے لیے پانی کا برتن بھر دیا جسے غسل کی حاجت تھی اور فرمایا کہ جا کر غسل کرلو۔ وہ عورت جو سلوک اس کے پانی سے ہو رہا تھا، دیکھ کر حیرت زدہ تھی۔

عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ جب سب نے اپنی ضرورت پوری کرلی تو ان مشکیزوں کے دھانے بند کر دیئے گئے اور ہم نے محسوس کیا کہ وہ مشکیزیں پہلے سے زیادہ بھری ہوئی ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس خاتون کے لیے سامان خورد و نوش جمع کرو۔ چنانچہ اعلیٰ قسم کی عجوہ کھجوریں، گندم کا آٹا اور سویق جمع کیا گیا اور کپڑے میں باندھ کر اسے اونٹ پر سوار کر کے وہ گٹھری اس کے سامنے رکھ دی۔ حضور ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا کہ اس کا یقین کرو کہ ہم نے تیرے پانی سے ایک بوند بھی کم نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہم کو سیراب فرمایا۔

وہ خاتون گھر دیر سے پہنچی تو گھر والوں نے تاخیر کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے پورا آنکھوں دیکھا حال بیان کر دیا اور کہا اللہ زمین و آسمان میں جتنی مخلوق بستی ہے ان میں سب سے بڑے جادوگر ہیں اور یا پھر وہ اللہ پاک کے سچے رسول ہیں۔

حضرت عمران فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ جب بھی اس علاقے میں کوئی فوجی کاروائی کرتے تو اس خاتون کے قبیلہ سے کوئی تعرض نہ کرتے۔ ایک دن اس خاتون نے اپنی قوم سے کہا، میرے خیال میں مسلمان میری وجہ سے تمہیں اپنے حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ کیا تم میں قبولیت اسلام کے لیے کوئی وجہ رغبت نہیں ہے۔ اس کی قوم نے اس کی بات مان لی اور اسلام قبول کرلیا۔ (بخاری و مسلم)

13.6.2 حدیبیہ کا کنواں

حدیبیہ کے موقع پر ایک قلیل پانی والے کنوئیں پر پڑاؤ ڈالا۔ جس سے صحابہ تھوڑا تھوڑا پانی حاصل کرتے تھے اور وہ بھی تھوڑی دیر بعد ختم ہوگیا۔ صحابہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں قلت آب کی شکایت کی۔ تو آپ ﷺ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور اسے کنویں میں پھینکنے کا حکم فرمایا۔ جب تیر کنویں میں پھینکا گیا تو پانی جوش کے ساتھ چشمہ کی طرح اُبلنے لگا اور یہ کیفیت جب تک حضور

ﷺ اور آپ کے صحابہؓ وہاں مقیم رہے جاری رہی۔

13.6.3 کنوئیں میں پانی کا جوش

حضرت براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم ایک قلیل پانی والے کنویں پر پہنچے۔ چھ آدمی اس میں اُترے اور میں بھی ان میں شامل تھا۔ ہماری طرف ایک ڈول لٹکایا گیا تاکہ پانی نکال سکیں۔ اس وقت حضور ﷺ کنویں پر تشریف فرما تھے۔ بڑی مشکل سے نصف بلکہ تہائی ڈول پانی جمع ہوا۔ اسے حضور ﷺ کی طرف بلند کیا گیا۔ آپ ﷺ نے دست اقدس اس میں ڈبویا اور جو اللہ پاک نے چاہا پڑھا پھر اس ڈول کو واپس کردیا جوں ہی وہ ڈول کا پانی کنویں میں پہنچا تو نہر کے مانند پانی جوش سے نکلا اور ایک شخص کو کپڑے سے کھینچ کر پانی میں غرق ہونے سے بچایا۔

13.6.4 حضور ﷺ کے وضو کے پانی کی برکت

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (ہمیں ایک سفر میں) فرمایا کہ تم شام (پچھلے پہر) اور پھر ساری رات چلو گے تو کل انشاء اللہ پانی پر پہنچو گے۔ اس پر صحابہ اسی خیال سے تیزی سے چلنے لگے۔ تقریباً آدھی رات کے وقت میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کو اونگھ آگئی اور آپ ﷺ جھک گئے۔ میں نے سہارا دے کر جگائے بغیر آپ ﷺ کو سیدھا کر دیا۔ رات کا اکثر وقت گذر گیا اور آپ ﷺ پھر ایک طرف جھک گئے۔ میں نے پھر بغیر جگائے ہوئے آپ کو سہارا دیا تو آپ ﷺ پھر سے سنبھل گئے۔ اور سفر جاری رکھا۔ حتیٰ کہ سحر کے وقت آپ ﷺ اتنے مائل ہوئے کہ قریب تھا کہ زین سے باہر آجائیں گے۔ میں قریب آیا اور سہارا دیا۔

آپ ﷺ اس وقت بیدار ہو گئے۔ میں قریب آیا اور سہارا دیا۔

آپ ﷺ اس وقت بیدار ہو گئے اور فرمایا، سہارا دینے والا کون ہے؟ میں نے عرض کیا ابوقتادہ۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم میرے ساتھ اس طرح کب سے چل رہے ہو۔ میں نے کہا تقریباً ساری رات سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے، جس طرح تم نے اس کے نبی ﷺ کی حفاظت کی۔

پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ہم بہت پیچھے رہ گئے ہیں اور تمہیں اپنے رفقاء میں سے کوئی نظر آتا ہے؟ مجھے ایک سوار نظر آیا پھر دوسرا یہاں تک کہ کل سات سوار جمع ہو گئے۔

پھر آپ راستے سے ہٹ کر سونے کا ارادہ فرمایا اور ہم سے کہا نماز کا خیال رکھنا۔ لیکن سورج بلند ہوا تو سب سے پہلے آپ ﷺ بیدار ہوئے۔ پھر ہم بھی گھبرا کر اُٹھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس جگہ سے چلے چلو۔ کچھ دور چل کر آپ ﷺ اُترے اور وضو کا برتن جو میرے پاس تھا اور اس میں کچھ پانی موجود تھا آپ نے طلب فرمایا اور قلیل پانی سے وضو فرمایا کہ اس میں کچھ پانی بچ رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس پانی کی حفاظت کرنا اس کی عظیم شان ظاہر ہوگی۔ پھر بلالؓ نے اذان دی۔ آپ ﷺ نے دو رکعت ادا فرمائی پھر نمازِ فجر ادا کی اور بعداز فجر کے معمولات ادا کیے اور سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ ہم آپس میں نماز قضا ہونے کے کفارہ کے متعلق سرگوشیاں کر رہے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا، کیا تمہارے لیے میرے عمل میں رہنمائی نہیں۔ پھر فرمایا کہ سوئے رہنے میں اور اس طرح غیر ارادی طور پر نماز قضا ہو جانے میں کوئی تقصیر نہیں قابل مواخذہ اس وقت ہے جب بیدار ہو اور نماز ادا نہ کرے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ اگر سو جائے اور نیند میں نماز رہ جائے تو جوں ہی بیدار ہو تو فوراً ادا کرے۔

ہم چلتے رہے یہاں تک کہ صحابہؓ کی جماعت سے مل گئے۔ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم شدت پیاس سے قریب المرگ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے لیے ہلاکت نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا میرا چھوٹا پیالہ جو پالان سے بندھا ہوا ہے لے آؤ اور وضو والا برتن بھی لے آؤ۔ آپ ﷺ پانی پیالے میں انڈیلتے جا رہے تھے اور حضرت ابو قتادہؓ پلاتے جا رہے تھے۔ لوگوں نے جوں ہی وضو والے برتن میں پانی دیکھا تو ہجوم کرنے لگے۔

حضور ﷺ نے فرمایا، اچھی طرح جماعت بندی کرو اور ترتیب کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ تم سب سیراب ہوگے۔ یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے آخر میں صرف میں رہ گیا یا نبی کریم ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب تم پی لو، میں نے کہا جب تک حضور ﷺ پانی نہیں پییں گے میں نہیں پیوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا قوم کا ساقی آخر میں پیتا ہے۔ چنانچہ پہلے میں نے پیا پھر حضور ﷺ نے۔ بعد میں لوگ پانی والی جگہ پہنچے۔

13.6.5 انگلیوں کے درمیان سے پانی کا چشمہ

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو سخت پیاس لگی۔ حضور ﷺ نے ایک پیالہ سے وضو فرمایا تو لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا معاملہ ہے؟ صحابہ نے کہا، ہمارے پاس نہ پینے کے لیے پانی ہے نہ وضو کے لیے۔ پورے لشکر میں صرف وہی پانی ہے جو آپ ﷺ کے وضو کے لیے برتن میں ہے۔

آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھا تو پانی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی مانند پھوٹ پڑا۔ فرماتے ہیں لوگوں نے سیراب ہو کر پیا اور وضو بھی کیا۔ حضرت جابر سے پوچھا گیا کہ آپ کتنے افراد تھے جنھوں نے اس پانی سے وضو کیا اور پیا۔ آپ نے فرمایا اگر لاکھ ہوتے تو بھی وہ پانی کفایت کر جاتا، مگر اس وقت پندرہ سو آدمی تھے۔ (بخاری و مسلم)

دوسری روایت حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بھی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ صحابی تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ پانی نہیں ہے تو آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ تیرے پاس جس قدر پانی ہے وہی لے آ۔ وہ بہت قلیل تھا لیکن وہ لے آئے۔ ان کے برتن میں حضور ﷺ نے اپنا دست اقدس رکھ دیا تو چشمے اُبل پڑے۔ آپ ﷺ نے بلالؓ سے کہا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جس کو برکت والا پانی لینا ہے وہ فوراً آ جائے۔

13.7 دودھ میں برکت

13.7.1 ابوہریرہؓ اور اصحاب صفہ کی دودھ سے تواضع

حضرت ابوہریرہؓ شدت بھوک سے راستے میں بیٹھے تو پہلے حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا تو میں (ابوہریرہ) نے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق پوچھا۔ مقصد تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں اور کھانا کھلائیں۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر حضرت عمرؓ گذرے۔ میں نے ان سے بھی دریافت کیا کہ آیت شریفہ **یطعمون الطعام علی حبہٖ مسکینا......**، کا کیا مطلب ہے۔ اور مقصد یہی تھا کہ مجھ مسکین کو کھانا کھلائیں۔ مگر انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا۔ پھر حضور ﷺ تشریف لائے اور میرے چہرے کو

دیکھ کر میرے مطلب کو سمجھ گئے۔ فرمایا، اے ابوہریرہ میرے پیچھے آؤ۔ گھر پہنچنے پر حضور ﷺ سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی جو آپ نے مرحمت فرمائی۔ آپ کو دودھ کا پیالہ نظر آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یہ فلاں نے بھیجا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا، ابا ہریرہ، میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ، اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں بلا لاؤ۔

اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے ان کے اہل و عیال نہیں تھے نہ ہی مکان۔ جب حضور ﷺ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو بقدر حاجت استعمال فرماتے اور باقی ان کے پاس بھیج دیتے۔ اور صدقہ استعمال نہ کرتے۔ سارے کا سارا اصحابِ صفہ کو بھجوا دیتے۔ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ حکم سن کر غمگین ہوا چونکہ میں نے یہ اُمید لگائی تھی کہ اتنا دودھ پینے کو مل جائے گا کہ دن رات گذر جائیں گے۔ لیکن اب اصحاب صفہ آئیں گے تو مجھے ہی انہیں پلانا ہوگا اور کتنا بچے گا جو میرے حصہ میں آئے گا۔ لیکن حضور ﷺ کا حکم ماننے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ اس لیے ان سب کو حضور ﷺ کی دعوت پہنچا دی اور وہ دوڑتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اندر آنے کی اجازت فرمائی۔ اور وہ سب اپنی اپنی جگہ آ کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابوہریرہ! پیالہ لو اور ان سب کو باری باری پیش کرو اور پلاؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد میں پیالہ ہر ایک کو دیا، وہ پیتے، یہاں تک کہ سیراب ہو جاتے۔ پھر وہ پیالہ میں دوسرے کو دیتا اور پھر تیسرے کو وغیرہ وغیرہ۔ جب سب سیراب ہو گئے تو وہ پیالہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو واپس لٹایا۔ آپ ﷺ نے کہا اے ابوہریرہ اب صرف میں اور تم باقی بچے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب تم بیٹھ جاؤ اور پیئو۔ میں بیٹھ گیا اور پیالہ منہ کو لگا کر جتنا پی سکتا تھا پیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور پیئو۔ میں نے پھر پیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ اسی طرح فرماتے رہے اور میں پیتا رہا۔ یہاں تک کہ میں مجبور ہو گیا۔ میں نے کہا، اس ذات کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا، اب میرے اندر کوئی گنجائش باقی نہیں اور نہ ہی دودھ کے اندر جانے کا کوئی راستہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر پیالہ مجھے دو تو آپ ﷺ نے بچا ہوا پیا تو پیالہ خالی ہوا۔

13.7.2 بکری کا حاضر ہونا اور دودھ دینا

حضرت نافعؓ سے روایت ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ کوئی چار سو صحابہ تھے۔ ایک ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا۔ پیاس نے جب شدت اختیار کی تو ہم حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور التجا کی۔ فوراً سینگ والی بکری آموجود ہوئی۔ اور حضور ﷺ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اس کا دودھ دوہا اور صحابہ کرامؓ کو پلایا اور خود بھی پیا۔ پھر فرمایا، اے نافع یہ بکری آج رات تمہاری ملکیت ہے اس کو قابو رکھنا لیکن مجھے یقین ہے تم اس کو اپنے قبضہ میں رکھ سکو گے۔ میں نے اُسے اچھی طرح باندھ دیا۔ جب رات میں آنکھ کھلی تو دیکھا بکری غائب تھی۔ میخ موجود تھی، رسی بھی موجود تھی۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضور ﷺ نے خود ہی فرمایا، اے نافع! جو اس کو لایا تھا وہی اس کو لے گیا۔

13.8 درختوں کا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا

۱۔ حضرت لیلیٰ بن مرہ ثقفیؓ سے مروی ہے کہ میں ایک دن حضور ﷺ کے ہمراہ صحرا کی طرف نکلا یہاں تک کہ ہم کھلی جگہ پہنچے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، دیکھ تو سہی کوئی چیز نظر آئے جو ستر کا کام دے۔ میں نے عرض کیا کہ سوائے ایک چھوٹے سے درخت کے علاوہ کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس کے قریب؟ میں نے کہا کہ ایک اور چھوٹا سا درخت ہے جو پہلے کے برابر ہے۔ تم جاؤ اور درختوں سے کہو کہ رسول اللہ (ﷺ) تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اللہ کے امر سے اکٹھے ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ فوراً اکٹھے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی۔ واپسی پر آپ ﷺ نے فرمایا، جا کر کہو کہ حضور (ﷺ) حکم دیتے ہیں کہ اپنی جگہ لوٹ جاؤ۔ آپ ﷺ کے حکم کے مطابق وہ اپنی جگہ لوٹ گئے۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت جابر بن عبداللہ سے بھی روایت ہوا ہے اس میں حضرت جابرؓ، حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔

۲۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور

عرض کیا، آپ (ﷺ) کے رسول برحق ہونے کی کیا دلیل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر میں اس کھجور کے خوشہ کو بلاؤں اور حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آجائے تو پھر تو میری رسالت کی گواہی دے گا۔ اس نے کہا، ضرور۔

آپ ﷺ نے خوشہ کو حکم دیا وہ کھجور سے نیچے اُترا، زمین پر گر پڑا، پھر اُچھلتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر واپس لوٹ جاؤ۔ چنانچہ وہ واپس لوٹ گیا۔ اعرابی نے یہ ایمان افروز منظر دیکھا تو گواہی دی **اشھد انک رسول اللّٰہ**، اور مشرف بالایمان ہوا۔

۳۔ حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا کہ میں اسلام میں داخل ہو چکا ہوں۔ ایسا معجزہ دکھائیں کہ میرا یقین بڑھ جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تو بتا تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ اس درخت کو بلائیں تاکہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تو خود جا کر اس کو کہہ۔ اعرابی گیا اور درخت سے کہا کہ حضور ﷺ تجھے بلاتے ہیں۔ درخت نے جونہی یہ پیغام سنا، ایک طرف جھکا اور دوسری جانب کی جڑوں کو زمین سے اُکھیڑ لیا۔ اسی طرح پھر دوسری طرف جھکا اور باقی جڑوں کو نکال لیا۔ پھر اپنی جڑوں پر چلتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ السلام علیک یا رسول اللہ۔

اعرابی نے کہا کہ مجھے یہ دلیل و معجزہ کافی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس درخت کو واپس ہونے کا حکم دیا اور وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور اسی طرح قائم ہوگیا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے۔

13.9 پہاڑ کا وجد

حضرت سعید بن زید سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب میں نے کوہِ حرا پر قدم رکھا تو پہاڑ لرز گیا۔ آپ نے ٹھوکر ماری اور فرمایا،

اسکن حراء فانہ لیس علیک الا نبی او صدیق او شھید

"اے حرا سکون و قرار میں آ، کیوں کہ تجھ پر یا نبی کی ذات جلوہ فرما ہے یا صدیق یا شہید"۔

اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم اور نواں آدمی میں (یعنی سعید بن زید) تھے۔

13.10 جانوروں کی حضور ﷺ کی خدمت میں درخواست

13.10.1 اونٹ کی فریاد

حضرت عبداللہؓ ابن جعفر سے روایت ہے کہ حضور انصار کے ایک چار دیواری والے باغ میں داخل ہوئے۔ تو ایک اونٹ حضور ﷺ کو دیکھ کر محبت و عقیدت سے رونے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اس کی پیٹھ اور گدی پر ہاتھ پھیرا تو اسے سکون حاصل ہوا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک نوجوان انصاری حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تو اللہ تعالیٰ سے ان جانوروں کے معاملے میں نہیں ڈرتا۔ جس نے تجھے اس کا مالک بنایا ہے۔ یہ اونٹ تیری شکایت کر رہا ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور کام زیادہ لیتا ہے۔ (امام مسلم)

13.10.2 ذبح کیے جانے والے اونٹ کی فریاد

حضرت لیلیٰ بن مرہؓ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں تھا کہ ایک اونٹ آیا اور حضور ﷺ کے سامنے تواضع کرتے ہوئے اپنا سر حضور ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا۔ اے لیلیٰ تم پر افسوس، دیکھو تو اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ اس اونٹ کو کوئی سخت مرحلہ درپیش ہے۔ میں نے اس کے مالک کو تلاش کیا اور اسے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے اس اونٹ کا کیا معاملہ ہے۔ اس کا معاملہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن ہم نے اس اونٹ سے کام لیا اب بڑھاپے کی وجہ سے وہ کنویں سے پانی کھینچنے کے قابل نہیں رہا تو گزشتہ رات ہم نے مشورہ میں یہ فیصلہ کیا کہ اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا (اس اونٹ نے میری پناہ لی ہے) اب اسے ذبح نہ کرو بلکہ مجھے ہبہ کر دو یا بیچ دو۔ حضور ﷺ یہ آپ ہی کا مال ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر صدقہ کے اموال والی نشانی لگائی اور ا

آزاد کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے خود فرمایا کہ تم نے اس سے خوب کام لیا اور اب ذبح کرنے کا ارادہ کرتے ہو۔

13.10.3 سرکش اونٹ کا سجدہ

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ انصار کے گھرانے کا ایک اونٹ سرکش ہو گیا۔ ان کو پیٹھ پر سوار نہیں ہونے دیتا، نہ کنویں سے پانی کھینچتا تھا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور حال بیان کیا اور کھیتی کے خشک ہونے کا شکوہ کیا۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے کہا، آؤ چلو دیکھیں یہ اونٹ کیوں سرکش ہو گیا ہے۔ جب آپ ﷺ باغ کی چار دیواری میں داخل ہوئے تو اونٹ باغ کے ایک کونے میں کھڑا تھا (اور کسی کی ہمت نہ تھی کہ اس کے پاس جائے۔ حضور ﷺ اس کی طرف چل پڑے تو انصاری خاتون نے کہا، یا رسول اللہ (ﷺ) یہ تو کتے کی مانند پاگل ہو گیا ہے۔ کہیں آپ پر حملہ نہ کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں۔ جب اس اونٹ نے حضور ﷺ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ کی طرف چلنے لگا۔ جب سامنے پہنچا تو سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اسے پیشانی سے پکڑا اور اتنا مطیع ہو گیا کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اسے کام پر لگا دیا۔

صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) یہ بے عقل تو آپ ﷺ کو سجدہ کر رہا ہے اور ہم عقل مند ہیں۔ ہم آپ ﷺ کو کیوں نہ سجدہ کریں۔ بلکہ ہم اس تعظیم اور سجدہ کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی انسان کو زیبا نہیں کہ وہ کسی بشر کو سجدہ کریں۔ اگر اس بات کی اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کے حق عظمت کو ادا کرنے کے لیے سجدہ کرے۔ (یہ روایت حضرت جابرؓ سے بھی ہے)

13.11 جنگ حنین میں مٹھی بھر ریت

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ وقتی طور پر مسلمان پیچھے رہے جبکہ حضور ﷺ اپنے سفید خچر

دلدل پر سوار تھے۔ آپ ﷺ نے خچر کو حکم دیا کہ ''زمین سے چمٹ جا تو اُس نے اپنا پیٹ زمین سے چمٹا دیا۔ آپ ﷺ نے فوراً ایک مٹھی مٹی زمین سے اٹھائی اور ان کفار کی طرف پھینک دی اور فرمایا:

''حٰم، وہ مدد اور نصرت نہیں دیئے جائیں گے اور اہل اسلام پر غالب نہ آسکیں گے۔''

جونہی وہ مٹی ان پر پڑی تو جتنے کفار تھے ہر ایک کی آنکھیں اس مٹی سے بھر گئیں اور وہ شکست کھا کر پیچھے بھاگے۔ ہم نے نہ تیر پھینکا نہ ہی نیزہ مارا اور فتح نصیب ہوئی۔ یہ واقعہ غزوہ حنین کا ہے۔

13.12 کعبہ میں چھڑی کے اشارے سے بتوں کا گرنا

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ کعبہ شریف میں داخل ہوئے جس میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ آیت شریفہ جاء الحق و ذَهَقَ الباطل ...... پڑھتے جاتے اور آپ ﷺ کے دست اقدس میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ بتوں کو اشارہ کرتے اور وہ منہ کے بل گر جاتے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے ''حق آگیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نیست و نابود ہونے والا ہے۔



۱۴

غیب کی خبریں اور اُن کی سچائی

اس سلسلے میں بہت زیادہ واقعات ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر کچھ بیان کیے جاتے ہیں۔

14.1 صحیفہ ظلم کی خبر

حضورﷺ نے بتلا دیا تھا کہ دیمک نے صحیفہ ظلم و برأت کے وہ حصے کھا لیے ہیں جن میں ظلم و تعدی کی دفعات موجود تھیں اور جس کو لکھ کر قریش و مشرکین نے بیت اللہ شریف میں رکھ دیا تھا۔

14.2 قیصر و کسریٰ کا خاتمہ

حضورﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ضرور بضرور قیصر و کسریٰ کے خزانے اللہ کی راہ میں بانٹ دیئے جائیں گے (اور ایسا ہی ہوا) اور آپﷺ نے فرمایا کہ اہل اسلام کی ایک جماعت کسریٰ کا وہ خزانہ بذریعہ جنگ حاصل کرے گی جو قصر ابیض میں محفوظ ہے۔ آپﷺ نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا اور بخدا ان کے خزانے (اہل سلام کے ہاتھوں) اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے۔

14.3 جنگ بدر کی پیش گوئی

غزوہ بدر کے متعلق حضرت عمرؓ نے حضور اکرمﷺ کی غیبی خبر بیان فرمائی کہ جنگ سے ایک دن پہلے کفار کے مقامات قتل دکھائے اور فرمایا کہ فلاں ابن فلاں یہاں قتل ہوگا اور فلاں یہاں۔

دوسرے دن حسب ارشاد وہ لوگ ان مقامات پر ہی ہلاک ہو رہے تھے جس کی حضور ﷺ نے خبر دی تھی۔

14.4 مسلمانوں کی سلطنت

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا۔ میں نے اس کے مغرب و مشرق کے کنارے دیکھ لیے اور میری اُمت کی سلطنت (بالآخر) جہاں تک جا پہنچے گی جہاں تک سمیٹ کر اسے میرے سامنے کیا گیا ہے اور یقیناً مجھے سرخ و سفید دونوں خزانے عطا کر دیئے گئے ہیں۔

14.5 ابوذرؓ کا مدینہ سے جانا

حضرت ابوذرؓ مسجد نبوی میں لیٹے ہوئے تھے کہ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے پاؤں مبارک سے ٹھوکر ماری تو میں اُٹھ بیٹھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس وقت کیا کرے گا جب تجھے مدینہ منورہ سے نکلنے کا کہا جائے گا۔ انہوں نے عرض کیا میں مسجد نبوی اور گھر کی طرف رجوع کروں گا اور جب یہاں سے نکلنے کا حکم ہوگا تو؟ انہوں نے کہا میں تلوار سے اس شخص ٹھکانے لگا دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا عقرا، ایسے نہ کرنا وہ تجھے جہاں بھیجیں وہیں چلے جانا۔ اگرچہ یہ اقدام کرنے والا سیاہ فام غلام ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں مجھے ربذہ بھیج دیا گیا۔ سیاہ فام غلام جو صدقہ کے جانور چراتا تھا، وہاں آیا تو مجھ سے مدینہ منورہ واپس لے جانے کے لیے کہا۔ میں نے کہا کہ میں رسول خدا کے حکم کی اطاعت کروں گا (اور اسی جگہ رہوں گا جہاں حاکم وقت امیر المومنین عثمان غنیؓ نے رہنے کو کہا ہے۔)

14.6 حضرت حاطب بن بلاقہ کا خط

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے، مقدادؓ اور زبیرؓ کو حکم دیا کہ جاؤ خاخ والے باغ کے اس ایک عورت جا رہی ہے اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے لو۔ ہم حسب ارشاد گھوڑے دوڑاتے

ہوئے اس باغ پر پہنچے۔ وہاں ایک عورت نظر آئی۔

ہم نے کہا تیرے پاس جو خط ہے وہ نکال۔ اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہ خط دے دے ورنہ کپڑوں کی تلاشی دینی پڑے گی۔ تو اس نے وہ خط نکال کر دے دیا۔ ہم وہ خط لے کر بارگاہِ نبوی میں پہنچے۔ خط یہ تھا۔

''حاطب بن بلاقہ کی طرف سے اہل مکہ کے فلاں فلاں افراد کی طرف''۔ اس خط میں حضور ﷺ کا فتح مکہ کا پلان یا متوجہ ہونے کا ذکر تھا جو کہ اہل مکہ سے انتہائی مخفی رکھا گیا تھا۔

آپ ﷺ نے حاطب ؓ کو بلایا اور دریافت کیا، تو نے کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ذرا ٹھہریں اور میری عرض سماعت فرمالیں۔ میں قریش میں رہتا تھا، لیکن ان میں سے نہیں تھا اور تمام مہاجرین صحابہ ؓ کی ان میں رشتہ داریاں ہیں اور وہ ان کے اہل وعیال (جو پیچھے رہ گئے ہیں) کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ رشتہ داری نہ سہی میں ان پر کچھ احسان کردوں تاکہ وہ مکہ میں میرے بال بچوں کی دیکھ بھال کریں۔ میں نے جو کچھ کیا نہ ہی کفر پر رضامندی کی بنا پر اور نہ ہی ارتداد کی وجہ سے۔ جبکہ یہ یقین بھی ہے کہ اللہ پاک کی نصرت آپ ﷺ کے ساتھ ہے اور چاہے جو خبر ان کو ملے وہ آپ ﷺ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا غور سے سنو، حاطب نے صحیح صحیح بات کی ہے اور سچ بیان دیا ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ مجھے اجازت دیں تو اس کی گردن اُڑا دی جائے جس نے عملی طور پر نفاق کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، حاطب غازیانِ بدر سے ہیں اور اللہ پاک نے مجاہدین بدر کے دلوں میں جھانک کر اعلان فرمایا ہے۔

اعملو ماشئتم فقد غفرت لکم

''جو بھی چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔''

14.7 امام حسن ؓ کے متعلق پیش گوئی

حضرت ابوبکر ؓ سے روایت ہے، حضرت حسن ؓ، حضور ﷺ کی پشت پر حالت سجدہ میں بیٹھ

جاتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اس کی بدولت اللہ پاک مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔"

14.8 منافق کی موت پر آندھی

حضور پاک ﷺ ایک سفر سے واپس ہو رہے تھے جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو اتنی سخت آندھی چلی کہ سوار کو سواری سے گرا دیتی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، یہ آندھی مدینہ منورہ میں ایک منافق کے مرنے کی وجہ سے چل رہی ہے۔ آپ ﷺ جب شہر میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ واقعی ایک بہت بڑا منافق اسی دن واصل جہنم ہوا تھا۔

14.9 اہل عرب کے متعلق تین خوش خبریاں

عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص حاضر ہوا اور فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ دوسرا حاضر ہوا تو اس نے راستہ کے خطرات اور ڈاکہ زنی کی شکایت کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عدی کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے متعلق سنا ہے لیکن دیکھا نہیں۔ اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو تم ضرور دیکھو گے کہ عورت تن تنہا حیرہ سے چل کر کعبہ تک طواف کے لیے آئے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف و ڈر نہیں ہوگا۔

میں نے دل میں سوچا کہ اس وقت قبیلہ طے کے اوباش کہاں ہوں گے، جنھوں نے لوٹ مار سے علاقوں میں فساد برپا کر رکھا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا، اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے اہل اسلام قبضہ میں لے لیں گے۔ میں نے حیرت سے پوچھا، کسریٰ بن ہرمز کے خزانے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں کسریٰ بن ہرمز۔ پھر آپ ﷺ نے کہا کہ اگر تمہاری زندگی رہی تو تم دیکھو گے کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا اور چاندی لیے حاجتمندوں کو تلاش کرتا پھرے گا جو اسے قبول کر لیں مگر اسے ایسا کوئی شخص نہیں ملے گا۔

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے مطابق میں نے عورتوں کو دیکھا کہ وہ حیرہ سے چل کر کعبہ کے گرد طواف کر رہی ہیں اور ان کو سوائے اللہ پاک کے کسی کا خوف نہیں تھا۔ میں خود ان لوگوں

میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے بزورِ شمشیر حاصل کیے اور اگر تمہاری زندگیاں رہیں تو تیسرے امر کا بھی تم لوگ مشاہدہ کرلو گے۔

14.10 فتنہ خوارج کی پیش گوئی

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کہ ہم ایک دفعہ (مقام جعرانہ پر) حضورﷺ کی خدمت میں تھے جہاں حضورﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخواجدہ آ پہنچا جو کہ قبیلہ بنو تمیم سے تھا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہﷺ عدل کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا، تیرے لیے ہلاکت ہو اگر میں بھی عدل نہ کروں گا تو پھر کون کرے گا۔ اور اگر میں عادل نہیں تو پھر تو سب بڑے خسارے میں ہیں (کہ مجھ جیسے شخص کو نبی اور اپنا امام بنا رکھا ہے)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اجازت ہو تو اس کی گردن اُڑا دوں۔ آپﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو (ابھی اس کے اور ساتھی اور روحانی اولاد پیدا ہوگی) جن کی نمازوں، روزوں اور تلاوت کے سامنے تم اپنی ان عبادات کو حقیر جانو گے۔ لیکن ان کی تلاوت ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گی۔ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جس طرح تیر شکار کے پار نکلتا ہے۔ شکاری تیر کو اٹھا کر دیکھتا ہے تو اس پر کہیں خون یا گوبر کا نشان نہیں ملتا۔ قبضہ کو دیکھتا ہے، پھل کو دیکھتا ہے، پھر بغور دستہ کو دیکھتا ہے، پھر دستہ پر لگے ہوئے پروں کو دیکھتا ہے (جو تیرے کو نشانے پر لے جانے کے لیے لگائے جاتے ہیں) کہیں بھی ایسی کوئی علامت نظر نہیں آتی اور شکار کا کوئی اثر اور نشانی کوئی خون یا گوبر کچھ بھی نظر نہیں آتا کہ وہ تیر اتنی تیزی سے آر پار ہوا (یہ لوگ بھی دین سے اتنے تیزی سے باہر نکلے کہ کوئی اثر ان کے دل و دماغ نے دین کا قبول نہ کیا)

ان کی علامت یہ ہے کہ ان کا پیشوا ایک سیاہ فام آدمی ہوگا اس کا ایک عضو گوشت کے لوتھڑے کی مانند ہوگا جو متحرک ہوگا اور وہ لوگ اس وقت نکلیں گے جب مسلمانوں میں باہم افتراق پیدا ہو چکا ہوگا۔

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہو کہ یہ حدیث میں نے حضورﷺ سے سنی اور یہ

بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علیؓ نے قتال کیا اور میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے اس کو تلاش کرنے کا حکم دیا (جو مقتولین کے نیچے پڑا ہوا تھا) اس کی لعش لائی گئی تو میں نے اسے حضورﷺ کے بیان کے مطابق پایا۔

14.11 جنگ موتہ کی بروقت خبریں

حضرت انسؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضورﷺ مدینہ طیبہ میں منبر پر تشریف فرما تھے اور جنگ موتہ میں شہید ہونے والے سپہ سالاروں کی خبر شہادت دیتے جا رہے تھے۔ پہلے زید بن حارثہؓ، پھر حضرت جعفر طیارؓ، اور پھر عبداللہ ابن رواحہؓ کی شہادت کی خبر دی۔ پھر فرمایا، اب علم خالد بن ولیدؓ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک عظیم تلوار ہیں (انہیں فتح حاصل ہوئی)

14.12 ابوذرؓ کے جنگل میں وفات کی پیش گوئی

اُم ذرؓ سے روایت ہے کہ جب ابوذرؓ کا وقت قریب آیا (اس وقت یہ ربذہ میں تھے) تو وہ رونے لگیں۔ آپﷺ نے فرمایا روؤ نہیں بلکہ بشارت سنو۔ حضورﷺ نے ایک جماعت کے متعلق فرمایا جس میں میں بھی تھا کہ تم میں سے ایک شخص جنگل میں فوت ہوگا جس کے کفن دفن میں مومنین کی ایک عظیم جماعت شامل ہوگی۔ حاضرین میں سے ہر شخص اپنے دیہات اور آبادی میں فوت ہوا اور اب صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں جو جنگل میں تنہائی کے عالم میں دنیا سے جا رہا ہے۔ واللہ نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ مجھ سے غلط بیانی کی گئی لہٰذا تم راہ کی طرف دیکھو۔

میں (اُم ذر) نے کہا حاجی حج سے واپس ہو چکے اور راستے مسافروں سے خالی ہو چکے اب کون نظر آئے گا۔ مگر ان کے کہنے پر دوڑ کر ٹیلے پر چڑھتی اِدھر اُدھر دیکھتی پھر واپس ہوتی اور ان کی تیمارداری کرتی۔ ناگاہ دیکھتی ہوں کہ چند لوگ اونٹوں پر سوار گذر رہے ہیں۔ میں نے کپڑا ہوا میں لہراتے ہوئے ان کو اشارہ کیا اور وہ جلدی آپہنچے۔ اور دریافت کیا، کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ ایک عظیم مسلمان موت کی آغوش میں ہے۔ وہ کون ہے؟ میں نے کہا ابوذر غفاریؓ۔ انہوں نے کہا وہ صحابی رسول۔ میں نے کہا، ہاں۔ تو انہوں نے دُعائیں دیتے ہوئے کہا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔

پھر انہوں نے کفن دیا اور (نمازِ جنازہ پڑھ کر) دفن کیا۔

14.13 عمیر بن وہبؓ کے راز کی اطلاع

محمد ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ عمیر بن وہب حطیم کعبہ میں جنگ بدر کے بعد صفوان بن اُمیہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ یہ عمیر قریش کے شرارتی لوگوں میں شمار ہوتا تھا اور صحابہ کرامؓ اور نبی کریم ﷺ کو ایذا پہنچانے میں آگے آگے ہوتا تھا۔ اس کا بیٹا وہب بدر کے قیدیوں میں شامل تھا۔ عمیر نے بدر کے کنویں میں سردارانِ قریش کو پھینکنے کا ذکر کیا تو صفوان نے کہا واللہ ان کے بعد زندہ رہنے کا کوئی لطف نہیں اور ایسی زندگی میں کوئی خیر و برکت ہے۔

عمیر بولا تو نے ٹھیک کہا۔ خدا کی قسم اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جس کی ادائیگی کے لیے میرے پاس مال نہیں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ نہ ہوتا تو میں محمد (ﷺ) کو مدینہ جا کر ٹھکانے لگا دیتا (نعوذ باللہ) چونکہ مجھے بھی ان سے دکھ پہنچا ہے اور میرا بیٹا ان کی قید میں ہے۔

صفوان نے کہا تیرا قرض میرے ذمے اور تیرے اہل و عیال گویا میرے اہل و عیال تو ان دونوں باتوں کی فکر نہ کر۔ عمیر نے کہا پھر اس معاملہ کو جو میرے اور تیرے درمیان ہے، پوشیدہ رکھنا۔ صفوان نے وعدہ کیا۔ پھر عمیر نے حکم دیا کہ میری تلوار کو خوب تیز اور زہر آلود کرو اور گھر سے نکلا اور مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ اپنی سواری مسجد نبوی کے دروازے پر بٹھائی۔ حضرت عمرؓ اس کو دیکھ کر پریشان ہوئے کہ اس نے تلوار حمائل کی ہوئی ہے اور یہ وہ ہے جس نے ہمارے (مسلمانوں) اور قریش کے بیچ میں جنگ بھڑکائی اور ان کو جنگ و جدال پر آمادہ کیا۔ آپ، حضور ﷺ کی خدمت میں جلدی سے پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) یہ اللہ کا دشمن عمیر تلوار لٹکائے ہوئے آ پہنچا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت عمرؓ نے تلوار والے میان اور پٹے سمیت اس کو گردن سے پکڑا اور انصار سے کہا کہ جلد حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچو کہ یہ خبیث کہیں حضور ﷺ کو نقصان نہ پہنچائے۔ کیونکہ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ جب حضور ﷺ نے اس کو اس حال میں پکڑا ہوا دیکھا تو عمرؓ سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور عمیر کو فرمایا تو قریب آ جا۔

جب وہ نزدیک آ گیا تو اس نے کہا انعم صباحاً۔ صبح بخیر، اور یہ اہل جاہلیت کا سلام تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیرے سلام کی نسبت ہمیں بہتر سلام عطا فرمایا گیا ہے۔ اے عمیر السلامُ علیکم۔ اہل جنت کا تحفہ ہے۔ اچھا اب تو یہ بتا کہ تیرے آنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا کہ اپنے بیٹے کا فدیہ دے کر اسے چھڑانے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر یہ تلوار گردن میں حمائل کرنے کا باعث کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تلواروں کا بُرا کرے، اِنہوں نے ہمیں کیا فائدہ دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا، سچ سچ بتا تو کس مقصد کے لیے آیا ہے۔ میں صرف اور صرف اسی مقصد کے لیے آیا ہوں جو بتلا چکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تو اور صفوان کعبہ میں بیٹھے تھے اور تم نے بدر کے ہلاک شدگان قریش کا ذکر کیا اور کنویں میں پھینکے جانے والے مُرداروں کا، پھر تو نے کہا کہ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور میرے بچے چھوٹے چھوٹے نہ ہوتے تو میں جا کر محمد کو قتل کر دیتا۔ پھر صفوان نے تیرا بوجھ اٹھانے کا ذمہ لیا۔ اس شرط پر کہ تو مجھے قتل کر دے۔ لیکن اللہ پاک میرے اور تیرے اس برے ارادے کے درمیان حائل ہے اور محافظ و نگران۔

عمیر نے کہا اشهد انک رسول الله۔ ہم اس سے پہلے آپ کی رسالت کا انکار کرتے تھے، لیکن یہ ایسا واقعہ ہے کہ سوائے میرے اور صفوان کے کوئی شاہد نہیں واللہ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کی اطلاع آپ ﷺ کو صرف اللہ پاک نے دی۔ اس خدائے بزرگ و برتر کی حمد ہے کہ اس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی اور مجھے اس راہ پر چلایا۔ اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام میں داخل ہو گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا، اپنے اس بھائی کو دین کی تعلیم دو اور قرآن ان کو پڑھاؤ اور ان کے قیدی بیٹے کو آزاد کر دو۔ چنانچہ صحابہؓ نے حکم نبوی کی تعمیل کی۔

پھر عمیرؓ نے عرض کیا، کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نورِ خداوندی کو بجھانے میں پیش پیش تھا اور مسلمانوں کو سخت ایذا و تکلیف دیتا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں مکہ مکرمہ لوٹ کر اسلام کی دعوت دوں۔ ہو سکتا ہے اللہ ان کو ہدایت دے ورنہ میں ان کو اسی طرح ایذا پہنچاؤں گا جس طرح اہل اسلام کو دیتا تھا۔

آپ ﷺ نے عمیرؓ کو رخصت عطا فرمائی۔ اور وہ مکہ مکرمہ پہنچے۔ ادھر صفوان حضرت عمیرؓ کی جگہ

مکہ سے روانگی کے بعد لوگوں کو کہتا پھرتا تھا کہ میں عنقریب تم لوگوں کو ایک عظیم خوش خبری سنانے والا ہوں کہ جس سے بدر کے غم بھول جاؤ گے۔

چنانچہ صفوان آنے جانے والوں سے حضرت عمیرؓ کے متعلق دریافت کرتا رہتا۔ یہاں تک کہ ایک سوار نے اس کو حضرت عمیرؓ کے اسلام لانے کی خبر دی۔ تو اس نے قسم کھالی کہ میں نہ تو عمیر سے کلام کروں گا اور نہ کسی قسم کا نفع پہنچاؤں گا۔

حضرت عمیرؓ مکہ میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے اور مخالفین سے مقابلہ کرتے اور تکلیف پہنچاتے۔ چنانچہ بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر اسلام لائے۔

حضورﷺ کا مستقبل کی خبر دینا انتہائی پُرخطر تھا کہ اگر غلط نکلتی تو یہ رسوائی کا موجب بنتی جیسا کہ مسلیمہ ابن کذاب عنسی کے ساتھ ہوا اور وہ رسوا اور ذلیل ہوا۔

ہمارے نبیﷺ نے مثلاً ابولہب کے متعلق خبر دی کہ یہ جہنم میں داخل ہوگا یعنی حالت کفر میں مرے گا۔ اب اگر وہ اسلام لے آتا تو اس میں نبیﷺ کی کتنی جگ ہنسائی ہوتی۔ لیکن آپﷺ نے پورے اعتماد سے یہ خبر دی (وہ اس آیت مبارکہ کے بعد کوئی دس سال زندہ رہا لیکن کلمہ نہ پڑھا)

14.14 چٹان کا ریزہ ریزہ ہوجانا اور حضورؐ کی پیش گوئی

جنگ خندق کے موقع پر یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت براء بن عازبؓ بیان فرماتے ہیں، حضورﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق میں ایک جگہ ایسی سخت چٹان رونما ہوئی جس پر کدالیں بے اثر تھیں۔ ہم نے حضورﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ تین دن تک مسلسل خندق کھود رہے تھے اور کھانا نصیب نہ ہوا تھا۔ آپﷺ نے فرمایا اس جگہ ذرا پانی چھڑک دو۔ آپﷺ تشریف لائے اور کدال ہاتھ میں لی بسم اللہ کہہ کر ضرب لگائی، جس سے چٹان کا ایک تہائی حصہ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ آپﷺ نے نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند فرمایا اور کہا کہ مجھے شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور واللہ میں اس کے سرخ محلات کو اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر بسم اللہ کہا اور ضرب لگائی، چٹان کا دوسرا تہائی حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ آپﷺ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور فرمایا، مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئیں اور اس جگہ سے

مدائن اور اس کے محلات کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری مرتبہ ضرب لگائی اور چٹان کا آخری تہائی حصہ بھی ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور آپ ﷺ نے نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا اور فرمایا ملک یمن کی چابیاں دے دی گئیں ہیں اور بخدا میں صنعا کے ایوان کو اپنے مقام سے دیکھ رہا ہوں۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضور ﷺ کی طرف نگاہ اٹھائی اور غور سے دیکھا تو آپ ﷺ کے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔

☆☆☆

۱۵

حضور ﷺ کے کچھ اور معجزے

15.1 کھجور آپ کے فراق میں رو دیا

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ خطبہ دیتے اور خطبہ اگر طویل ہو جاتا تو کھڑے کھڑے تھک جاتے اور آپ پر گراں گذرتا۔ اس لیے کھجور کا ایک تنا لایا گیا اور اس کو زمین میں گاڑ دیا جس سے جب ضرورت محسوس کرتے اس کے ساتھ سہارا لیتے اور اس پر تکیہ لگا لیتے۔

مدینہ منورہ میں ایک مسحق (بڑھئی) وارد ہوا۔ اور اس نے جب یہ دیکھا تو صحابہؓ سے کہا کہ اگر میں ایسی چیز تیار کردوں جو آپ ﷺ کے لیے موجب راحت ہو اور حضور ﷺ اسے پسند فرمائیں تو میں آپ کے لیے بیٹھنے کی ایسی چیز بنادوں کہ جس پر جب تک چاہیں بیٹھ کر خطاب فرمائیں اور جب چاہیں کھڑے ہوکر۔ (اس طرح تمام حاضرین بھی آپ ﷺ کا دیدار کرسکیں)

حضور ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ اسے لایا گیا تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ میرے لیے سیڑھیاں (منبر) بنادے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے راحت محسوس فرمائی۔

جب حضور ﷺ اس کھجور کے تنے سے الگ ہوئے اور منبر کا قصد کیا تو اس نے بے قراری کا مظاہرہ کیا اور ایسے رویا جیسے اونٹنی اپنی اولاد کے لیے آواز کے ساتھ روتی ہے۔ جب آپ ﷺ نے یہ آواز سنی تو اس کی طرف رجوع ہوئے اور اپنا دست کرم اس پر رکھا اور اسے مخاطب کرکے فرمایا، یا تو میں

تجھے اس جگہ لگا دوں جہاں تو پہلے تھا اور تو اسی طرح سرسبز و شاداب ہو جائے جیسے کہ پہلے تھا۔ یا چاہے تو میں تجھے جنت میں نہر کے کنارے لگا دوں جس سے تو سیراب ہو اور اس کے چشموں سے تیری نشو و نما عمدہ ہو جائے اور تو پھل دار ہو جائے۔ اور اللہ کے محبوب بندے تیرا پھل کھایا کریں۔ الغرض تو جو چاہے میں وہی کر دوں گا۔

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو نعم قد فعلت دوبارہ کہتے سنا کہ ہاں میں نے کر دیا۔ ہاں میں نے کر دیا۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے ارشاد کا اس نے کیا جواب دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے جنت کو پسند کیا اور میں نے کہا تیری درخواست قبول کی اور تجھے جنت میں لگا دیا۔

حضور ﷺ کا جب وصال ہو گیا تو وہ کھجور کا تنا حضرت ابی بن کعبؓ کے حوالے کر دیا گیا۔ ہمیشہ ان کے پاس رہا حتیٰ کہ دیمک اس کو کھا گئی۔ (یہ واقعہ کئی اور صحابہ کرامؓ نے بھی روایت فرمایا ہے)

15.2 کنکریوں کی تسبیح

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمان غنیؓ تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ نے سات کنکریاں دست اقدس میں لیں تو انہوں نے سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد شروع کر دیا کہ میں نے ان کا ورد اس طرح سنا جیسے شہد کی مکھیوں کے بھنبھناہٹ۔ جب آپ ﷺ نے رکھ دیا تو یہ خاموش ہو گئیں۔

آپ ﷺ نے پھر ان کو اٹھایا، حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں دیا۔ تو انہوں نے وہی سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد شروع کر دیا جس کی آواز سنائی دینے لگی۔ جب آپ ﷺ نے رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے اٹھایا اور حضرت عمرؓ کو عطا فرمائی تو اسی طرح ورد کرنے لگیں اور جب رکھ دیا تو خاموش ہو گئیں، پھر اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ ہوا۔ اور جب زمین پر رکھ دیا تو خاموش ہو گئیں۔

15.3 اُم جمیل سے آپ کو پوشیدہ کرنا

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے جب سورۃ تبت یدا نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی

اُم جمیل بنت حرب (ابوسفیانؓ کی بہن) حضورﷺ کی طرف آئی۔ ابوبکرؓ جو حضورﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے، عرض کیا یا رسول اللہﷺ یہ بدزبان عورت ہے بہتر ہوگا کہ آپﷺ یہاں سے تشریف لے جائیں تاکہ آپ کو یہ تکلیف نہ پہنچائے۔ آپﷺ نے فرمایا یہ مجھے دیکھ نہیں سکے گی۔

جب وہ پہنچی تو حضرت ابوبکرؓ سے کہا، اے ابوبکر، تیرے صاحب نے اپنے شعر (قرآن) میں میری ہجو کی ہے۔ آپ نے کہا وہ تو شعر کہتے ہی نہیں۔ وہ کہنے لگی تم میرے نزدیک سچے ہو اور اتنا کہہ کر واپس چلی گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہﷺ کیا واقعی اس نے آپ کو نہیں دیکھا۔ آپﷺ نے فرمایا، ہاں۔ اللہ پاک کا ایک فرشتہ اپنے نورانی پر کے ذریعے مجھے اس سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ وہ لوٹ گئی۔

15.4 حضورﷺ کی ایذا دینے والوں سے حفاظت

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ جب بنی محارب کے ساتھ جہاد کے بعد لوٹے تو قیلولے کے وقت ایک درختوں والی جگہ پر پہنچے۔ تو صحابہؓ درختوں کے نیچے آرام فرما ہو گئے اور حضورﷺ نے بھی ایک درخت سے تلوار لٹکائی اور آرام فرما ہوئے۔ اس اثناء میں ایک شخص غورث بن الحارث آپﷺ کے پاس پہنچا اور تلوار سونت کر آپ کے سر اقدس پر کھڑا ہوگیا۔ اور کہنے لگا۔ اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا، اللہ۔ تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور یہ لرزنے لگا۔ آپﷺ نے تلوار اٹھالی اور فرمایا اب تو بتا کہ تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کیا، اپنے ہاتھوں مغلوب شخص کے ساتھ حسن سلوک فرماؤ اور مواخذہ میں نرمی و کرم کا مظاہرہ کرو۔ آپﷺ نے فرمایا کیا تو لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہے۔ اس نے کہا نہیں، لیکن یہ وعدہ کرتا ہوں کہ نہ خود آپﷺ کے خلاف جنگ کروں گا نہ ہی ان کا ساتھ دوں گا جو آپ کے ساتھ جنگ کریں گے۔ اس پر آپﷺ نے اسے معاف کردیا۔ اس کے بعد حضورﷺ نے صحابہؓ کو آواز دی تو سب جمع ہو گئے آپﷺ نے اوپر والا واقعہ ان سے بیان کیا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ابوجہل نے کہا محمد (ﷺ) تمہارے درمیان اللہ پاک کو سجدہ کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا، ہاں۔ وہ کہنے لگا کہ لات وعزیٰ کی قسم اگر میں نے انہیں اس حالت میں دیکھا تو (نعوذ باللہ) ان کی گردن پامال اور چہرہ خاک آلود کروں گا۔

حضور ﷺ نماز ادا کر رہے تھے کہ وہ آیا تا کہ آپ ﷺ کی گردن اقدس پر اپنے ناپاک قدم رکھے۔ مگر لوگوں نے دیکھا وہ اُلٹے پاؤں ایڑیوں کے بل لوٹا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر کسی سے بچاؤ کر رہا تھا۔

لوگوں نے پوچھا، تجھ کو کیا ہوا؟ تو اس نے کہا، میرے اور ان کے درمیان ایک خندق ہے جو آگ سے بھری ہوئی ہے اور دہشت ہے اور کچھ غیبی ہاتھ اور بازو نظر آتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اِسے اُچک لیتے اور اس کا جوڑ جوڑ الگ کر دیتے۔

15.5 فتح مکہ کے دن کا واقعہ

فتح مکہ کے دن ظہر کے وقت حضور ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اذانِ ظہر کعبہ کے چھت پر جا کر دیں۔

جب اذان میں حضرت بلال اشھد ان محمد رسول اللہ پر پہنچے تو عکرمہ نے کہا، مجھے زندگی بخشنے والے کی قسم، یقیناً تمہارا ذکر بلند کر دیا گیا ہے۔ نماز تو ہم ادا کرتے ہیں مگر بخدا ہم اس شخص کو پسند نہیں کرتے جس نے ہمارے احبا کو قتل کیا۔ خالد بند اسید نے کہا خدا کے لیے حمد ہے جس نے میرے باپ کو یہ عزت دی کہ اس نے یہ دن نہیں دیکھا اور سنا۔

حارث بن ہشام نے کہا، اے کاش میری ماں مجھے روتی اور میں مر چکا ہوتا قبل اس کے کہ بلال کو کعبہ کی چھت پر (نعوذ باللہ) ہینگتے ہوا سنتا۔

حکم بن ابی العاص نے کہا مجھے لات کی قسم، یہ بہت بڑا حادثہ ہے۔ بنی جمح کا غلام چلا رہا ہے، اور ابوطلحہ کی بنیاد پر کھڑے ہو کر (نعوذ باللہ) ہینگ رہا ہے۔

سہیل بن عمرو نے کہا اگر یہ امر اللہ کے نزدیک موجب عتاب ہے تو اسے تبدیل فرما دے گا۔

ابوسفیان نے کہا، میں کچھ نہیں کہتا کیوں کہ اگر کہوں گا تو کوئی شخص نہیں تو اس وادی کی کنکریاں ہماری اس بیہودہ گفتگو سے انہیں آگاہ کردیں گی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور ان کی گفتگو کی خبر دی۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور کہا اے فلاں تو نے یوں کہا اور تو نے یوں کہا، ابوسفیانؓ فوراً بولے یا رسول اللہ ﷺ میں نے کچھ نہیں کہا۔ اس پر حضور ﷺ ہنس پڑے

15.6 شیبہ بن عثمان سے حفاظت

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ شیبہ بن عثمان نے کہا کہ جب حضور ﷺ نے حنین کی جنگ لڑی تو مجھے اپنے باپ اور چچا کا بدلہ لینے کا خیال آیا۔ جنھیں حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے قتل کیا تھا۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کے پاس پیچھے سے آیا اور اتنا قریب ہو گیا کہ تلوار کے وار سے بآسانی شہید کرسکتا تھا۔ فوراً آگ کا ایک شعلہ بجلی کی رفتار سے میری طرف لپکا تو میں اُلٹے پاؤں واپس ہوا۔ فوراً نبی کریم ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ شیبہ ادھر آؤ۔ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے دست قدرت میرے سینہ پر رکھا، جس کی برکت سے اللہ پاک نے شیطان کو میرے سینہ سے نکال دیا۔

جب میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ ﷺ مجھے میرے کانوں اور اپنی آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب تھے (میری نفرت محبت میں تبدیل ہوگئی)

15.7 حضور ﷺ پر اُٹھنے والا ہاتھ شل ہو گیا

معتمبر بن سلیمان اپنے والد سلیمان سے روایت کرتے ہیں کہ بنی مخزوم کا ایک شخص ہاتھ میں پتھر لیے حضور ﷺ کی طرف بڑھا کہ آپ ﷺ پر حملہ کرے۔ جب پہنچا تو آپ سجدہ میں تھے۔ اس نے موقع غنیمت جان کر جب حملہ کیا تو ہاتھ فوراً خشک ہو گیا۔ اپنے شیطان ساتھیوں کے پاس لوٹا تو انہوں نے کہا تو بزدل ہے خالی ہاتھ لوٹا۔ اس نے کہا، یہ بات نہیں۔ یہ پتھر میرے ہاتھ میں (چپک گیا) اور اسے پھینکنے کی طاقت ختم ہو چکی ہے۔ وہ حیران ہوئے اور جب دیکھا تو واقعی اس کی انگلیاں اس پتھر پر

خشک ہو چکی تھیں۔ بڑی مشکل سے پتھر انگلیوں سے جدا ہوا۔ کہنے لگے یہ تو قدرت کے ارادے سے رونما ہونے والا واقعہ ہے۔

15.8 ظالموں کا انجام

15.8.1 مرتد کاتب وحی کا انجام

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نصرانی شخص مسلمان ہوا اور کاتب وحی بنا اور سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھتا تھا۔ وہ واپس نصرانی ہو کر مرتد ہو گیا۔ اور کہا کرتا تھا کہ محمد (ﷺ) وہی جانتے ہیں جو میں ان کو لکھ کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا۔ لوگوں نے دفن کے بعد دیکھا تو زمین اس کو باہر پھینک چکی تھی۔ اس کے ساتھیوں نے گمان کیا کہ محمد (ﷺ) جن سے بھاگ آیا تھا کے ساتھیوں نے اس کو قبر سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ چنانچہ بہت گہری جتنی گہری وہ کھود سکتے تھے قبر کھودی اور اس کو پھر سے دفنایا۔ صبح آ کر دیکھا تو پھر باہر پڑا ہوا تھا۔

انہوں نے پھر وہی گمان کیا اور اس مرتبہ اس سے بھی زیادہ گہری قبر کھودی۔ اور پھر دفنایا۔ صبح آ کر دیکھا تو قبر اسے باہر پھینک چکی تھی۔ اب ان کو تسلی ہوئی کہ یہ انسانوں کا فعل نہیں بلکہ زمین قبول نہیں کر رہی ہے۔

15.8.2 ولید عاص، اسود اور حارث کا انجام

قول باری تعالیٰ انا کفیناک المستھزئین کی تفسیر میں مفسر کرام فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کفار حضور ﷺ اور قرآن کریم کے ساتھ مذاق کرتی تھی۔ ایک دن جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور وہ لوگ بیت اللہ کے گرد طواف کر رہے تھے۔ ولید بن مغیرہ ان کے پاس سے گذرا تو جبرئیل امین نے پوچھا، آپ ﷺ اس شخص کو کیسا پاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بہت برا شخص ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کو اس سے کفایت کر دی گئی اور ولید کی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا۔

ولید ایک شخص کے پاس سے گذرا جو تیروں کو پر لگا رہا تھا۔ تو ایک تیر کے پھل کا تیز دھار حصہ اس کی چادر سے اٹک گیا۔ اس نے تکبر کی وجہ سے جھک کر تیر نکالنا اپنا شان کے خلاف سمجھا (اور اسی

طرح گھر پہنچا) اسی زخم کی تکلیف سے بیمار ہوا اور مر گیا۔

اب عاص بن وائل گذرا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ بہت خراب آدمی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے قدم درمیانی خمیدہ جگہ کی طرف اشارہ کیا تو وہ ہلاک ہوگیا۔

اب اسود بن عبد یغوث گذرا، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا، یہ کیسا شخص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہایت ذلیل اور کمینہ اور انتہائی برا آدمی ہے۔ جبرئیل امین نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تو وہ پیٹ کی بیماری میں واصل جہنم ہوا۔ ان کے بعد حارث بن قیس گذرا تو انہوں نے اس کے متعلق پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی بہت برا شخص ہے، جبرئیل امین نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا تو اس کا سر پھول گیا اور اسی حال میں مر گیا۔

عکرمہؓ فرماتے ہیں یہ جنگ بدر سے پہلے ہلاک ہوئے اور ابن سائب کہتے ہیں کہ یہ سب صرف ایک دن رات میں ہلاک ہوئے۔

15.9 حضور ﷺ کے ''قرین'' کی اطاعت گزاری

اُم المومنین حضرت عائشہؓ ایک رات حضور ﷺ کی باہر تشریف لے جانے سے پریشان ہوئیں کہ آپ ﷺ انہیں تنہا چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔

حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ کیا بات ہے کیا غیرت لاحق ہوگئی۔

حضرت عائشہؓ نے کہا کیا مجھ جیسی مشتاق کو آپ جیسے محبوب پر غیرت نہیں ہونی چاہیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا، تیرے قرین (شیطان) نے وسوسہ ڈالے ہیں؟ میں نے عرض کیا تو کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں۔ میں نے کہا کہ کیا ہر انسان کے ساتھ؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں۔ تو کیا آپ جیسی عظیم المرتبت ہستی کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں موجود تو ہے لیکن اللہ پاک نے میری مدد فرمائی اور مجھے اس پر غلبہ عطا فرمایا۔ لہٰذا میں اس کے شر سے محفوظ ہوں یا وہ میری اطاعت کرتا ہے یا وہ مسلمان ہوگیا اور میرے قرب کی برکت سے اس کی شیطانیت ختم ہوگئی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے آدم علیہ السلام پر دو وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ ایک یہ کہ میرا شیطان جو کافر تھا اللہ کی مدد سے مسلمان ہو گیا۔ اور میری ازواج مطہرات میری معاون و مددگار ہیں۔ بخلاف حضرت آدمؑ کے، ان کا شیطان کافر تھا اور ان کی اہلیہ ان کی لغزش کا سبب بنی۔

15.10 موزوں کو جھاڑنا

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنے موزے طلب فرمائے اور آپ ﷺ نے ایک پہن لیا مگر دوسرے کو عقاب نے اٹھا لیا اور دور جا کر پھینکا تو اس میں سے سانپ نمواد ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ موزے اور جوتے اس وقت تک نہ پہنے جب تک جھاڑ نہ لے۔

15.11 آنکھ واپس لگا دینا

حضرت عدیؓ سے روایت ہے کہ جنگ احد میں ابو قتادہؓ کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا تو وہ اسے اپنی ہتھیلی پر رکھ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو قتادہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا بندہ کی حالت آپ ﷺ کے سامنے ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چاہو تو صبر کر لو۔ اللہ پاک صبر کے بدلے میں جنت عطا فرمائیں گے۔ اور اگر چاہو تو اسے اپنی جگہ رکھ کر دعا کروں گا تو اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور ویسے ہی کام کرے گی جیسے پہلے تھی۔

حضرت ابو قتادہ نے فرمایا، یا رسول اللہ ﷺ جنت بے شک عطاء جمیل ہے لیکن میں عورتوں اور بیویوں میں رہتا ہوں جب وہ مجھے کانا دیکھیں گے اور لوگ بھی اسی لقب سے پکاریں گے تو وہ مجھے سخت ناپسند کریں گی اور دیکھنا بھی پسند نہیں کریں گی۔ اس لیے آنکھ بھی لوٹا دیں اور اللہ تعالیٰ سے جنت کی دعا بھی فرما دیں۔ مجھے آپ ﷺ کی دعا سے ضرور جنت حاصل ہو جائے گی۔

حضور ﷺ نے یہ درخواست قبول فرمائی۔ آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ سے آنکھ کا ڈھیلا لیا اور اسے اپنی جگہ لگا دیا۔ تو وہ دوسری آنکھ سے بھی بہتر ہو گئی اور تا زیست کام کرتی رہی اور پھر جنت کی دعا بھی فرما دی۔

15.12 ہرنی کی حکایت

حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ صحرا میں تھے کہ کسی نے پکارا یارسول اللہ! آپ ادھر متوجہ ہوئے تو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ پھر توجہ فرمائی تو ایک ہرنی بندھی ہوئی کھڑی آپ کو پکار رہی تھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہﷺ میرے قریب تشریف لائیے۔ آپﷺ اس کے قریب گئے اور دریافت فرمایا کوئی حاجت ہو تو بتلا۔ اس نے عرض کیا، میرے دو چھوٹے چھوٹے دودھ پیتے بچے اس پہاڑ میں ہیں۔ آپ کرم فرمائیں مجھے کھول دیں۔ میں جا کر دودھ پلاؤں اور پھر لوٹ آؤں گی۔ آپﷺ نے فرمایا کیا واقعی تو اس عہد پر قائم رہے گی۔ اس نے عرض کیا اگر میں عہد شکنی کروں تو اللہ پاک مجھے عشار (جو بغیر قانون کے زبردستی عشر وصول کرے) والے عذاب میں مبتلا کرے۔ آپﷺ نے اس کو کھول دیا۔ اور آپﷺ اس کے انتظار میں وہاں ٹھہر گئے۔ وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی گئی اپنے بچوں کو دودھ پلایا اور حسب وعدہ لوٹ آئی۔ حضورﷺ نے اسے اس کی جگہ پر باندھ دیا۔ اتنے میں وہ اعرابی جس نے اس ہرنی کو پکڑا تھا اور اب جس کی ملک میں تھی، بیدار ہوگیا اور آپﷺ کو وہاں تشریف فرما دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہﷺ کوئی کام ہو تو حکم فرمائیں۔ آپﷺ نے فرمایا، ہاں ایک کام ہے کہ تو اس ہرنی کو آزاد کردے۔ اس نے اسی وقت رسّی کھول دی اور وہ اپنے بچوں کی طرف دوڑتی ہوئی جا رہی تھی اور کلمہ شہادت پڑھتی جاتی تھی۔

اشهد ان لا اله الا الله و انک رسول الله

''میں گواہی دیتی ہوں ک ہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور بے شک آپﷺ اللہ کے پیامبر ہیں۔''

15.13 سوسمار (ضب) کا رسالت کی گواہی

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ اعرابی نے ایک گوہ (سوسمار یا ضب) کا شکار کیا اور اپنی آستین میں ڈال کر چلا اور اسے ذبح کر کے بھون کر کھائے۔ وہ دیکھتا ہے کہ لوگوں کی جماعت ہے تو اس نے پوچھا یہ مجمع کیسا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک شخص محمد ابن عبداللہ پر لوگ جمع ہیں جو کہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

وہ آدمیوں کی صفیں چیرتا ہوا اندر داخل ہوا اور کہنے لگا کہ لات و عزیٰ کی قسم آپ ﷺ مجھے سب سے زیادہ مبغوض ہیں اور اگر میری قوم مجھے جلد باز نہ کہتی تو میں فوری حملہ کر کے تمہیں قتل کر دیتا اور اس قتل سے سیاہ و سفید (سب) کو خوش کر دیتا اور بنو ہاشم اور دیگر قبائل عرب کو راحت پہنچاتا کیوں کہ تم ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہو۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اس کی اس بیہودہ گوئی پر حضور ﷺ سے اجازت چاہی کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اے ابوحفص بیٹھ جاؤ صاحب حلم منصب نبوت کے قریب ہے۔

حضور ﷺ نے اسے پہچان لیا اور فرمایا اے قبیلہ بنوسلیم کے فرد تجھے اس بیہودگی پر کس امر نے بھڑکایا۔ اور تو نے میری مجلس میں میری تکریم نہ کی۔

اس نے کہا، کہ مجھے لات و عزیٰ روئیں۔ میں اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ گوہ تم پر ایمان نہ لے آئے۔ اور یہ کہہ کر اس گوہ کو آپ ﷺ کے سامنے پھینک دیا۔ آپ ﷺ گوہ کی طرف متوجہ ہوئے اور پکارا اے گوہ! اس نے واضح عربی زبان میں عرض کیا لبیک و سعیدک جسے تمام حاضرین نے سنا۔

آپ ﷺ نے پھر فرمایا، تو کس کی عبادت کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا، اس ذات کی جس کا عرشِ عظیم و کبریائی آسمانوں پر ہے۔ اور جس کی سلطنت زمین میں ہے۔ جس کی عظمت کی علامات اور دلائل قدرت سمندروں میں ہیں۔ جنت میں جس کی رحمت ہے اور نارِ جہنم میں جس کی عقوبت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا، میں کون ہوں؟ گوہ نے عرض کیا، آپ رسول رب اللعالمین ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ جس نے آپ ﷺ کی تصدیق کی وہ فلاح پا گیا اور جس نے تکذیب کی وہ خسارہ میں رہا

اعرابی نے کہا میں مشاہدہ کے بعد حکایت و روایت کا طلب گار نہیں۔ صرف میں ہی نہیں میرے بدن کا ہر بال، جلد میرا ظاہر اور باطن گواہی دیتا ہے۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ

واللہ! جب میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تھا تو روئے زمین پر آپ ﷺ سے زیادہ کوئی شخص مجھے ناپسندیدہ نہیں تھا اور اب بالیقین آپ ﷺ میرے کانوں سے آنکھوں سے اور باپ

بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کی حمد ہے جس نے میری بدولت تجھے ہدایت بخشی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اس اعرابی کو کلام مجید کی کچھ آیتیں سکھلاؤ اور یاد کراؤ۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ گوہ نے اشعار پڑھے جس میں آپ ﷺ کی مدح بیان کی اور رسالت کی گواہی دی۔

(ہم نے کتاب وفا باحوال مصطفیٰ ﷺ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ چنانچہ یہاں پہلا حصہ اللہ کی دی ہوئی توفیق اور مدد سے مکمل ہوتا ہے۔ اللہ پاک اسے قبول فرمائیں اور دوسرے حصے کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں)

بتاریخ اتوار، 3 ربیع الاوّل، 1435ھ

مطابق 5 جنوری 2014ء

کراچی

سیرتِ امام الانبیاء

زیرِ نظر کتاب سیرتِ امام الانبیاء - امام المحدثین عبدالرحمٰن بن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) کی چھٹی صدی ہجری کی تصنیف الوفا - باحوالِ مصطفیٰ ﷺ سے ماخوذ ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ جب تین سال کے تھے تو یتیم ہو گئے اور والدہ نے مشہور محدث ابن ناصر کی مسجد میں چھوڑ دیا۔ ان سے حدیث سنی، قرآن مجید حفظ کیا اور تجوید میں مہارت پیدا کی اور اتنی ریاضت و محنت کی کہ وقت کے امام المحدثین ہوئے اور ایک ہزار کتابیں لکھیں جن میں کچھ بیس بیس جلدوں پر مشتمل ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اُمت مسلمہ کی اپنے نبی ہادی ﷺ کی زندگی سے کم علمی اور عدم واقفیت دیکھ کر مصمم ارادہ کیا کہ اللہ کے محبوب ﷺ کی سیرت پر مختصر لیکن کثیر المواد کتاب تحریر کروں۔ اللہ پاک نے دُعا قبول فرمائی اور ان کی آرزو الوفا - باحوالِ مصطفیٰ کی صورت میں پوری ہوئی۔ ابن جوزیؒ دعوت و اصلاح کا ایک عظیم نمونہ ہیں۔ اپنے زمانے کے یکتائے روزگار مفسر، محدث، مؤرخ، ناقد، مصنف اور خطیب ہیں اور ان میں سے ہر ایک موضوع پر ان کی ضخیم تصنیفات اور علمی کارنامے ہیں۔ انہیں میں سے ان کی سیرت طیبہ پر یہ ضخیم کتاب الوفا ہے جسے یہ مختصر فرماتے ہیں۔

ہم نے اس ''مختصر کتاب'' کو جو بڑے سائز کے ہزار صفحوں پر ہے مزید مختصر کر دیا ہے تاکہ عام مسلمان اپنے نبیؐ کے حالات بہ آسانی پڑھ سکیں۔ اصل کتاب عربی میں ہے جس کا علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے اور ہم نے اسی اُردو ترجمہ سے استفادہ کیا ہے۔ سیرتِ امام الانبیاء میں پندرہ عنوانات کے تحت واقعات یکجا کیے گئے ہیں۔ ہر عنوان سے متعلق واقعات کو ذیلی عنوانات کے تحت لکھا گیا ہے۔ اصل کتاب کے پہلے پانچ سو صفحات حصہ اوّل میں جمع کیے ہیں اور باقی نصف کتاب انشاء اللہ حصہ دوم میں شائع کی جائے گی۔ اس کتاب میں عام فہم زبان کا استعمال کیا گیا ہے اور اسے ہر ممکن طور پر Easy to Read یعنی آسانی سے پڑھی جانے والی کتاب بنایا گیا ہے۔

مؤلف ڈاکٹر اقبال علی نے سول انجینئرنگ کے پروفیسر کی حیثیت سے انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور، این ای ڈی یونیورسٹی کراچی اور شاہ فہد یونیوسٹی ظہران (سعودی عرب) میں خدمت انجام دی ہے اور درس و تدریس کے پچاس سالہ تجربہ کی روشنی میں سیرتِ امام الانبیاء کو پڑھنے والے کے لیے ہر ممکن طور پر پُرکشش اور دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ پاک ان کی اس کوشش کو اپنے حبیب محترم ﷺ کے طفیل قبول فرمائیں اور دُنیا و آخرت میں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین!

فرحت اقبال پبلیکیشن

64/2 گلی نمبر 25۔ خیابان بادبان فیز 5 ڈی ایچ اے کراچی۔

Email: iqbalali77@gmail.com